اللهم علمه الکتاب واجعله هادیا مهدیا

الٰہی! تو اسے اپنی کتاب کا علم عطا کر دے اور اسے ہادی اور مہدی بنا دے۔

سَلُّ السِنَان

فِی الذَّبِّ عَن

مُعَاوِیَۃ بِن اَبِی سُفیَان

تالیف:

سعد بن ضیدان السبیعی

تقدیم:

عبداللہ بن عبدالرحمن السعد

مترجم:

ڈ/ اجمل منظور المدنی

مقدمہ

برائے صاحب تقدیم

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره, ونعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له, و من يضلل فلا هادي له, وأشهد ألا إله إلا الله وحده لا شريك له, وأشهد أن محمدا عبده ورسوله صلى الله وسلم عليه وعلى آله وصحبه أجمعين, أما بعد:

یقیناً اللہ تعالی نے ہمارے لئے ہمارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو ہمارے اوپر تمام کر دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا) ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کرلیا۔(المائدہ:۳)۔

اسلئے ہمیں دین و دنیا سے متعلق جو بھی ضرورت ہو اسکی وضاحت اور تفصیل کتاب وسنت میں موجود ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ) ترجمہ: اور ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔(النحل:۸۹)۔

محمد بن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ایسی چیز نہیں جانتا جس کی ضرورت ہو اور وہ کتاب وسنت میں موجود نہ ہو۔ میں نے کہا: کیا ساری چیزوں کی معرفت ممکن

ہے؟ فرمایا: ہاں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۴۱۲، محمد بن ابی حاتم امام بخاری کے وراق یعنی ناسخ تھے)۔

امام شاطبی نے الاعتصام کے اندر نقل کیا ہے کہ شریعت مکمل آچکی ہے اب اسکے اندر کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلئے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا) ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کرلیا۔ (المائدہ: ۳)۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ ، يَقُولُ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَذِهِ لَمَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ قَالَ:" قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ، مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَعَلَيْكُمْ بِالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّمَا الْمُؤْمِنُ كَالْجَمَلِ الْأَنِفِ، حَيْثُمَا قِيدَ انْقَادَ".

ترجمہ: سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی نصیحت فرمائی جس سے ہماری آنکھیں ڈبڈبا گئیں، اور دل لرز گئے، ہم نے کہا: اللہ کے رسول! یہ تو رخصت ہونے والے کی نصیحت معلوم ہوتی ہے، تو آپ ہمیں کیا نصیحت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: "میں نے تم کو ایک ایسے صاف اور روشن راستہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس راستہ سے میرے بعد صرف ہلاک ہونے والا ہی انحراف کرے گا، تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا، لہٰذا میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت سے جو کچھ تمہیں معلوم ہے اس کی پابندی کرنا، اس کو اپنے دانتوں سے مضبوطی سے تھامے رکھنا، اور امیر کی اطاعت کرنا، چاہے وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ مومن نکیل لگے ہوئے اونٹ کی طرح ہے، جدھر اسے لے جایا جائے ادھر ہی چل پڑتا ہے"۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۳)۔

اور یہ آثار صحابہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل دین و دنیا ہر اعتبار سے تمام ضروری چیزوں کو واضح کر دیا ہے، اہل سنت والجماعہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

جب معاملہ ایسا ہے تو پھر ایک بدعتی زبان حال یا زبان قال سے یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ شریعت ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے اب بھی اس میں گنجائش باقی ہے جسکی تلافی کرنا جائز ہے؛ کیونکہ اگر وہ ہر پہلو شریعت کے مکمل اور تمام ہونے کا عقیدہ رکھتا تو بدعت ایجاد نہ کرتا، شریعت پر استدراک کرنے کی جسارت نہ کرتا، یقیناً ایسا کرنے والا صراط مستقیم سے منحرف ہے۔ (کتاب الاعتصام: ۱/ ۶۴)

اسلئے ہر اس شخص پر واجب ہے جو کسی بھی مسئلے کی معرفت چاہتا ہو وہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرے، انہیں میں سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا مسئلہ بھی ہے۔

یہ بہت ہی عظیم اور دقیق مسئلہ ہے، بہت سے لوگوں نے اس مسئلے پر کلام کیا اور ناصبیت تک جا پہونچے، اسی طرح دوسروں نے کلام کیا اور رفض وتشیع تک پہونچ گئے، اس لئے اس مسئلے میں

معتدل اور سلامتی والا راستہ یہ ہیکہ اس مسئلے کو بھی کتاب وسنت کی روشنی میں دیکھا جائے صحیح وضاحت اور کافی وشافی اطمینان وہیں سے حاصل ہوسکتا ہے مگر اسی کیلئے جوحق اور نجات کا متلاشی ہو۔

اس مسئلے پر کلام کرنے والا کوئی بھی اگر صرف صحیح بخاری کی اس روایت کی طرف رجوع کر لے تو یہی کافی ہوگا:

عن أَبَي بَكْرَةَ، قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَخْطُبُ جَاءَ الْحَسَنُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ".

ترجمہ: سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ حسن رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرادے گا۔ (صحیح بخاری: ۷۱۰۹)۔

اس حدیث کی دلالت اور وضاحت آگے آئے گی ان شاء اللہ۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جوانی کی عمر میں اسلام لائے، پھر ادھیڑ عمر کو پہونچے اور پھر بوڑھا ہو کر اس دنیا دے رخصت ہوگئے، ساری تفصیل حدیثوں میں موجود ہے۔

عزیزم سعد بن ضیدان السبیعی نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت ہی لا جواب اور شاندار ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ساری روایتوں کو جمع کر دیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں اہل علم کے اقوال کا بھی احاطہ کیا ہے، فجزاہ اللہ خیرا۔



فصل

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں:

اسے ہم درج ذیل نقاط میں بیان کریں گے:

پہلا: آپ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ نے اسلام کب قبول کیا؛ صلح حدیبیہ کے سال یا عمرۃ القضاء کے سال، یا پھر فتح مکہ کے موقع پر جس وقت کہ آپ کی عمر ابھی اٹھارہ سال کے آس پاس تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اسلام ہی ساری فضیلتوں کی بنیاد ہے، یہی وہ معیار ہے جسکی وجہ سے ایک انسان کی قدر ومنزلت کا پتہ لگایا جاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ) ترجمہ: بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ (آل عمران:۱۹)

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ) ترجمہ: اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔ (آل عمران:۸۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ) ترجمہ: کہہ دیں (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی سے ہے، سو اسی کے ساتھ پھر لازم ہے کہ وہ خوش ہوں۔ یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔ (یونس:۵۸)۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ انہوں نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ وہ ایک نفاق تھا۔ تو ہم اسکا تین وجوہ سے جواب دیں گے:

پہلی وجہ: آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تعلق سے مرفوع حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی صراحت ہے اور ان نصوص کہ دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: خاص نصوص:

١- فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلُهُ بِشَعِيرٍ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ. فَجَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ «لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ». فَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ قَالَ «تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي اعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ فَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي». قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- «أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلاَ يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لاَ مَالَ لَهُ انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ». فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ «انْكِحِي أُسَامَةَ». فَنَكَحْتُهُ فَجَعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا وَاغْتَبَطْتُ بِهِ.

ترجمہ: سیدہ فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ ابو عمرو بن حفص نے ان کو طلاق دی طلاق بائن اور وہ شہر میں نہ تھے یعنی کہیں باہر تھے اور ان کی طرف ایک وکیل بھیج دیا اور تھوڑے جو روانہ کیے اور فاطمہ اس پر غصہ ہوئیں تو وکیل نے کہا کہ اللہ کی قسم! تمہارے لیے ہمارے ذمہ کچھ نہیں ہے (یعنی نفقہ وغیرہ) پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "تمہارے لیے ان کے ذمہ کچھ بھی نہیں ہے۔" پھر حکم کیا فاطمہ کو کہ تم ام شریک کے گھر میں

عدت پوری کرو پھر فرمایا: کہ" وہ ایسی عورت ہے کہ وہاں ہمارے اصحاب بہت جمع رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت پوری کرو اس لیے کہ وہ ایک اندھے آدمی ہیں وہاں تم اپنے کپڑے اتار سکتی ہو۔ (یعنی بے تکلف رہو گی گوشہ پردہ کی تکلیف نہ ہو گی) پھر جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھ کو خبر دینا۔" وہ کہتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم نے نکاح کا پیغام دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "ابوجہم تو اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں اتارتا اور معاویہ مفلس آدمی ہے کہ اس کے پاس مال نہیں، تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو۔" اور مجھے یہ امر ناپسند ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: کہ" اسامہ سے نکاح کرلو۔" پھر میں نے ان سے نکاح کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی خیر وخوبی دی کہ مجھ پر دوسری عورتیں رشک کرنے لگیں۔ (صحیح مسلم: ۱۴۸۰)۔

اس حدیث کے اندر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ان لوگوں پر رد ہے جو آپ رضی اللہ عنہ پر نفاق کی تہمت لگاتے ہیں، بایں طور کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس سے انکے مالدار نہ ہونے کا ذکر کیا اگر انکے دین میں بھی کوئی کمی ہوتی تو سب سے پہلے اسی کو بیان کرتے اور اسے بالکل نہ چھپاتے، اس طرح اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینداری کی تعریف ہے، اور یہ آپ کے اسلام لانے کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی دور میں آپ مدینہ سے غازی اور مجاہد بن کر بلاد شام کی طرف نکل گئے، اور پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو بلاد شام کے بعد شہروں کا والی بنا دیا۔

پھر آپ کے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ

عنہ نے آپ کو پورے ملک شام کا والی بنادیا، اور پھر اسی ولایت پر آپ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک باقی رہے۔

۲- یہ باتیں آپ کی جوانی کے وقت کی تھیں لیکن جہاں تک آپ کہ ادھیڑ عمر کے وقت کی باتیں تو اس تعلق سے سب سے پہلے یہ روایت پیش خدمت ہے:

عن أَبي بَكْرَةَ، قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَخْطُبُ جَاءَ الْحَسَنُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ".

ترجمہ: سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ حسن رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرادے گا۔(صحیح بخاری:۷۱۰۹)۔

اس حدیث کے اندر جہاں ایک طرف سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت اور منقبت ہے اور یہ کہ آپ کو سردار کہا گیا اور آپ کی سرداری اور شرافت کا نتیجہ تھا کہ آپ نے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا، وہیں دوسری طرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی فضیلت اور منقبت معلوم ہوتی ہے کہ آپ سچے مسلمان تھے اور مسلمانوں کی دوسری جماعت کے رہنما تھے۔

اس حدیث کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی تعریف کی ہے کیونکہ وہ صلح کریں گے، اور آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کیا اور آپ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے، اگر آپ خلافت کے اہل نہ ہوتے تو حسن رضی اللہ عنہ آپ کے حق میں کبھی بھی خلافت سے دستبردار نہ ہوتے اور اس صلح پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی تعریف نہ کرتے۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول (مسلمانوں کی دو جماعتوں) مجھے بہت پسند آیا۔ابو بکر بیہقی کہتے ہیں کہ انکو اس لئے پسند آیا کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جماعتوں کو مسلمان کہا ہے۔اور اس میں اس بات کی پیشین گوئی ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ ہوں گے اور پھر اس خلافت سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو جائیں گے۔ (فتح الباری: ۱۳/ ۶۶)۔

اور حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں کہا: اے لوگو! اللہ نے ہمیں پہلوں کے ذریعے ہدایت نصیب کی اور ہمارے بعد والوں کے ذریعے ہمارے خونوں کی حفاظت کی، اور جہاں تک خلافت کا معاملہ ہے جسکے تعلق سے میرا اور معاویہ کا جھگڑا ہے تو یہ اسی شخص کا حق ہے جو مجھ سے زیادہ مستحق ہے یا یہ میرا حق ہے لیکن میں نے اسے معاویہ کے حق میں چھوڑ دیا ہے تاکہ مسلمانوں کے درمیان اصلاح ہو اور انکا مزید خون بہنے سے رک جائے، سوچ مجھے نہیں معلوم شاید یہ تمہارے لئے آزمائش اور ایک مقررہ مدت کیلئے پونجی ہو۔(الاعتقاد للبیھقی: ۵۳۳)۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں کہتے ہیں: اس حدیث سے وہ پیشین گوئی پوری ہوگئی جب حسن رضی اللہ عنہ نے اہل عراق اور اہل شام کے درمیان صلح کرا کے خلافت سے دستبردار ہو گئے کہ کہیں مسلمانوں کے درمیان فتنہ اور خونریزی نہ بڑھے، اسی لئے اس سال کو عام الجماعہ یعنی اتحاد کا سال کہا گیا، ساتھ ہی یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اس وقت لڑائی کیلئے دونوں اطراف سے جو بھی نکلے تھے کوئی بھی دین اسلام سے خارج نہیں ہے نہ ہی قول کے ذریعے اور یہ ہی فعل کے ذریعے؛ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو مسلمان کہا ہے، ہر ایک نے حدیث کی یہی تاویل کی ہے کہ دونوں اطراف کے لوگ مجتہد تھے، جن میں ایک خطا پر تھا اور دوسرا درستگی پر مگر

دونوں ماجور ہیں۔(معالم السنن: ۷/۷ ۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی صلح کی وجہ سے حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور آپ کو سید وشریف کہا کیونکہ آپ کے اس عمل کو اللہ اور اسکے رسول نے پسند کیا اور راضی ہوئے، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو گویا ایک واجب کو ترک کر دیتے یا یہ کہ اللہ کی پسندیدہ چیز کو چھوڑ بیٹھتے، جبکہ یہ حدیث اس بات پر بالکل واضح ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جو کیا وہ قابل تعریف اور لائق تحسین ہے، رضی اللہ عنہ ورسولہ۔(مجموع الفتاوی: ۳۵/۷۰)۔

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ اس فتنے پر کلام کرنا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر طعن کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلح کی تعریف کی ہے، اور حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف کی ہے جن کے دست مبارک پر یہ صلح مکمل ہوئی، چنانچہ اگر کوئی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتا ہے تو گویا وہ اس صلح پر طعن کرتا ہے جس کی تعریف رسول کی زبانی وارد ہوئی ہے، اس لئے اس صلح کا تقاضہ ہے کہ ان اختلافات کا ذکر نہ کیا جائے جو صلح سے قبل کے ہیں، معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر طعن نہ کیا جائے بلکہ نصوص میں وارد امور پر اکتفا کیا جائے تاکہ اس مبارک صلح کی محافظت ہو سکے۔ امام ابو داود رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے: (باب ترک الکلام فی الفتنہ)، جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مذکورہ اختلافات کھ بارے میں کلام نہ کیا جائے، اور بلاشبہ یہ امام ابو داود رحمہ اللہ کی بہت بڑی سمجھ اور رفقہ دین ہے۔(سنن ابی داود: ۵/۲۱۱

۳-اور جہاں تک ادھیڑ عمر کی بات ہے تو اس سلسلے میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا ہے چنانچہ اس تعلق سے یہ حدیث بیان کی جاتی ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا يَزَالُ أَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَا وَلِيَهُمُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، ثُمَّ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِكَلِمَةٍ خَفِيَتْ عَلَيَّ، فَسَأَلْتُ أَبِي مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، فَقَالَ: كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ"،

ترجمہ: سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "ہمیشہ لوگوں کا کام چلتا رہے گا یہاں تک کہ ان کی حکومت کریں گے بارہ آدمی۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات کہی چپکے سے جو میں نے نہیں سنی۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا: کیا کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ سب آدمی قریش سے ہوں گے۔" (صحیح مسلم: ۱۸۲۱)۔

اسی سند سے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں جسکے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: "إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَضِي حَتَّى يَمْضِيَ فِيهِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً، قَالَ: ثُمَّ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ عَلَيَّ، قَالَ: فَقُلْتُ لِأَبِي: مَا قَالَ؟، قَالَ: كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ".

ترجمہ: سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "یہ خلافت تمام نہ ہو گی جب تک کہ مسلمانوں میں بارہ خلیفہ نہ ہو لیں۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے کچھ فرمایا، میں نے اپنے باپ سے پوچھا: کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "یہ سب خلیفہ قریش

میں سے ہوں گے۔"(صحیح مسلم:۱۸۲۱)۔

اسی طرح اسی سند کے ساتھ ایک دوسری روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:(لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ عَزِيزًا مَنِيعًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً) ترجمہ: یہ دین ہمیشہ غالب اور مضبوط رہے گا بارہ خلیفوں کی خلافت تک۔"(صحیح مسلم:۱۸۲۱)۔

اسی طرح امام مسلم آگے دوسری روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ مَعَ غُلَامِي نَافِعٍ، أَنْ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَكَتَبَ إِلَيَّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ جُمُعَةٍ عَشِيَّةَ رُجِمَ الْأَسْلَمِيُّ، يَقُولُ: " لَا يَزَالُ الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ أَوْ يَكُونَ عَلَيْكُمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ، وَسَمِعْتُهُ، يَقُولُ: عُصَيْبَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَفْتَتِحُونَ الْبَيْتَ الْأَبْيَضَ، بَيْتَ كِسْرَى أَوْ آلِ كِسْرَى، وَسَمِعْتُهُ، يَقُولُ: إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِينَ فَاحْذَرُوهُمْ، وَسَمِعْتُهُ، يَقُولُ: إِذَا أَعْطَى اللَّهُ أَحَدَكُمْ خَيْرًا، فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، وَسَمِعْتُهُ، يَقُولُ: أَنَا الْفَرَطُ عَلَى الْحَوْضِ ".

ترجمہ: سیدنا عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا اور نافع غلام کے ہاتھ بھیجا کہ مجھ سے بیان کرو جو تم نے سنا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔انہوں نے جواب میں لکھا میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:"جمعہ کے دن شام کو جس دن ماعز اسلمی سنگسار کیے گئے (ان کا قصہ کتاب الحدود میں گزرا) یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو یا تم پر بارہ خلیفہ ہوں اور وہ سب قریشی

ہوں گے ۔" (شاید یہ واقع بھی قیامت کے قریب ہوگا کہ بارہ خلیفہ بارہ ٹکڑیوں پر مسلمانوں کے ہوں گے ایک ہی وقت میں) اور سنا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ایک چھوٹی سی جماعت مسلمانوں کی کسریٰ کے سفید محل کو فتح کرے گی ۔

(یہ معجزہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ایسا ہی ہوا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں) اور میں نے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "قیامت کے قریب جھوٹے پیدا ہوں گے ان سے بچنا۔" اور میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: " جب اللہ تم میں سے کسی کو دولت دے تو پہلے اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔" (ان کو آرام سے رکھے پھر فقیروں کو دے) اور میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے" میں تمہارا پیش خیمہ ہوں گا حوض کوثر پر۔" (یعنی تمہارے پانی پلانے کے لیے وہاں بندوبست کروں گا اور تمہارے آنے کا منتظر رہوں گا)۔ (صحیح مسلم: ۱۸۲۲)۔

اس حدیث کے اندر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں، کیونکہ آپ بھی قرشی ہیں اور آپ نے بھی خلافت کی ذمہ داری سنبھالی ہے، اور آپ کے دور میں بھی دین مضبوطی سے قائم تھا، اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سے لیکر بارہ خلیفہ تک یہ مضبوطی رہے گی، چنانچہ اس میں یقینی طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ داخل ہوں گے خاص کر اس لیے کہ آپ تمام مسلمانوں کے اتفاق سے خلیفہ بنے تھے اور اسی وجہ سے اس سال کو عام الجماعہ کہتے ہیں ۔

اس بنیاد پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شرعی خلیفہ ہیں، کیونکہ دین آپ کے زمانے میں طاقتور اور مضبوط تھا، شریعت کی تنفیذ کی جاتی تھی اور اسکے احکامات لاگو کئے جاتے تھے ۔

امام ابوزرعہ نے نقل کیا ہے کہ امام اوزاعی نے کہا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بہت سارے صحابہ کرام موجود تھے انہیں میں سعد، اسامہ، جابر، ابن عمر، زید بن ثابت، مسلمہ بن مخلد، ابو سعید، رافع بن خدیج، ابوامامہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہم اور بہت سے بلکہ اسکا کئی گنا صحابہ اس وقت موجود تھے، وہ ہدایت کے چراغ اور علم کے خزانے تھے، وحی الہی کے وقت وہ حاضر تھے اور اسکی تفصیل بلا واسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرتے تھے۔

صحابہ کرام کے بعد تابعین کی ایک بڑی جماعت موجود تھی جن میں مسور بن مخرمہ، عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن محیریز ہیں، ان میں سے کسی نے بھی امت مسلمہ کے اتحاد سے ہاتھ نہیں کھینچا۔

امام ذہبی نے کہا: جیسے عمر اور عثمان جیسے خلفاء راشدین کسی صوبے کا گورنر بنادیں اور وہ اسے پورا کر کے دکھائے تو یہی اس کی خیریت اور بہتری کیلئے کافی ہے، لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم وبردباری اور سخاوت سے خوش تھے، گرچہ کچھ لوگوں کو کبھی تکلیف بھی ہوئی ہو، کیونکہ بادشاہت اور خلافت میں ایسا ہوتا ہے، آپ اپنی ذمیداری بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے گرچہ اس وقت آپ سے افضل لوگ موجود تھے، مگر آپ نے بیس سال پورے بلاد شام کا گورنر رہ کر اور بیس سال پورے عالم اسلام کا خلیفہ رہ کر جس طرح پیار ومحبت، حکمت ودانائی اور حلم وبردباری کے ساتھ حکومت کی، سارے عرب وعجم پر آپ کی سلطنت تھی، بلاد حرمین، مصر وشام، عراق وخراسان اور یمن ومغرب سب آپ کے قلمرو میں شامل تھے۔(سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۱۳۲)۔



دوسری قسم: عام نصوص:

ان میں کچھ کا ذکر ذیل میں درج ہے:

۱- عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ".

ترجمہ: زہری نے بیان کیا، کہا مجھے ابوسلمہ نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک دو جماعتیں (مسلمانوں کی) آپس میں جنگ نہ کرلیں اور دونوں کا دعویٰ ایک ہو گا (کہ وہ حق پر ہیں)۔" (صحیح بخاری: ۳۶۰۸)۔

۲- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " تَمْرُقُ مَارِقَةٌ فِي فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ، فَيَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں انتشار کے وقت ایک فرقہ جدا ہو جائے گا اور اس کو قتل کرے گا وہ گروہ جو حق سے قریب ہو گا۔" (صحیح مسلم: ۱۰۶۴)۔

پہلی حدیث کے اندر اشارہ ہے اس اختلاف کی طرف جو سیدنا علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوا اور دوسری روایت سے اشارہ ان خوارج کی طرف ہے جن سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتال کیا۔

پہلی روایت سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کی صحت اور بہتری کا پتہ چلتا ہے بایں طور

کہ دونوں جماعتوں کے دعوی کو ایک بتایا گیا ہے۔امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے اندر اس بات کی تصریح ہے کہ دونوں گروہ مومن ہیں، قتال کرنے کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوں گے، اور نہ ہی اسکی وجہ سے انہیں فاسق کہا جائے گا، یہی ہمارا مذہب ہے۔(شرح النووی: ۷/ ۱۶۸)۔

حافظ ابن کثیر نے کہا: اس سے دونوں گروہ اہل عراق سوچ اہل شام کے مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے، جاہل ٹولہ روافض کی بات صحیح نہیں ہے کہ جو اہل شام کی تکفیر کرتے ہیں۔(البدایہ والنہایہ: ۱۰/ ۵۱۳)۔

دوسرا: شرف صحابیت:

صحیح بخاری میں یہ روایت وارد ہوئی ہے:

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ:" أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ" فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ:" دَعْهُ فَإِنَّهُ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی وہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ (کریب) بھی موجود تھے، جب وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک رکعت وتر کا ذکر کیا) اس پر انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔(صحیح بخاری: ۳۷۶۴)۔

جی، کہتا ہوں کہ یہ حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے شرف صحابیت پر بالکل واضح ہے، اور اسکے علاوہ بھی اسی طرح کی کئی روایتیں موجود ہیں، اور صحابی کی فضیلت اور مقام ومرتبہ کتاب وسنت سے معلوم ہے انہیں واضح دلائل میں سے اللہ کا یہ قول بھی ہے: (لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے۔ ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبر دار ہے (الحدید: ۱۰)۔

اس آیت کے اندر تمام صحابہ کرام کی فضیلت وارد ہوئی ہے خواہ وہ صحابہ جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے یا وہ جو بعد میں ایمان لائے، درجات کے تفاوت کے ساتھ ہر ایک سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خواہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے ہوں یا بعد میں ہر دو صورت میں اس فضیلت کے اندر داخل ہیں۔

تیسرا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کتابت:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المسند کے اندر ایک روایت نقل کیا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنتُ غُلَامًا أَسْعَى مَعَ الْغِلْمَانِ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِنَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفِي مُقْبِلًا فَقُلْتُ مَا جَاءَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا إِلَيَّ قَالَ فَسَعَيْتُ حَتَّى أَخْتَبِئَ وَرَاءَ بَابِ دَارٍ قَالَ فَلَمْ أَشْعُرْ

حَتَّى تَنَاوَلَنِي فَأَخَذَ بِقَفَايَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً فَقَالَ اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ وَكَانَ كَاتِبَهُ فَسَعَيْتُ فَأَتَيْتُ مُعَاوِيَةَ فَقُلْتُ أَجِبْ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ عَلَى حَاجَةٍ

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ میرے قریب سے گذر ہوا، میں اس وقت بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، میں ایک دروازے کے پیچھے جا کر چھپ گیا، مجھ پتہ ہی نہیں چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے گدی سے پکڑ کر پیار سے زمین پر پچھاڑ دیا، پھر مجھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس انہیں بلانے کے لئے بھیج دیا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، میں دوڑتا ہوا ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیے، انہیں آپ سے ایک کام ہے۔ (مسند احمد: ۱/ ۲۹۱)۔

یہ حدیث مسند طیالسی اور صحیح مسلم کے اندر بھی وارد ہوئی ہے، لیکن صحیح مسلم کے اندر کاتب کا ذکر نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی ہونے کی بات اہل علم کے یہاں معروف ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو کاتب وحی رکھنا آپ کیلئے بہت بڑی فضیلت اور منقبت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے، یعقوب بن سفیان نے کہا ہے: عروہ کہتے ہیں کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا: مسلول کا کیا ہوا؟ کہا: میں نے عرض کیا: وہ میرے پاس ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اس کا خاکہ میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ ابو بکر نے زبیر کیلئے ایک زمین الاٹ کی تھی، اس وقت میں ہی

کاتب تھا، کہتے ہیں کہ عمر آئے تو ابو بکر نے رجسٹر کو بستر کی تہ میں دبا دیا، جب عمر اندر داخل ہو گئے تو عرض کیا: شاید آپ لوگ کسی ضرورت دے بیٹھے ہیں؟ ابو بکر نے کہا: جی ہاں، چنانچہ عمر باہر نکل گئے، پھر ابو بکر نے رجسٹر کو نکالا جسے میں نے پورا کیا۔(المعرفۃ والتاریخ: ۳/ ۳۷۳)۔

چوتھا: صحابہ وتابعین کی طرف سے مدح وستائش:

۱-ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے:

عن ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ:" هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ، قَالَ: إِنَّهُ فَقِيهٌ".

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں، انہوں نے وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ خود فقیہ ہیں۔(صحیح بخاری: ۳۷۶۵)۔

۲-امام خلال نے نقل کیا ہے کہ جبلہ بن سحیم نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاویہ سے بہتر رہنما کسی کو نہیں دیکھا، دریافت کیا گیا: کیا آپ کے والد بھی نہیں تھے؟ کہا: میرے والد معاویہ سے افضل تھے لیکن معاویہ ان سے بہتر رہنما تھے۔(کتاب السنہ للامام خلال: ۴۴۲)۔

۳-مصنف عبد الرزاق میں وارد ہوا ہے کہ ہمام بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے معاویہ سے بہتر بادشاہ کسی کو نہیں دیکھا، لوگ دور دور سے آتے اور سیراب ومطمئن ہو کر جاتے، آپ بخیل اور بد خلق نہیں تھے۔(مصنف عبد الرزاق، حدیث نمبر:

(۲۰۹۸۵)۔

۴-امام ذہبی نے کہا: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان کے بعد کسی کے حق کا فیصلہ کرنے والا معاویہ سے بہتر نہیں دیکھا۔(تاریخ اسلام: ۲/ ۵۴۴)۔

۵-ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں، ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے کہا: اللہ کی قسم! معاویہ تو بالکل ویسے ہی تھے جیسا بنت رقیقہ نے کہا ہے:

ألا أبكيه ألا أبكيه ألا كل الفتى فيه

ترجمہ: میں کیوں نہ ان پر روؤں، میں کیوں نہ ان پر روؤں، سنو، وہ تو کمال کا انسان تھا۔ (تاریخ ابی زرعہ: ۱/ ۵۷۲)۔

۶-امام خلال نے نقل کیا ہے کہ امام مجاہد نے کہا کہ اگر تم لوگ معاویہ کو دیکھتے تو کہتے کہ یہی مہدی ہیں۔(کتاب السنہ للامام خلال: ۴۳۸)۔

۷-امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المسند کے اندر نقل کیا ہے:

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ قَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ لَا يُتَّهَمُ فِي الْحَدِيثِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: ابن سیرین کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ریشم یا چیتے کی کھال کسی جانور پر بچھا کر سواری نہ کیا کرو۔آگے ابن سیرین کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے میں متہم نہیں ہیں۔(مسند احمد: ۴/ ۹۳)۔

۸-امام آجری نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے مرو کے اندر عبد اللہ بن مبارک سے سوال کیا کہ معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیز؟ تو آپ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ کی ناک میں جو گرد وغبار چلا گیا ہوگا وہ بھی عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے۔(کتاب الشریعہ للامام الآجری:۵/ ۲۴۶۶)۔

۹-خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے رباح بن جراح موصلی نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو معافی بن عمران سے سوال کرتے ہوئے سنا کہ اے ابومسعود! عمر بن عبد العزیز اور معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان کیا فرق ہے؟ تو آپ اس سوال سے سخت ناراض ہوئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کسی سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا، معاویہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، رشتے دار، کاتب وحی اور امین تھے۔(تاریخ بغداد:۱/ ۲۹۰)۔

میں نے یہ ذکر کر دیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے بھائی یزید کی وفات کے بعد آپ کو پورے ملک شام کا گورنر بنا دیا تھا پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو اسی عہدے پر باقی رکھا، اور یہ دونوں حضرات کے نزدیک آپ کی فضیلت اور منقبت کی دلیل ہے۔

اسی طرح اور دیگر صحابہ اور تابعین نے آپ کی تعریف کی ہے، جیسا کہ اگلے فقروں میں آئے گا۔



*سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
اور بعض کبار صحابہ کی طرف سے مدح وستائش:

محمد بن نصر نے اپنی کتاب (تعظیم قدر الصلاۃ) کے اندر نقل کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے باغیوں سے قتال کیا اور انکے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی حدیثیں روایت کی ہیں اور انہیں مومن کہا ہے، اور انکے بارے میں مومنوں کے احکام جاری کیئے ہیں، اسی طرح عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بھی عقیدہ تھا۔

طارق بن وہاں کہتے ہیں کہ ہم نہروان کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ سے پوچھا گیا: کیا وہ مشرک ہیں؟ فرمایا: وہ تو شرک ہی سے بھاگے ہیں، کہا گیا: کیا وہ منافق ہیں؟ کہا کہ منافقین تو اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں، پوچھا گیا: پھر وہ کون ہیں؟ کہا: وہ باغی ہیں، اسی لیے ہم نے ان سے قتال کیا۔

حکیم بن جابر کہتے ہیں کہ لوگوں نے اہل نہروان سے جنگ کے موقع پر پوچھا کہ کیا یہ لوگ مشرک ہیں؟ فرمایا: وہ تو شرک ہی سے بھاگے ہیں، کہا گیا: کیا وہ منافق ہیں؟ کہا کہ منافقین تو اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں، پوچھا گیا: پھر وہ کون ہیں؟ کہا: وہ باغی ہیں، انہوں نے ہم سے جنگ کی تو ہم نے بھی ان سے جنگ کی اور جب انہوں نے ہم سے قتال کیا تو ہم نے بھی ان سے قتال کیا۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ جمل یا جنگ صفین کے موقع پر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اہل شام کے تعلق سے سخت کلامی کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: ایسا کہ کہو، انہوں نے سمجھا کہ ہم نے ان پر ظلم کیا ہے اور ہم نے سمجھا کہ انہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے، اسی لئے ہم نے ان سے قتال کیا ہے، بعد میں ابو جعفر سے بتلایا گیا کہ آپ نے ان لوگوں سے اسلحہ چھین لیا

توانہوں نے کہا کہ اس سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

مکحول شامی سے مروی ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتول ساتھیوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا کہ وہ سب مومن ہیں۔

عبدالواحد بن ابی عون نے کہا کہ اشتر پر ٹیک لگائے ہوئے صفین کے مقتولین سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو ان مقتولین میں حابس یمانی کو دیکھا تو اشتر نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون، حابس یمانی ان لوگوں کے ساتھ تھے! اللہ کی قسم! میں تو انہیں مومن سمجھتا تھا تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: اب بھی وہ مومن ہی ہیں۔ کہتے ہیں کہ حابس یمانی بہت زیادہ عبادت گزار تھے۔

ابومطر کہتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: خوارج کا بدبخت کب اٹھے گا؟ لوگوں نے پوچھا: ان کا بدبخت کون ہے؟ کہا: جو مجھے قتل کرے گا۔ بعد میں ابن ملجم نے تلوار سے آپ کو قتل کیا، مسلمانوں نے اسے قتل کرنا چاہا تو آپ نے روک دیا اور کہا اسے ابھی مت قتل کرو۔ اگر میں صحت مند ہوگیا تو پھر زخموں پر قصاص ہوگا، اور میں مرگیا تو پھر اسے قصاص میں قتل کردینا، ابن ملجم نے کہا: آپ ضرور مروگے۔ پوچھا: تمہیں کیسے پتہ؟ کہا: میری تلوار زہر آلود تھی۔

ریاح بن حارث نے کہا کہ وادی ظبی میں تھا، میرے گھٹنے عمار بن یاسر کے گھٹنے سے لگ رہے تھے، ایک آدمی نے آ کر کہا کہ اہل شام کافر ہوگئے۔ یہ سن کر عمار نے کہا: ایسا کہو، ہمارا قبلہ ایک ہے، ہمارے نبی ایک ہیں، بس وہ لوگ فتنے میں پڑ چکے ہیں، اسلئے ہم پر ان سے قتال کرنا واجب ہے تاکہ وہ حق کی طرف واپس آجائیں۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہیں کافر نہیں فاسق اور ظالم

کہہ سکتے ہیں۔

ثابت بن ابی ہذیل نے کہا کہ میں نے ابوجعفر سے اصحاب جمل کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے کہا: وہ مومن ہیں کافر نہیں ہیں۔



*پانچواں: آپ کا دینی فقہ اور روایت حدیث:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار اہل علم صحابہ میں ہوتا ہے، ترجمان القرآن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو فقیہ امت کہا ہے۔

امام خلال نے نقل کیا ہے کہ فضیل نے کہا کہ میرے نزدیک میرا سب سے مضبوط عمل ابوبکر ابو عبیدہ بن الجراح اور دیگر تمام صحابہ کرام سے محبت کرنا ہے۔(کتاب السنہ للامام خلال:۴۳۸)۔

امام فضیل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے رحمت کی دعا کرتے اور کہتے تھے: آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل علم صحابہ میں سے تھے۔

اور میں کہتا ہوں کہ فضیل سے مراد امام فضیل بن عیاض ہیں، جو اپنے زمانے میں زہد وتقوی اور عبادت میں مشہور تھے آپ کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے۔

اسی طرح آپ کے علم وفقہ پر آپ سے پوچھے گئے مسائل اور مشہور فتاوے دلالت کرتے ہیں جو اہل علم کی کتابوں میں بھری پڑی ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر عنقریب آئے گا ان شاء اللہ۔ ابن حزم نے فقہ وفتاوی میں آپ کا ذکر صحابہ کے متوسط طبقے میں کیا ہے۔

آپ خود حدیث کے راوی ہیں اور صحابہ بھی آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابونعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ صحابہ اور تابعین نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں، کہتے ہیں: صحابہ میں آپ سے روایت کرنے والے ابن عباس، ابوسعید خدری، ابو درداء، جریر، نعمان، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، وائل بن حجر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور تابعین میں سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص، عروہ بن زبیر، محمد بن الحنفیہ، عیسی بن طلحہ، حمید بن عبدالرحمن، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد اور دیگر افراد شامل ہیں۔(معرفۃ الصحابہ

للاصفهانی: ۵ / ۲۴۹۷)۔

ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۶۳ / حدیثیں روایت کی ہیں، جیسا کہ کتاب (أسماء الصحابة الرواة وما لكل واحد من العدد، ص ۲۷۷) میں مذکور ہے۔

ابن الوزیر الیمانی نے (العواصم والقواصم) کے اندر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی کئی حدیثیں ذکر کی ہیں اور ان پر تفصیلی کلام کیا ہے، اور اس کا خلاصہ اپنی کتاب (الروض الباسم) کے اندر نقل کیا ہے، عنقریب اسکا ذکر آئے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے علم پر وہ فتاوے بھی دلالت کرتے ہیں جو آپ سے منقول ہیں، اور آپ نے دعوت دین اور انکار منکر کے میدان میں جو فریضہ نبھایا ہے، انہیں میں سے کچھ کا ذکر ذیل میں درج ہے:

۱- امام بخاری نے نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: " إِنَّكُمْ لَتُصَلُّونَ صَلَاةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيهَا، وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ ".

ترجمہ: ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی ابو التیاح یزید بن حمید سے، کہا کہ میں نے حمران بن ابان سے سنا، وہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ انھوں نے فرمایا کہ تم لوگ تو ایک ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس سے منع فرمایا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد عصر کے بعد دو رکعتوں سے تھی (جسے آپ کے زمانہ میں بعض لوگ پڑھتے تھے)۔ (صحیح بخاری: ۵۸۷)۔

۲-امام بخاری نے ایک دوسری جگہ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ، " وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعَرٍ كَانَتْ بِيَدِ حَرَسِيٍّ: أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذِهِ، وَيَقُولُ: إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَ هَذِهِ نِسَاؤُهُمْ ".

ترجمہ: ہم سے اسماعیل بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف اور انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے حج کے سال میں سنا وہ مدینہ منورہ میں منبر پر یہ فرما رہے تھے انہوں نے بالوں کی ایک چوٹی جوان کے چوکیدار کے ہاتھ میں تھی لے کر کہا کہاں ہیں تمہارے علماء میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ اس طرح بال بنانے سے منع فرما رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ بنی اسرائیل اس وقت تباہ ہو گئے جب ان کی عورتوں نے اس طرح اپنے بال سنوارنے شروع کر دیئے۔ (صحیح بخاری: ۵۹۳۲)۔

۳-صحیح مسلم اور مسند احمد میں منقول ہے:

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءِ بْنِ أَبِي الْخُوَارِ، أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ

أَرْسَلَهُ إِلَى السَّائِبِ ابْنِ أُخْتِ نَمِرٍ ، يَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَآهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ " نَعَمْ، صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُورَةِ، فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قُمْتُ فِي مَقَامِي فَصَلَّيْتُ "، فَلَمَّا دَخَلَ أَرْسَلَ إِلَيَّ، فَقَالَ: " لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ، إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلَاةٍ حَتَّى تَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِذَلِكَ أَنْ لَا تُوصَلَ صَلَاةٌ بِصَلَاةٍ حَتَّى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ ".

ترجمہ: عمر بن عطاء نے کہا کہ نافع بن جبیر نے ان کو سائب کی طرف بھیجا اور کچھ ایسی چیز کو پوچھا جو انہوں نے دیکھی تھی، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے نماز میں تو سائب نے کہا: ہاں، میں نے ان کے ساتھ جمعہ پڑھا ہے مقصورہ میں۔ پھر جب امام نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور نماز پڑھی۔ پھر جب وہ اندر گئے تو مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ تم نے جو آج کیا ایسا پھر نہ کرنا (یعنی فرض اور سنت کے بیچ میں نہ بات کی، نہ اس جگہ سے ہٹے) اور جب جمعہ پڑھ چکنا تو جب تک کوئی بات نہ کرنا یا نکلنا نہیں تب تک کوئی نماز نہ پڑھنا، اور کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم فرمایا ہے کہ ہم دونوں نمازوں کو ایسا نہ ملائیں کہ ان کے بیچ میں نہ بات کریں اور نہ نکلیں۔ (صحیح مسلم: ۸۸۳، مسند احمد: ۴/۹۶)۔

۴- امام ترمذی نے نقل کیا ہے:

عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ، فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ صَفْوَانَ حِينَ رَأَوْهُ، فَقَالَ: اجْلِسَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ " وَفِي الْبَابِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو

أُسَامَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ.

ترجمہ: ابومجلز کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے، عبداللہ بن زبیر اور ابن صفوان انہیں دیکھ کر (احتراماً) کھڑے ہو گئے۔ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم دونوں بیٹھ جاؤ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے باادب کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے"۔ (سنن ترمذی: ۲۷۵۵)۔

امام احمد نے نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ أَنَّ مُعَاوِيَةَ دَخَلَ بَيْتًا فِيهِ ابْنُ عَامِرٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ اجْلِسْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الْعِبَادُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتًا فِي النَّارِ۔

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابن عامر کے یہاں گئے، ابن عامر تو ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے، لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے نہیں ہوئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ بیٹھ جاؤ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ کے بندے اس کے سامنے کھڑے رہیں اسے جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنا لینا چاہئے۔ (مسند احمد: ۴ / ۹۳)۔

معلوم ہوا کہ ادب و تعظیم کی خاطر کسی کے لیے کھڑا ہونا مکروہ ہے، البتہ کسی معذور شخص کی مدد کے لیے اٹھ کھڑا ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے، نیز اگر کسی آنے والے کے لیے بیٹھے ہوئے لوگوں

میں سے کوئی آگے بڑھ کر اس کو لے کر مجلس میں آئے اور بیٹھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ کے لیے کرتی تھی۔

۵- امام ابو داود رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ. ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " نَهَى عَنِ الشِّغَارِ ". زَادَ مُسَدَّد فِي حَدِيثِهِ: قُلْتُ لِنَافِعٍ: مَا الشِّغَارُ؟ قَالَ: يَنْكِحُ ابْنَةَ الرَّجُلِ وَيُنْكِحُهُ ابْنَتَهُ بِغَيْرِ صَدَاقٍ، وَيَنْكِحُ أُخْتَ الرَّجُلِ وَيُنْكِحُهُ أُخْتَهُ بِغَيْرِ صَدَاقٍ.

ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع کیا ہے۔ اور نکاح شغار کہتے ہیں کہ آدمی اپنی بیٹی کی شادی کسی سے اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بیٹی اس سے کر دے گا اور بیچ میں کوئی مہر نہیں ہوگا، یا کوئی اپنی بہن کی شادی کسی سے اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بہن اس سے کر دے گا اور بیچ میں کوئی مہر نہیں ہوگا۔

آگے امام داود نے کہا:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هُرْمُزَ الْأَعْرَجُ، أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ أَنْكَحَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْحَكَمِ ابْنَتَهُ وَأَنْكَحَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنَتَهُ وَكَانَا جَعَلَا صَدَاقًا، فَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى مَرْوَانَ يَأْمُرُهُ بِالتَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا، وَقَالَ فِي كِتَابِهِ: " هَذَا الشِّغَارُ الَّذِي نَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ ".

ترجمہ: ابن اسحاق سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن ہرمزاعرج نے مجھ سے بیان کیا کہ عباس بن عبداللہ بن عباس نے اپنی بیٹی کا نکاح عبدالرحمٰن بن حکم سے کر دیا اور عبدالرحمٰن نے اپنی بیٹی کا نکاح عباس سے کر دیا اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے اپنی بیٹی کے شادی کرنے کو اپنی بیوی کا مہر قرار دیا تو معاویہ نے مروان کو ان کے درمیان جدائی کا حکم لکھ کر بھیجا اور اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ یہی وہ نکاح شغار ہے جس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابی داود: ۲۰۷۴)۔

وضاحت: نکاح شغار ایک قسم کا نکاح تھا، جو جاہلیت میں رائج تھا، جس میں آدمی اپنی بیٹی یا بہن کی اس شرط پر دوسرے سے شادی کر دیتا کہ وہ بھی اپنی بیٹی یا بہن کی اس سے شادی کر دے، گویا اس کو مہر سمجھتے تھے، اسلام نے اس طرح کے نکاح سے منع کر دیا، ہاں اگر شرط نہ ہو، اور الگ الگ مہر ہو تو جائز ہے۔

۶- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المسند کے اندر نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا حَرِيزٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ الْجُرَشِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُصُّ لِسَانَهُ أَوْ قَالَ شَفَتَهُ يَعْنِي الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَنْ يُعَذَّبَ لِسَانٌ أَوْ شَفَتَانِ مَصَّهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی زبان یا ہونٹ چوستے ہوئے دیکا ہے اور اس زبان یا ہونٹ کو عذاب نہیں دیا جائے گا جسے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے چوسا ہو۔ (مسند احمد: ۴ / ۹۳)۔

۷- آگے مزید امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المسند کے اندر نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي الْأَزْهَرِ عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ ذَكَرَ لَهُمْ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِغَرْفَةٍ مِنْ مَاءٍ حَتَّى يَقْطُرَ الْمَاءُ مِنْ رَأْسِهِ أَوْ كَادَ يَقْطُرُ وَأَنَّهُ أَرَاهُمْ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ مَسَحَ رَأْسِهِ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى مُقَدَّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ مَرَّ بِهِمَا حَتَّى بَلَغَ الْقَفَا ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى بَلَغَ الْمَكَانَ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ۔

ترجمہ: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کر کے دکھایا، سر کا مسح کرتے ہوئے انہوں نے پانی کا ایک چلو لے کر مسح کیا یہاں تک کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکنے لگے، انہوں نے اپنی ہتھیلیاں سر کے اگلے حصے میں رکھیں اور مسح کرتے ہوئے ان کو گدی تک کھینچ لائے، پھر واپس اسی جگہ پر لے گئے جہاں سے مسح کا آغاز کیا تھا۔ (مسند احمد: ۴ / ۹۴)۔



*بعض اہل بیت کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرنے کا ذکر:

اہل بیت کا آپ سے حدیثیں روایت کرنا آپ کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے اور یہ کہ آپ اہل بیت کے نزدیک سچے تھے، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ سے کئی حدیثوں کو روایت کیا ہے۔

امام احمد اور امام بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، قَالَ: "قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ".

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال قینچی سے کاٹے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۷۳۰، مسند احمد: ۴ / ۹۷)۔

اسی طرح محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے جو ابن الحنفیہ سے معروف ہیں۔ انہیں میں سے مسند احمد کی یہ روایت بھی ہے:

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْعُمْرَى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا۔

ترجمہ: محمد بن علی ابن الحنفیہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اس شخص کے حق میں "عمری" جائز ہوتا ہے جس کے لئے وہ کیا گیا ہو۔ (مسند احمد: ۴ / ۹۷)۔

*آپ کا جہاد فی سبیل اللہ:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض معرکوں میں شرکت کی اور جہاد کیا ہے۔

چنانچہ ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین اور طائف میں شریک تھے۔(الطبقات:۷/۴۰۶)۔

اسکے علاوہ خلافت فاروقی اور خلافت عثمانی میں آپ نے جہاد فی سبیل اللہ میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

۱- آپ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سمندری غزوہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دے دی چنانچہ آپ نے قبرص کی طرف غزوہ کیا اور قبرص کے سمندری علاقے کو فتح کرلیا۔

اسی غزوہ کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو سب سے پہلے سمندری غزوہ کرے گا وہ مغفورلہ ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَلِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ، قَالَ عُمَيْرٌ: فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا"، قَالَتْ: أُمُّ حَرَامٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ، قَالَ: "أَنْتِ فِيهِمْ" ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ"، فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: "لَا".

ترجمہ: خالد بن معدان نے اور ان سے عمیر بن اسود عنسی نے بیان کیا کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کا قیام ساحل حمص پر اپنے ہی ایک مکان میں تھا اور آپ کے ساتھ (آپ کی بیوی) ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر نے بیان کیا کہ ہم سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے جہاد کے لیے جائے گا، اس نے (اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت) واجب کر لی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے کہا تھا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، تم بھی ان کے ساتھ ہو گی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر (رومیوں کے بادشاہ) کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا ان کی مغفرت ہو گی۔ میں نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ (صحیح بخاری: ۲۹۲۴)۔

امام بخاری نے ایک دوسری جگہ نقل کیا ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، قَالَتْ: نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ، يَتَبَسَّمُ، فَقُلْتُ: مَا أَضْحَكَكَ، قَالَ: أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ يَرْكَبُونَ هَذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ، قَالَتْ: فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا، ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ، فَفَعَلَ مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: مِثْلَ قَوْلِهَا فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ، فَلَمَّا انْصَرَفُوا مِنْ

غَزْوِهِمْ قَافِلِينَ فَنَزَلُوا الشَّأْمَ، فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب ہی سو گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، میں عرض کیا کہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو غزوہ کرنے کے لیے اس بہتے دریا پر سوار ہو کر جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر چڑھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ میرے لیے بھی دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی کیا (بیدار ہوتے ہوئے مسکرائے) ام حرام رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی عرض کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہوگی۔

چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کے سب سے پہلے بحری بیڑے میں شریک ہوئیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں غزوہ سے لوٹتے وقت جب شام کے ساحل پر لشکر اترا تو ام حرام رضی اللہ عنہا کے قریب ایک سواری لائی گئی تاکہ اس پر سوار ہو جائیں لیکن جانور نے انہیں گرا دیا اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (صحیح بخاری: ۲۷۹۹)۔

ابن حجر نے کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے خلافت عثمانی میں سمندری غزوہ کیا۔ (فتح الباری: ۶/ ۹۰)۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس لشکر کے امیر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

۲-آپ ہی کے دور میں ۴۹ ھ کے اندر قسطنطنیہ کا پہلی بار محاصرہ کیا گیا۔اس لشکر میں جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا ابن عباس، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ موجود تھے۔(تاریخ الامم والملوک لابن جریر: ۳/ ۲۰۶)۔

۳- ۵۴ ھ کے اندر عبداللہ بن قیس حارثی تجیبی کی قیادت میں دوسری بار قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا گیا، آپ کے ساتھ فضالہ بن عبید تھے، اس وقت مسلمانوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ چھ یا سات سال تک جاری رکھا۔(تاریخ الامم والملوک لابن جریر: ۳/ ۲۲۱)۔

۴-اور جہاں تک شمالی افریقہ میں فتوحات سے متعلق ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے والی مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شمالی افریقہ کی طرف غزوہ کرنے کا حکم دیا،اور وہیں سے رومیوں سے ٹکرانے کا بھی حکم دیا، چنانچہ مصر سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عقبہ بن نافع فہری کو امیر لشکر بنا کر بھیجا جنہوں نے اس علاقے میں بہت سارے شہروں کو فتح کرلیا جن میں لومیہ، مراقبہ اور زناتہ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ ہی کے دور خلافت میں شمالی افریقہ کے اندر فتوحات اسلامی کے مرکزی شہر قیروان کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔

۵-آپ ہی کے دور خلافت میں خراسان اور سجستان کے کئی شہر فتح کئے گئے جیسے بست، خشک اور کابل وغیرہ۔

اس سمت غزوہ کا آغاز ۴۲ - ۴۳ ھ میں ہوا، جس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گورنر عبداللہ بن عامر بن کریز نے عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب کو ان علاقوں میں امیر لشکر بنایا تھا۔

اس وقت ان علاقوں کا مرکز مرو تھا اور وہاں کے گورنر الحکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔

*ساتواں: انکار منکر کا فریضہ:

آپ رضی اللہ عنہ کتاب وسنت کی اتباع کے حریص تھے اور جو اس کے خلاف ہوا سکے آپ سخت مخالف تھے، اس ضمن میں جو روایتیں آپ سے مروی ہیں ان سے آپ کے موقف کی ترجمانی ہو جاتی ہے، اور اس تعلق سے کچھ روایتیں آپ کے فقہ دین اور روایت حدیث کے ضمن میں گزر چکی ہیں۔

*آٹھواں: صدق وتحقیق:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سچ بولنے میں معروف تھے، آپ کبھی بھی کلام نقل کرنے میں متہم نہیں پائے گئے، اور یہ چیز آپ کے تعلق سے معروف ہے۔

امام خلال نے نقل کیا ہے کہ امام احمد سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو سیدنا معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما پر طعن وتشنیع کرتا تھا کہ کیا یہ رافضی ہے؟ تو آپ نے کہا کہ ان دونوں حضرات پر جسارت وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں خباثت اور بدنیتی ہو۔ (کتاب السنہ للامام خلال: ۴۴۷)۔

حافظ مزی نے نقل کیا ہے کہ ابوعلی حسن بن ہلال کہتے ہیں کہ ابوعبدالرحمن نسائی سے صحابی رسول معاویہ رضی اللہ عنہ کے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے کہا: اسلام ایک گھر کی مانند ہے، جسکا دروازہ صحابہ ہیں، جس نے صحابہ کو تکلیف پہونچائی اس نے اسلام کو نقصان پہونچایا، جیسے کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا کر گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ پھر آگے فرمایا کہ جس نے معاویہ کو کچھ کہا اس نے صحابہ پر طعن وتشنیع کیا۔ (تہذیب الکمال: ۱/ ۴۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی میں کہا کہ یہ معلوم ہے کہ معاویہ اور

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما وغیرہ جن کے درمیان اختلافات اور فتنے برپا ہوئے، انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے میں اس مسئلے کو لیکر کسی نے متہم نہیں کیا، بلکہ تمام علمائے صحابہ اور تابعین متفق ہیں کہ یہ سب حدیثوں کے روایت کرنے میں صادق اور مامون ہیں، جو صادق اور مامون نہیں وہ منافق اور جھوٹا ہوتا ہے۔ انتہی کلامہ۔

* سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں بڑا احتیاط اور تحقیق کرتے تھے، جسکی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱-مسند احمد اور صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ الْيَحْصَبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يُحَدِّثُ وَهُوَ يَقُولُ إِيَّاكُمْ وَأَحَادِيثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا حَدِيثًا كَانَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ وَإِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ أَخَافَ النَّاسَ فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يُرِدْ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ۔

ترجمہ: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کثرت کے ساتھ احادیث بیان کرنے سے بچو سوائے ان احادیث کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں زبان زد عام تھیں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ کے معاملات میں ڈراتے تھے، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطاء فرما دیتا ہے۔ (مسند احمد: ۴/ ۹۹، صحیح مسلم: ۱۰۳۷)۔

۲- صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يُحَدِّثُ رَهْطًا مِنْ قُرَيْشٍ بِالْمَدِينَةِ وَذَكَرَ كَعْبَ الْأَحْبَارِ، فَقَالَ: إِنْ كَانَ مِنْ أَصْدَقِ هَؤُلَاءِ الْمُحَدِّثِينَ الَّذِينَ يُحَدِّثُونَ عَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَإِنْ كُنَّا مَعَ ذَلِكَ لَنَبْلُو عَلَيْهِ الْكَذِبَ.

ترجمہ: زہری سے مروی ہے کہ انہیں حمید بن عبد الرحمٰن نے خبر دی، انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ مدینے میں قریش کی ایک جماعت سے حدیث بیان کر رہے تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار کا ذکر کیا اور فرمایا جتنے لوگ اہل کتاب سے احادیث نقل کرتے ہیں ان سب میں کعب احبار بہت سچے تھے اور باوجود اس کے کبھی کبھی ان کی بات جھوٹ نکلتی تھی، یہ مطلب نہیں ہے کہ کعب احبار جھوٹ بولتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۷۳۶۱)۔

عثمان بن سعید دارمی نے کہا کہ مخالفیؒ یہ بھی دعوی کیا کہ اس نے ابوالصلت کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا ایک گھر تھا جسے بیت الحکمہ کہتے تھے، جسے کوئی حدیث ملتی وہ اسی گھر میں ڈال دیتا پھر بعد میں اسے روایت کرتا۔

اس واقعے کی اطلاع ہمیں نہیں ہے، نہیں معلوم ابوالصلت نے کس سے روایت کیا، کیونکہ وہ ثقہ سے روایت نہیں لاتے، معاویہ رضی اللہ عنہ قلت روایت میں معروف ہیں اگر چاہتے تو زیادہ روایت کر سکتے تھے مگر وہ اس سے بچتے تھے بلکہ لوگوں کو کثرت روایت سے منع کرتے تھے، اور لوگوں سے کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے سے بچو سوائے ان روایتوں کے جنہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیان کیا جاتا تھا، کیونکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ کا خوف

دلاتے تھے۔(الرد علی المریسی: ۳۶۴)۔

اس طرح کا اعتراض مخالفین کرتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے حدیث جمع کرتے تھے اور بلاتحقیق روایت کر دیتے تھے، اگر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تو بہت ساری حدیثیں روایت کر دیتے، یا اگر اسے جائز سمجھتے تو اپنی طرف سے بنا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتے، اور لوگ اسے قبول کر لیتے کیوں کہ آپ صحابی تھے،لیکن جب کسی عام آدمی کی بات نقل کرتے ہوئے تحقیق کر لیتے تھے تو پھر حدیث کو نقل کرنے میں کس قدر تحقیق کرتے رہے ہوں گے۔

جب کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے، پھر بھی حدیثوں کو کم روایت کرتے تھے۔انتہی

اسی کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن الوزیر نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویات کو نقل کیا اور یہ واضح کیا کہ آپ انہیں روایت کرنے میں منفرد نہیں ہیں، چنانچہ آپ کہتے ہیں: ان قواعد کے بعد میں یہ واضح کرتا چلوں کہ کتب ستہ کے اندر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو بھی حدیثیں روایت کی ہیں انکی سچائی اور ثقاہت تین چیزوں سے معلوم کر سکتے ہیں: ان روایتوں کے بیان کرنے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ منفرد نہیں ہیں، آپ بہت ہی کم روایت کرتے ہیں اور آپ منکر وغریب حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ (العواصم والقواصم: ۳/ ۱۶۳)۔

پھر آگے کہتے ہیں کہ میری معرفت کے مطابق کتب ستہ اور مسند احمد کے اندر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کل ساٹھ روایتیں ہیں جن میں چار روایتیں متفق علیہ ہیں، آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لمبی مدت تک رہے مگر کوئی ایسی حدیث بیان نہیں کی جس سے کوئی شک ہو، اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث بیان کی جسے دوسرے صحابہ نے بیان نہ کیا ہو جس سے واضح ہوتا ہے کہ معاملہ بالکل حق ہے۔

آگے اپنی کتاب (الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم: ۲ / ۵۲۳) کے اندر کہتے ہیں:
تیسرا گروہ: معاویہ، مغیرہ، عمرو بن العاص، اور دوسرے وہ لوگ جن کا ذکر اوہام میں ہو چکا ہے، کیونکہ بہت سے شیعہ ان تینوں صحابہ کے حدیثوں کی تاویل کرتے ہیں اور ان کی حدیثوں پر طعن کرتے ہیں جب کہ وہ حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر وارد ہوئی ہیں۔

اور جہاں تک اہل حدیثوں کا تعلق ہے تو یہ تاویل، اجتہاد اور صدق وامانت والے ہیں، یہ اسی چیز کی تاویل کرتے ہیں جس کا احتمال ہو، اور علم باطن سب سے محجوب ہے، اور فریقین کے مابین جو اختلاف ہے اسے بیان کرنے کیلئے یہ مختصر رسالہ کافی نہیں ہے، یہاں مقصد صحیح حدیثوں کی تصحیح کرنا اور ان کا دفاع کرنا ہے، فریقین کے اختلاف کو بیان کرنا نہیں۔ اس کتاب کے اندر میری کوشش رہی ہے کہ صحیح حدیثوں کی انہیں طریقوں سے تصحیح کی جائے جن کی صحت پر دونوں فریق متفق ہوں یا انہیں متفقہ قواعد پر جن سے انکی صحت لازم آتی ہو، جیسا کہ ہر وہ شخص جان لے گا جو اس کتاب پر غور کرے گا، اور یہاں میں صرف ایک ہی متفقہ طریقہ پاتا ہوں اور وہ قاعدہ یہ ہیکہ وہ حدیث تعیین کے ساتھ شیعوں کے جرح سے محفوظ ہو بالخصوص حلال احرام کی معرفت کے متعلق ہو اور اسکے راویوں پر شیعہ نے جرح نہیں کیا ہو۔

اور جہاں تک ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ جن سے یک نہیں ثابت ہے کہ انہوں نے سیدنا علی کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تھا، اور یہ کہ ان پر نہ ہی سب وشتم کیا تھا، تو اسکا جواب گزر چکا ہے۔

مگر جہاں تک مذکورہ تینوں صحابہ کا تعلق ہے تو میں انہیں تینوں کے بارے میں بیان کروں گا جس سے انکی صحت پر دلالت کرے گا اور اس بارے میں جو احکام سے متعلق احادیث ہیں انہیں

اختصار سے بیان کروں گا ان شاء اللہ، سو میں کہتا ہوں:

کتب ستہ کے اندر احکامات سے متعلق سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے تیس حدیثیں مروی ہیں:

* پہلی حدیث:

عورتوں کے اپنے بال میں نئے بال جوڑنے کی حرمت والی حدیث، جسے آپ سے بخاری اور مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے، اور اسکی صحت کی گواہی اسماء، عائشہ اور جابر رضی اللہ عنہم نے دی ہے۔

چنانچہ اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث کو بخاری، مسلم اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو بخاری مسلم اور نسائی نے نقل کیا ہے۔

جبکہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مسلم نے نقل کیا ہے۔

* دوسری حدیث:

طائفہ منصورہ والی روایت جسے آپ سے بخاری اور مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

مسلم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مسلم، ابو داود اور ترمذی نے ثوبان سے روایت کیا ہے۔

ترمذی نے معاویہ بن قرہ سے روایت کیا ہے۔

ابو داود نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔

* تیسری حدیث:

عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کی ممانعت والی حدیث، جسے آپ سے بخاری نے روایت کیا ہے۔

بخاری، مسلم، ابو داود اور نسائی نے ام المومنین ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔

مسلم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو ایسا کرتا تھا آپ اسے مارتے تھے، اور کسی نے آپ کے اس عمل پر نکیر نہیں کیا چنانچہ یہ اجماعی مسئلہ بن گیا۔

* چوتھی حدیث:

مانگنے میں اصرار کرنے کی ممانعت والی حدیث۔ جسے آپ سے مسلم نے روایت کیا ہے۔

بخاری، مسلم اور نسائی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔

ابو داود ترمذی اور نسائی نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے۔

نسائی نے عائذ بن عمرو سے روایت کیا ہے۔

بخاری نے زبیر بن عوام سے روایت کیا ہے۔

بخاری، مسلم اور مالک نیز ترمذی اور نسائی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

ابو داود اور نسائی نے ثوبان سے روایت کیا ہے۔

مالک نے عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے۔

بخاری مسلم ترمذی اور نسائی نے حکیم بن حزام سے روایت کیا ہے۔

* پانچویں حدیث:

خلافت کے قریش میں منحصر ہونے والی حدیث، جسے آپ سے بخاری نے روایت کیا ہے۔

بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

مسلم نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔

بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

*چھٹی حدیث:

شارب خمر کے کوڑا مارنے اور چوتھی بار میں قتل کر دینے والی حدیث، جسے آپ سے ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

جہاں تک کوڑا مارنے کا تعلق ہے تو یہ یقینی طور پر معلوم ہے اور اس بارے میں بہت ساری حدیثیں مروی ہیں، لیکن چوتھی بار میں قتل کرنے کے تعلق سے ترمذی اور ابو داود نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح ابو داود نے قبیصہ بن ذویب اور دیگر کئی صحابہ سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام ہادی یحی بن حسین نے کتاب الاحکام کے اندر روایت کیا ہے، لیکن یہ حکم بہت سارے اہل علم کے نزدیک منسوخ ہے۔

*ساتویں حدیث:

ریشم، سونا اور درندوں کے کھال پہننے کی ممانعت والی حدیث، جسے آپ سے ابو داود، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

جہاں تک ریشم اور سونے کی حرمت کا تعلق ہے تو یہ بہت مشہور ہے، لیکن جہاں تک درندوں کے کھال کا تعلق ہے تو اس پر ابوالملیح سے شاہد موجود ہے جسے ترمذی ابو داود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

*آٹھویں حدیث:

امت کے تہتر فرقوں میں بٹنے والی حدیث، جسے آپ سے ابو داود نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح ترمذی نے ابن عمرو سے روایت کیا ہے۔

ترمذی اور ابو داود نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

*نویں حدیث:

رکوع اور سجود میں امام سے آگے بڑھنے کی ممانعت والی حدیث، جسے آپ سے ابو داود اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

بخاری، مسلم، ابو داود، ترمذی اور نسائی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

مسلم اور نسائی نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔

* دسویں حدیث:

شغار سے ممانعت والی حدیث، جسے آپ سے ابو داود نے روایت کیا ہے۔

بخاری اور مسلم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

اور یہ بہت سارے صحابہ سے معروف ہے، بلکہ یہ متفق علیہ حکم ہے۔

* گیارہویں حدیث:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کیا، اس حدیث کو آپ سے ابو داود نے روایت کیا ہے، اسے شاہد کی ضرورت نہیں ہے سوائے پیشانی اور چہرے پر پانی بہانے کے۔

ابو داود نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

* بارہویں حدیث:

نوحہ کرنے کی ممانعت والی حدیث، جسے آپ سے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

یہ روایت بھی بہت مشہور ہے جسے شاہد کی ضرورت نہیں ہے۔

* تیرہویں حدیث:

قیام سے راضی ہونے کی ممانعت والی حدیث، جسے آپ سے ترمذی اور ابو داود نے روایت کیا ہے۔

اسکے شواہد بھی ہیں جنہیں ترمذی نے انس سے اور ابو داود نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے۔

* چودہویں حدیث:

مدح وستائش کرنے کی ممانعت والی حدیث، جسے آپ سے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

بخاری مسلم اور ابو داود نے ابو بکرہ سے روایت کیا ہے۔

بخاری اور مسلم نے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مسلم ترمذی اور ابو داود نے عبداللہ بن سخبرہ عن المقداد بن اسود سے روایت کیا ہے۔

ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

* پندرھویں حدیث:

ہر نشہ آور شئ کی حرمت والی حدیث، جسے آپ سے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

ترمذی، ابو داود اور نسائی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

مسلم نسائی نے جابر سے روایت کیا ہے۔

ابو داود نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

*سولہویں حدیث:

نماز میں بھول جانے والے کے حکم والی حدیث، جسے آپ سے نسائی نے روایت کیا ہے۔

اس کی شاہد ابو داود کے اندر موجود ہے جسے ثوبان سے روایت کیا ہے۔

*سترہویں حدیث:

حج اور عمرہ کے درمیان قران سے ممانعت والی حدیث، جسے آپ سے ابو داود نے روایت کیا ہے۔

مالک نے موطا میں ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

مسلم نے عمر اور عثمان سے موقوفا روایت کیا ہے۔

*اٹھارہویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرہ کے اندر آپ کے بال کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کاٹا تھا، اس حدیث کو آپ سے بخاری مسلم ابو داود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

مسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مالک، نسائی اور ترمذی نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے۔

نسائی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

ترمذی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

بخاری اور مسلم نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔

ترمذی اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث کو بیان کیا تو ابن عباس نے کہا کہ یہ معاویہ پر حجت ہے کیونکہ آپ متعہ (یعنی حج تمتع) سے منع کرتے تھے۔

*انیسویں حدیث:

آپ نے اپنی بہن ام المومنین ام حبیبہ سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی

کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے جس میں جماع کرتے تھے جب تک اس میں کوئی ناپسندید چیز نہیں دیکھتے ۔اسے ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

اس معنی کی بہت ساری حدیثیں شاہد ہیں، جن میں سے ایک ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتوں میں نماز پڑھ لیتے تھے جب تک ان میں کچھ ناپسندیدہ چیز نہیں دیکھتے تھے۔ اسے بخاری اور مسلم نے سعید بن زید سے اور ابوداود نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح سے یہ حدیث بھی شاہد ہے کہ کوئی نماز سے نہ نکلے جب تک کہ وہ کوئی بو نہ پا جائے یا آواز نہ سن لے۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے۔

* بیسویں حدیث:

لہسن اور پیاز کھا کر مسجد جانے کی ممانعت والی حدیث، جسکے بہت سے شاہد ہیں۔

اسے بخاری مسلم اور مالک نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔

بخاری اور مسلم نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔

مسلم اور موطا نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

ابوداود نے حذیفہ سے روایت کیا ہے۔

بخاری مسلم اور ابوداود نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

نسائی نے عمر بن خطاب سے روایت کیا ہے۔

مسلم اور ابوداود نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔

* اکیسویں حدیث:

صوم عاشوراوالی حدیث، جسے آپ سے بخاری مسلم اور مالک ونسائی نے روایت کیا ہے۔

بخاری اور مسلم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے جو اس کے معنی کی صحت کیلئے شاہد ہے۔

* بائیسویں حدیث:

ہجرت منقطع نہ ہونے والی حدیث، جسے آپ سے ابو داود نے روایت کیا ہے، جو کہ آپ سے صحیح نہیں ہے، خطابی نے کہا کہ اسکی سند میں کلام ہے، البتہ اسکی شاہد موجود ہے جسے نسائی نے عبد اللہ بن سعدی سے روایت کیا ہے۔

* تیئیسویں حدیث:

سونا پہننے کی ممانعت والی حدیث، جسے آپ سے ابو داود نے روایت کیا ہے۔

اسکے بہت سارے شواہد ہیں جنہیں نسائی نے روایت کیا ہے۔

* چوبیسویں حدیث:

مغلوطات سے ممانعت والی حدیث۔ جو کہ صحیح نہیں ہے، اسکی سند میں مجہول راوی ہیں، البتہ ابن اثیر نے جامع الاصول کے اندر اسکی شاہد پیش کی ہے جسے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے، بخاری نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔ جسکے الفاظ یہ ہیں کہ ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔

اس طرح یہ معنوی شاہد ہے۔

* پچیسویں حدیث:

جمعہ اور نفل کے درمیان کلام یا خروج کے ذریعے فصل کرنے والی حدیث، جسے آپ سے مسلم نے روایت کیا ہے۔

بخاری اور مسلم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

ابو داود نے ابو مسعود زرقی سے روایت کیا ہے۔

* (چھبیسویں حدیث اصل کتاب سے ساقط ہے، اسکے لئے اصل نسخے کا مراجعہ کریں)۔

* ستائیسویں حدیث:

ہر گناہ اللہ معاف کرسکتا ہے سوائے شرک اور قتل مومن کے۔ اس حدیث کو آپ سے نسائی نے روایت کیا ہے۔

ابو داود نے ابو الدرداء سے روایت کیا ہے۔

اور اس کی شاہد قرآن میں بھی ہے۔

* اٹھائیسویں حدیث:

سفارش کرو اجر پاؤ گے۔ اس حدیث کو آپ سے ابو داود نے روایت کیا ہے۔

جو کہ مشہور حدیث ہے، بخاری اور مسلم نے ابو موسی اشعری سے روایت کیا ہے۔

قرآن کریم کے اندر اسکی معنوی شاہد موجود ہے۔

* انتیسویں حدیث:

لوگوں کے عیوب تلاش کرنے کی ممانعت والی حدیث، جسے آپ سے ابو داود نے روایت کیا ہے۔

اور اسکے شواہد بھی ہیں جنہیں ترمذی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

ابو داود نے ابو برزہ اسلمی، عقبہ بن عامر اور زید بن وہب سے روایت کیا ہے۔

مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

* تیسویں حدیث:

جسکے ساتھ اللہ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کے اندر سمجھ دیتا ہے۔ اسے آپ سے بخاری نے

روایت کیا ہے۔

اور اسکے دو شواہد ہیں جنہیں ترمذی نے ابن عباس اور ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ عام حدیثیں ہیں جو شرعی احکام میں بالکل صریح ہیں یا جن سے احکام و مسائل مستنبط کر سکتے ہیں، اور یہ سب ایسی حدیثیں ہیں جن میں اہل سنت اور شیعہ سب متفق ہیں، سوائے ایک مسئلے کے جس میں جمہور اہل علم نے اختلاف کیا ہے اور وہ ہے چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنا، کیونکہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے، اسے زیدیہ کے امام نے روایت کیا ہے، اور بعض صحابہ نے اس مسئلے میں موافقت کی ہے جیسا کہ مروی ہے۔

مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو ان روایتوں کے روایت کرنے کی وجہ سے اہل صحاح پر طعن کرتے ہیں!!

انکے علاوہ بھی کچھ حدیثیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جنہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے اختصار کے پیش نظر۔ البتہ ان حدیثوں کی طرف ایک لطیف سا اشارہ کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تا کہ انکا بھی ہلکا علم ہو جائے، اور وہ حدیثیں درج ذیل مسائل میں ہیں:

- موذنین کی فضیلت۔
- موذن کے جواب دینے کی فضیلت۔
- ذکرو اذکار کے حلقوں کی فضیلت۔
- لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے۔
- انصار سے محبت کرنے کی فضیلت۔
- سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت۔

-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات اور اس وقت آپ کی عمر مبارک ٦٣ / سال تھی۔

-اسی طرح یہ حدیث: (اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت)۔

اسے امام مسلم نے بھی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

-اسی طرح یہ حدیث: (الخير عادة والشر لجاجة)۔

-اسی طرح یہ حدیث: (لم يبق في الدنيا الا بلاء وفتنة)۔

-اسی طرح یہ حدیث: (إنما الأعمال كالوعاء إذا طاب أسفله طاب أعلاه).

-اسی طرح اس آیت کی شان نزول: (والذين يكنزون الذهب والفضة) (التوبہ: ٣٤)۔

* اسی طرح دو موقوف آثار بھی آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں:

١-کعب احبار کے بارے میں۔

٢-کعبہ کے تمام رکنوں کے بوسہ دینے کے بارے میں۔

حدیث کی تمام کتابوں میں آپ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ تمام احادیث ہیں، شاید کہ مجھ سے کوئی روایت چھوٹی ہو، آپ سے مروی کوئی روایت منکر نہیں ہے، گرچہ کچھ روایتیں صحیح نہیں ہیں یا ان کی صحت میں اختلاف ہے، اور احکام وفضائل کی وہ روایتیں جنکی صحت پر سب کا اتفاق ہے کل ١٣ / ہیں جن میں چار روایتیں متفق علیہ ہیں، مزید چار روایتیں روایت کرنے میں بخاری منفرد ہیں اور پانچ روایتیں روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں، اور یہ آپ کی صداقت پر دلالت کرتا ہے جس پر اس وقت کے تمام اہل علم متفق ہیں، اور جھوٹوں کو اللہ رسوا کرے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت، صداقت اور عدالت کیلئے یہی کافی ہے کہ آپ سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مذمت میں یا

آپ کے خلاف لڑائی کے جواز میں کوئی ایک بھی روایت نہیں ہے۔

اسی طرح سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بھی کوئی ایک بھی روایت آپ سے مروی نہیں ہے۔

اسی طرح سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کی مذمت میں بھی آپ سے کوئی ایک بھی روایت ثابت نہیں ہے۔

اسی طرح آپ سے کوئی ایسی روایت بھی مروی نہیں ہے جو اسلام کے اصولوں کے خلاف ہوں۔

اسی لئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت سارے صحابہ اور تابعین نے روایت کیا ہے جیسے عبد اللہ بن عباس، ابو سعید خدری، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیب، ابو صالح سمان، ابو ادریس خولانی، ابو سلمہ بن عبد الرحمن، عروہ بن زبیر، سالم بن عبد اللہ اور محمد بن سیرین وغیرہ۔

اسی طرح آپ کے واسطے سے اس طرح کے بہت سارے لوگوں نے روایت کیا ہے۔

یہ سب میں نے اسلئے ذکر کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ محدثین اسی حدیث کو قبول کرتے ہیں جسکی سند ثقہ راویوں سے متصل ہو، اور اگر آپ کی روایتیں صحیح متصل نہ ہوتیں تو محدثین انہیں اپنی کتابوں میں کبھی بھی جگہ نہیں دیتے۔ واللہ اعلم۔

معتزلہ شیعہ نے اپنے اصول کی بنیاد پر مرسل ثقہ کو بھی قبول کیا ہے، کیونکہ یہ انکے نزدیک مطلق طور پر مقبول ہے، اس بنیاد پر انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کو قبول کیا ہے گرچہ انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو۔

فصل

بعض حکایات واخبار کے بارے میں:

یہاں پر ہم چند حکایات اور اخبار کا ذکر کریں گے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے مروی ہیں اور انہیں میں نے اسلئے ذکر کیا ہے کیونکہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر آتا ہے تو لوگ اکثر انہیں واقعات اور فتنوں کو نقل کرتے ہیں جو آپ کے دور میں پیش آئے تھے، جب کہ آپ کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

۱- امام ترمذی نے نقل کیا ہے:

عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ الْوَرْدِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ,أَنِ ا كْتُبِي إِلَيَّ كِتَابًا تُوصِينِي فِيهِ وَلَا تُكْثِرِي عَلَيَّ، فَكَتَبَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِلَى مُعَاوِيَةَ سَلَامٌ عَلَيْكَ، أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ اللَّهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللَّهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَاءِ النَّاسِ بِسَخَطِ اللَّهِ وَكَلَهُ اللَّهُ إِلَى النَّاسِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ " ,

ترجمہ: عبدالوہاب بن ورد سے روایت ہے کہ ان سے مدینہ کے ایک شخص نے بیان کیا: معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک خط لکھا کہ مجھے ایک خط لکھیئے اور اس میں کچھ وصیت کیجئے۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا: دعا وسلام کے بعد معلوم ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو لوگوں کی ناراضگی میں

اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو تو لوگوں سے پہنچنے والی تکلیف کے سلسلے میں اللہ اس کے لیے کافی ہو گا اور جو اللہ کی ناراضگی میں لوگوں کی رضا کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کو اسے تکلیف دینے کے لیے مقرر کر دے گا"، (والسلام علیک تم پر اللہ کی سلامتی نازل ہو)۔ (سنن ترمذی: ۲۴۱۴)۔

(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رضامندی ہر چیز پر مقدم ہے، اس لیے اگر کوئی ایسا امر پیش ہو جسے انجام دینے سے اللہ کی رضامندی حاصل ہو گی لیکن لوگوں کے غیض وغضب کا سامنا کرنا پڑے گا تو لوگوں کو نظر انداز کر کے اللہ کی رضامندی کا طالب بنے، کیونکہ ایسی صورت میں اسے اللہ کی نصرت وتائید حاصل رہے گی، اور اگر بندوں کے غیض وغضب سے خائف ہو کر اللہ کی رضا کو بھول بیٹھا تو ایسا شخص رب العالمین کی نصرت وتائید سے محروم رہے گا، ساتھ ہی اسے انہی بندوں کے ذریعہ ایسی ایذا اور تکلیف پہنچائے گا جو اس کے لیے باعث ندامت ہو گی۔ مترجم)۔

۲۔ مصنف عبد الرزاق کے اندر یہ روایت منقول ہے:

حمید بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ وہ ایک وفد کی صورت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے میری ضرورت پوری کر دی، پھر مجھے علیحدگی میں بلا کر کہنے لگے: مسور! تم ائمہ پر لعن طعن کیا کرتے تھے اب اس کا کیا بنا؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارے بارے میں درگزر سے کام لیں اور ہم سے جو کچھ ہوا اسے جانے دیں۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم تمہیں میرے عیوب ونقائص کے بارے میں بتانا ہو گا۔ مسور کہتے ہیں ان کے اصرار پر میں نے وہ تمام عیوب ان کے سامنے گنوا دیئے جو میں ان پر لگایا کرتا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گناہ سے تو کوئی بھی بری نہیں ہے مگر کیا تم میرے وہ اصلاحی اقدامات بھی گنوا سکتے ہو جو میں نے عوام الناس کے لیے سر انجام دیئے اس لیے کہ نیکی کا اجر دس گنا

ملتا ہے؟ یا تو میرے گناہ ہی گنتا رہے گا اور نیکیوں کو طاق نسیان پر رکھ دے گا؟ مسور کہنے لگے: ہم صرف انہی گناہوں کا ذکر کرتے ہیں جنہیں تم بھی دیکھ رہے ہو۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اللہ کے سامنے اپنے ہر گناہ کا اعتراف کرتے ہیں مگر کیا تم نے بھی کوئی ایسا گناہ کیا ہے کہ اگر اللہ نے تمہیں وہ گناہ معاف نہ کیا تو وہ تمہیں ہلاک کر ڈالے گا؟

مسور نے اس کا جواب اثبات میں دیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں کون سی چیز نے اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ تم مجھ سے زیادہ مغفرت کی امید کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! تم مجھ سے زیادہ اصلاحی امور سرانجام نہیں دیتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے ہمیشہ اللہ کو اس کے علاوہ ہر چیز پر پسند کیا اور میں اس دین کا پیروکار ہوں جس میں اللہ تعالیٰ عمل کو پسند کرتا ہے، حسنات کا بدلہ دیتا ہے اور گناہوں کی سزا دیتا ہے مگر جسے چاہے اسے معاف بھی فرما دیا کرتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ہر نیکی کا بدلہ کئی گنا دے گا، بحمد اللہ میں اللہ کے لیے ایسے بڑے بڑے امور سرانجام دیتا ہوں جنہیں نہ تو تم شمار کر سکتے ہو اور نہ ہی وہ میرے شمار میں ہیں۔ مثلاً اقامت صلاۃ کا اہتمام کرنا، فی سبیل اللہ جہاد کرنا، بما انزل اللہ کے مطابق فیصلے کرنا اور علاوہ ازیں متعدد امور۔ مسور نے کہا: مجھے معلوم ہو گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جن باتوں کا ذکر کیا ہے میرے پاس ان کا کوئی جواب نہیں ہے۔ حمید بن عبد الرحمن فرماتے ہیں: اس کے بعد مسور نے جب بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو یاد کیا ان کے لیے بخشش کی دعا کی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۷۱۷)۔

(اس خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو مطمئن کرنے اور مخالفین کے غصے کو فرو کرنے کے فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسور بن مخرمہ کو اپنی سیاسی حکمت عملی کو قبول کرنے پر نہ صرف یہ کہہ کر آمادہ کر لیا بلکہ وہ اس سے مطمئن بھی ہو گئے اور اگر پہلے وہ

ان پر جارحانہ انداز میں تنقید کیا کرتے تھے تو اب نہ صرف یہ کہ ان کی مدح وستائش کرنے لگ گئے بلکہ ان کے لیے دعائیں بھی کرنے لگ گئے ۔اس خبر میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے جس تربیتی پہلو کی طرف توجہ دلائی وہ یہ ہے کہ بندہ مسلم کے لیے عادلانہ رویہ یہی ہے کہ جہاں وہ حکمرانوں کی برائیوں اور خطاؤں پر نظر رکھتا ہے وہاں ان کی نیکیوں اور اچھائیوں کو بھی پیش نظر رکھا کرے اور پھر ان دونوں پہلوؤں میں موازنہ کرے، ہوسکتا ہے کہ جن حکمرانوں پر وہ تنقید کے تیر برساتے رہتا ہے انہوں نے اتنے بڑے بڑے نیک اعمال کیے ہوں جن کے مقابلہ میں ان کے گناہ نہ ہونے کے برابر ہوں ۔ مترجم)۔

۳- وائل بن حجر اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جسکو ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے:

حدثنا حجاج، قال: أخبرنا شعبة، عن سماك بن حرب، عن علقمة بن وائل، عن أبيه، " أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقطعه أرضا، قال: فأرسل معي معاوية أن أعطها إياه. أو قال: أعلمها إياه. " قال: فقال لي معاوية: أردفني خلفك، فقلت: لا تكون من أرداف الملوك، قال: فقال: أعطني نعلك، فقلت: انتعل ظل الناقة، قال: فلما استخلف معاوية أتيته، فأقعدني معه على السرير، فذكرني الحديث فقال سماك فقال: " وددت أني كنت حملته بين يدي.

ترجمہ: سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک زمین الاٹ دی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا کہ وہ مجھے یہ زمین دے سکیں یا

اس کی نشاندہی کر سکیں۔سیدنا وائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اپنے پیچھے سوار کرلو،لیکن میں نے کہا: اے معاویہ! آپ بادشاہوں کے پیچھے سوار ہونے والوں (یاان کے نائب بننے والوں میں سے) نہیں ہیں۔انھوں نے کہا: تو پھر مجھے اپنا جوتا دے دو (تاکہ میں زمین کی شدت سے بچ سکوں)، میں نے کہا: اونٹنی کے سائے میں چل لو۔پھر جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے اور میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور مجھے یہ بات یاد کرادی، میں نے کہا: اب تو میں یہ پسند کررہا ہوں کہ کاش آپ کو اپنے سامنے بٹھالیتا۔[مسند احمد بن حنبل برقم: ۲۷۲۳۹،تاریخ دمشق: ۶۲ / ۳۸۴]۔

۴-حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے:

ایک مرتبہ کعب احبار سے امیر معاویہ نے فرمایا تھا کیا تم کہتے ہو کہ ذوالقرنین نے اپنے گھوڑے ثریا سے باندھے تھے۔انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو سنئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے اسے ہر چیز کا سامان دیا تھا۔حقیقت میں اس بات میں حق حضرت معاویہ کے ساتھ ہے اس لئے بھی کہ کعبؒ کو جو کچھ کہیں لکھا ملتا تھا روایت کر دیا کرتے تھے گو وہ جھوٹ ہی ہو۔اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ کعب کا کذب تو بارہا سامنے آچکا ہے یعنی خود تو جھوٹ نہیں گھڑتے تھے لیکن جو روایت ملتی گو بے سند ہو بیان کرنے سے نہ چوکتے۔اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی روایات جھوٹ، خرافات، تحریف، تبدیلی سے محفوظ نہ تھیں۔بات یہ ہے کہ ہمیں ان اسرائیلی روایت کی طرف التفات کرنے کی بھی کیا ضرورت؟ جب کہ ہمارے ہاتھوں میں اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر ﷺ کی سچی اور صحیح احادیث موجود ہیں۔افسوس انہیں بنی اسرائیلی روایات نے بہت سی برائی مسلمانوں میں ڈال دی اور فساد پھیل گیا۔

کعبؒ نے اس بنی اسرائیل کی روایت کے ثبوت میں قرآن کی اس آیت کا آخری حصہ جو پیش کیا ہے یہ بھی کچھ ٹھیک نہیں کیونکہ یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اور ثریا پر پہنچنے کی طاقت نہی دی۔ دیکھئے بلقیس کے حق میں بھی قرآن نے یہی الفاظ کہے ہیں (وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ) ترجمہ: وہ ہر چیز دی گئی تھی۔ (النمل: ۲۳)۔

اس سے بھی مراد صرف اسی قدر ہے کہ بادشاہوں کے ہاں عموما جو ہوتا ہے وہ سب اس کے پاس بھی تھا اسی طرح ذوالقرنین کو اللہ نے تمام راستے اور ذرائع مہیا کر دیے تھے کہ وہ اپنی فتوحات کو وسعت دیتے جائیں اور زمین سرکشوں اور کافروں سے خالی کراتے جائیں اور اس کی توحید کے ساتھ موحدین کی بادشاہت دنیا پر پھیلائیں اور اللہ والوں کی حکومت جمائیں ان کاموں میں جن اسباب کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب رب عزوجل نے حضرت ذوالقرنین کو دے رکھے تھے واللہ اعلم۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۱۹۰)۔

۵- امام بخاری الادب المفرد کے اندر نقل کیا ہے:

حدثنا فروة بن ابي المغراء، قال: حدثنا علي بن مسهر، عن هشام بن عروة، عن ابيه قال: كنت جالسا عند معاوية، فحدث نفسه، ثم انتبه فقال: لا حلم إلا تجربة، يعيدها ثلاثا.

ترجمہ: عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے دل میں کوئی خیال آیا، پھر سنبھل کر فرمانے لگے: بردباری تجربے ہی سے آتی ہے۔ تین بار انہوں نے یہ بات دہرائی۔ (الادب المفرد: برقم: ۵۶۴)۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بردباری می مثال دیئے جاتے تھے یہاں تک کہ ابن ابی الدنیا نے آپ کی بردباری پر ایک کتاب لکھی ہے اور اسی طرح ابن ابی عاصم نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔

٦- ابوبکر دینوری مدائنی سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ معاویہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ وہ ایک بچے کو مار رہا ہے تو آپ نے کہا: کیا تم بھی اسکے اخلاق کے ساتھ اپنا اخلاق برباد کرلو گے؟! اسکے بعد پھر اسے کبھی بھی کسی بچے کو مارتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ (کتاب المجالسۃ وجواھر العلم: ٢١٤٠)۔

٧- مزید ابوبکر دینوری مدائنی سے ایک روایت نقل کرتے ہیں: عمرو بن علاء کے بھائی ابو سفیان بن علاء سے روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنی ذات کو اس بات سے بلند رکھتا ہوں کہ میری بردباری کی وجہ سے کوئی گناہ ہو۔ (کتاب المجالسۃ وجواھر العلم: ٨٠١)۔

٨- ابوزرعہ دمشقی نے کہا کہ ابو یوسف الحاجب سے روایت ہے کہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ دمشق میں تشریف لائے تو معاویہ رضی اللہ عنہ رات میں جا کر انکی قراءت سنتے تھے۔ (تاریخ ابی زرعہ: ١/٢٣١)۔

٩- مزید ابوزرعہ دمشقی نے کہا کہ ابومسہر سے مروی ہے کہ فضالہ بن عبید کی وفات معاویہ کی خلافت میں ہوئی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے سب کو جنازہ اٹھایا اور اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا: بیٹے میرے بعد تم کندھا لگا دینا کیونکہ اس جنازے کے بعد ایسا جنازہ نصیب نہیں ہوگا۔ (تاریخ ابی زرعہ: ١/٢٢٣)۔

١٠- مزید ابوزرعہ نے کہا کہ قبیصہ بن جابر سے مروی ہے کہ میں معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی ضرورت رکھی، تو اسے پورا کیا، میں نے کہا: میرے ساری ضرورتوں کو پورا کردی سوائے ایک

ضرورت کے، پوچھا: وہ کیا؟ میں نے کہا: آپ خلافت کو اپنے بعد کا کیلئے مستحق سمجھتے ہیں؟ کہا: تمہیں اسکی کیا فکر ہے؟ کہا: کیوں نہیں، امیر المومنین؟! اللہ کی قسم! میں قرابت داروں کا قریبی ہوں، کشادہ سینے اور عظیم شرف والا ہوں، یہ سن کر کہا: قریش کے کریم سعید بن العاص ہیں، حلم و بردباری، حیا اور سخاوت میں ابن عامر ہیں، اور حسن بن علی تو سید اور کریم دونوں ہیں، اور کتاب اللہ کے قاری اور دین کے فقیہ نیز حدود اللہ میں سخت مروان بن حکم ہیں، اور جہاں تک عبد اللہ بن عمر کا تعلق ہے تو وہ زاہد انسان ہیں، اور جہاں تک ابن زبیر کا تعلق ہے تو وہ دائیں بائیں کرنے والے ہیں۔ (تاریخ ابی زرعہ: ۱/ ۵۹۳)۔

۱۱- یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ کے اندر نقل کیا ہے کہ ایاس بن ابی رملہ شامی کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ کو زید بن ارقم سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی ایک ایسے حاضر رہے ہیں کہ دو عیدیں ایک ہی دن جمع ہوگئی ہوں؟ کہا: ہاں، عرض کیا: پھر کیا ہوا؟ کہا: پہلے عید کی نماز پڑھی، پھر جمعہ کی رخصت دے دی اور کہا کہ جو چاہے پڑھے۔ (تاریخ یعقوب: ۱/ ۳۰۳)۔

۱۲- مزید یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ کے اندر نقل کیا ہے کہ ربیعہ بن یزید کہتے ہیں کہ ابو کبشہ سلولی عبد الملک کی حکومت میں دمشق آئے تو عبد اللہ بن عامر نے ان سے پوچھا: کس لئے تشریف لائے؟ شاید امیر المومنین سے کچھ مانگنے آئے ہیں؟ کہا: سہل بن الحنظلیہ کے حدیث بیان کرنے کے بعد اب میں کیا کسی سے کچھ مانگ سکتا ھوں، ابن عامر نے کہا: انہوں نے کون سی حدیث بیان کی ہے؟ کہا: میں نے ان سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عیینہ بن بدر اور اقرع بن حابس آئے اور دونوں نے آپ سے مانگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے معاویہ کو انہیں کچھ دینے کا حکم دیا، مجھے نہیں معلوم وہ چیز کیا تھی، تو معاویہ نے جا کر دو ورق لائے اور عیینہ بن بدر کی طرف ڈال دیا، تو ان میں سے ایک اپنے عمامے میں باندھ لیا اور دوسرا اقرع بن حابس کو دے دیا، اور معاویہ سے پوچھا: اس میں کیا لکھا ہے؟ تو معاویہ نے کہا: اس میں وہی لکھا ہے جو ملنا ہے۔ یہ سن کر کہا: یہ میری قوم کا بہت برا وفد ہوگا کہ میں انکے پاس ایسی چیز لے جاؤں جسکے بارے میں متلمس کے خط کی طرح کچھ پتہ نہ ہو۔

کہتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے باتیں کر رہے تھے اور ان لوگوں کی گفتگو نہیں سن رہے تھے، ورق کو کھولا تو اس میں وہی لکھا تھا جو ملنا تھا، اسے پھینک دیا اور کھڑے ہو گئے، مسجد سے باہر گئے اور کہا: اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ مجھے فروخت کر دو۔ لیکن وہ نہیں ملا، تو آپ نے فرمایا: ان جانوروں کے تعلق سے اللہ کا خوف کرو، یہ جب صحت مند رہیں تبھی ان پر سواری کرو اور تبھی انہیں کھاؤ، پھر آپ غصہ ہو کر اپنے حجرے میں چلے گئے، اور کہا کہ جو مالداری کے باوجود لوگوں سے مانگتا ہے وہ اپنے لئے دوزخ کا انگارہ بڑھا رہا ہوتا ہے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ مالداری کے باوجود کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا: یہ کہ تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے گھر میں صبح وشام کے کھانے کا انتظام ہے۔ کہتے ہیں: اس کے بعد بھی کیا میں کسی سے کچھ مانگ سکتا ہوں؟ (تاریخ یعقوب: ۱/ ۳۳۸)۔

۱۳- مزید یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ کے اندر نقل کیا ہے کہ زہری کہتے ہیں کہ حمید بن عبد الرحمن بن عوف نے مدینہ میں معاویہ کو خطبے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: یہ عاشورا کا دن ہے، اس کا روزہ اللہ نے تم پر فرض نہیں کیا ہے، میں روزے سے ہوں، سو جد چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (تاریخ یعقوب: ۱/

(۳۶۷)۔

۱۴- مزید یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ کے اندر نقل کیا ہے کہ زہری کہتے ہیں کہ خالد بن عبداللہ بن رباح سلمی نے معاویہ کے ساتھ اس دن نماز پڑھی تھی جس دن شام کے اندر آپ پر حملہ کیا گیا تھا، آپ نے سجدے سے سر اٹھایا پھر کہا: لوگو! تم اپنی نماز پوری کرلو۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنی دینی نماز پوری کرلی اور امامت کسی نے نہیں کرائی۔(تاریخ یعقوب:۱/ ۴۱۳)۔

۱۵- مزید یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ کے اندر نقل کیا ہے کہ سعدی بنت عوف مریہ نے کہا کہ میں ایک بار طلحہ بن عبیداللہ کے پاس گئی دیکھا تو آپ حیران تھے، میں نے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو غمزدہ دیکھ رہی ہوں اور میں نے کہا آپ کا کیا مسئلہ ہے؟ اگر آپ کو مجھ سے کوئی تکلیف ہے تو میں اس میں آپ کا تعاون کروں گی؟ فرمایا نہیں تم ایک مسلمان مرد کی بہت اچھی رفیقہ حیات ہو، میں نے کہا پھر آپ کو کیا ہے؟ فرمایا میرے پاس مال بہت زیادہ ہوگیا ہے اور اس نے مجھے تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں آپ اسے تقسیم کردیں۔ چنانچہ آپ نے اس مال کو تقسیم کردیا حتیٰ کہ اس میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں رہا۔ حضرت طلحہ بن یحییٰ کہتے ہیں میں نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن سے پوچھا وہ کتنا مال تھا؟ اس نے بتایا چار لاکھ۔

بغیر مانگے کثرت سے دینے والا۔ قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا ہوں میں نے بغیر مانگے کثرت سے مال دینے والا کوئی آدمی آپ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ میں نے ان سے زیادہ حلم والا کوئی نہیں دیکھا۔

مزید قبیصہ بن جابر فرمارہے تھے: میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی رفاقت کی، اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور کسی دروازے سے بھی تدبیر کے بغیر نکلنا ممکن نہ ہو تو مغیرہ ان تمام

دوازوں سے باہر نکل جائیں گے۔

(تاریخ یعقوب:۱/ ۴۵۸)۔

۱۶- مزید یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ کے اندر نقل کیا ہے کہ سلیم بن عامر خبائری سے مروی ہے کہ ایک دفعہ قحط پڑا۔سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور دمشق کے لوگ بارش طلب کرنے کے لیے نکلے۔جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے تو فرمایا: یزید بن الاسود جرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے ان کو آواز دی۔وہ لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آئے۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم دیا تو وہ منبر پر چڑھ گئے اور آپ کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یوں دعا کی: اے اللہ! ہم تیری طرف اپنے میں سے سب سے بہتر اور افضل شخص کی سفارش لے کر آئے ہیں، اے اللہ! ہم تیرے پاس یزید بن الاسود جرشی کی سفارش لے کر آئے ہیں۔

(پھر فرمایا) یزید! اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھائیے (اور دُعا فرمائیے)، یزید نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے۔جلد ہی افق کی مغربی جانب میں ایک ڈھال نما بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا، ہوا چلی اور بارش شروع ہوگئی، حتیٰ کہ محسوس ہوا کہ لوگ اپنے گھروں تک بھی نہ پہنچ پائیں گے۔(تاریخ یعقوب:۱/ ۴۵۸)۔

۱۷- مزید یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ کے اندر نقل کیا ہے کہ دمشق میں ایک بار قحط پڑا اس وقت شہر کے گورنر ضحاک بن قیس فہری تھے، ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ بارش طلب کرنے کے لیے (کھلے میدان میں) نکلے تو یزید بن اسود رحمہ اللہ سے کہا: اے (اللہ کے سامنے) بہت زیادہ رونے والے! کھڑے ہو جائیے (اور بارش کے لیے دعا کیجیے)۔کہتے ہیں کہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر جب واپس جانے لگے تو بارش کے پانی میں جا رہے تھے، اسکے بعد ایک ہی جمعہ گزرا تھا کہ ضحاک

بن قیس فہری قتل کر دیئے گئے ۔ (تاریخ یعقوب : ۲/ ۴۱۰) ۔

اسی سند سے مروی ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے اٹھارہ ہزار دینار کا قرضہ ادا کیا۔

۱۸- مزید یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ کے اندر نقل کیا ہے کہ اوزاعی کہتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے جمعہ کے اندر پہلے خطبے میں بیٹھنے کی اجازت مانگی اور ایسا آپ نے کمزوری اور عمر درازی کی وجہ سے کی تھی ۔ (تاریخ یعقوب : ۲/ ۴۷۹) ۔

۱۹- یعقوب بن سفیان نے کہا ہے : عروہ کہتے ہیں کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا: مسلول کا کیا ہوا؟ کہا: میں نے عرض کیا: وہ میرے پاس ہے ۔انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اس کا خاکہ میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے ۔ابو بکر نے زبیر کیلئے ایک زمین الاٹ کی تھی، اس وقت میں ہی کاتب تھا، کہتے ہیں کہ عمر آئے تو ابو بکر نے رجسٹر کو بستر کی تہ میں دبا دیا، جب عمر اندر داخل ہو گئے تو عرض کیا: شاید آپ لوگ کسی ضرورت دے بیٹھے ہیں؟ ابو بکر نے کہا: جی ہاں، چنانچہ عمر باہر نکل گئے، پھر ابو بکر نے رجسٹر کو نکالا جسے میں نے پورا کیا۔ (المعرفة والتاریخ: ۳/ ۳۷۳) ۔

۲۰- امام ابو داود رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سنن کے اندر نقل کیا ہے:

عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ رَجُلٌ مِنْ حِمْيَرَ، قَالَ: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّومِ عَهْدٌ، وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتَّى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ غَزَاهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ أَوْ بِرْذَوْنٍ، وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدَرَ. فَنَظَرُوا فَإِذَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلُّهَا حَتَّى

يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ"، فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ.

ترجمہ: سلیم بن عامر سے روایت ہے، وہ قبیلہ حمیر کے ایک فرد تھے، وہ کہتے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان ایک متعین وقت تک کے لیے یہ معاہدہ تھا کہ وہ آپس میں لڑائی نہیں کریں گے، (اس مدت میں) معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے شہروں میں جاتے تھے، یہاں تک کہ جب معاہدہ کی مدت گزرگئی، توانہوں نے ان سے جنگ کی، ایک شخص عربی یا ترکی گھوڑے پر سوار ہو کر آیا، وہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، وعدہ کا پاس ولحاظ ہو بدعہدی نہ ہو، لوگوں نے اس کو بغور دیکھا تو وہ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ان کے پاس بھیجا، اس نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جس شخص کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو معاہدہ نہ توڑے اور نہ نیا معاہدہ کرے جب تک کہ اس معاہدہ کی مدت پوری نہ ہو جائے، یا برابری پر عہد ان کی طرف واپس نہ کر دے“، تو یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔ (سنن ابی داود: ۲۷۵۹)۔

(عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو اس لئے ناپسند کیا کیونکہ معاہدہ کی مدت پوری ہونے کے فوراً بعد دشمن کو آگاہ کئے بغیر جنگ نامناسب تھی اور بہتر یہ تھا کہ مدت پوری ہونے کے بعد دشمن کو آگاہ کر دیا جاتا پھر جنگ شروع کی جاتی۔ مترجم)۔

۲۱- ابو زرعہ دمشقی نے نقل کیا ہے کہ عثمانؓ کے عہد خلافت میں قاضی دمشق حضرت ابو درداءؓ تھے، انہوں نے انتقال فرمایا تو حضرت امیر معاویہؓ نے وفات سے قبل ان سے پوچھا آپ کے بعد قاضی کس کو بنایا جائے؟ فرمایا فضالہ بن عبیدؓ کو، حضرت ابو درداءؓ فوت ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ

نے حضرت فضالہؓ کو بلا کر دارالامارۃ کا محکمۂ قضا سپرد کیا۔ اس موقع پر انہوں نے جو الفاظ کہے وہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں: (لم احبک بھا ولکن استرت بک من النار)۔ ترجمہ: میں نے تم کو اپنا جانشین نہیں؛ بلکہ جہنم کے مقابلے میں سپر بنایا ہے۔ (تاریخ ابی زرعہ: ۱/ ۱۹۹)۔



فصل

صحیح حدیث: (تقتل عمار الفئة الباغية) اور دوسرے نصوص کے درمیان جمع وتطبیق:

امام بخاری نے اپنی کتاب الصحیح کے اندر نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ، وَلِعَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: ائْتِيَا أَبَا سَعِيدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ فَأَتَيْنَاهُ، وَهُوَ وَأَخُوهُ فِي حَائِطٍ لَهُمَا يَسْقِيَانِهِ فَلَمَّا رَآنَا جَاءَ فَاحْتَبَى وَجَلَسَ، فَقَالَ: كُنَّا نَنْقُلُ لَبِنَ الْمَسْجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَكَانَ عَمَّارٌ يَنْقُلُ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فمر بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسَحَ عَنْ رَأْسِهِ الْغُبَارَ، وَقَالَ: " وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ عَمَّارٌ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ ".

ترجمہ: ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالوہاب ثقفی نے خبر دی، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا عکرمہ سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے اور (اپنے صاحبزادے) علی بن عبداللہ سے فرمایا تم دونوں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے احادیث نبوی سنو۔ چنانچہ ہم حاضر ہوئے، اس وقت ابوسعید رضی اللہ عنہ اپنے (رضاعی) بھائی کے ساتھ باغ میں تھے اور باغ کو پانی دے رہے تھے، جب آپ نے ہمیں دیکھا تو (ہمارے پاس) تشریف لائے اور (چادر اوڑھ کر) گوٹ مار کر بیٹھ گئے، اس کے بعد بیان فرمایا ہم مسجد نبوی کی اینٹیں (ہجرت نبوی کے بعد تعمیر مسجد کیلئے) ایک ایک کر کے ڈھو رہے تھے لیکن عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں لا رہے تھے، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے اور ان کے سر سے غبار کو صاف کیا پھر فرمایا

افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت مارے گی، یہ تو انہیں اللہ کی (اطاعت کی) طرف دعوت دے رہا ہو گا لیکن وہ اسے جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔(صحیح بخاری: ۲۸۱۲)۔

امام مسلم نے اسی طرح ایک روایت نقل کی ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِينَ جَعَلَ يَحْفِرُ الْخَنْدَقَ، وَجَعَلَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ، وَيَقُولُ: "بُؤْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ فِئَةٌ بَاغِيَةٌ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، مجھ سے بیان کیا اس شخص نے جو مجھ سے بہتر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے جب وہ خندق کھود رہے تھے ان کا سر پونچھنے لگے اور فرماتے تھے: "اے سمیہ کے بیٹے! تجھ پر بڑی مصیبت ہو گی، تجھ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔" (صحیح مسلم: ۲۹۱۵)۔

آگے امام مسلم نے اسی طرح ایک دوسری روایت نقل کی ہے:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِعَمَّارٍ: "تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ".

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے: "تجھ کو قتل کرے گا ایک باغی گروہ۔" (باغی جو امام سے پھر جائے)۔(صحیح مسلم: ۲۹۱۶)؟

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح متواتر ہے جیسا کہ اکثر اہل علم نے کہا ہے، اور اس حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کسی شرح اور تفصیل کا محتاج نہیں ہے، اور وہ یہ کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی

حق سے قریب تر تھے، اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ نے قتل کیا تھا، جیسا کہ حدیث کا منطوق تقاضہ کرتا ہے، اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیشین گوئی اور علامات نبوت میں سے ہے، چنانچہ جیسا آپ نے خبر دیا تھا ویسا ہی واقع ہوا، جیسا کہ معلوم ہے، لیکن اس باب میں اس نص کے ساتھ دوسرے ان نصوص کو بھی ملا کر دیکھنا ضروری ہے جن سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام، صحبت اور فضائل ومناقب کا پتہ چلتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ) ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(الحجرات:۹)۔

صحیح بخاری میں یہ روایت وارد ہوئی ہے:

عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَلِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ، قَالَ عُمَيْرٌ: فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا"، قَالَتْ: أُمُّ حَرَامٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ، قَالَ: "أَنْتِ فِيهِمْ" ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَّلُ جَيْشٍ

مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ "، فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: " لَا ".

ترجمہ: خالد بن معدان نے اور ان سے عمیر بن اسود عنسی نے بیان کیا کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کا قیام ساحل حمص پر اپنے ہی ایک مکان میں تھا اور آپ کے ساتھ (آپ کی بیوی) ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر نے بیان کیا کہ ہم سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے جہاد کے لیے جائے گا، اس نے (اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت) واجب کر لی۔

ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے کہا تھا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، تم بھی ان کے ساتھ ہو گی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر (رومیوں کے بادشاہ) کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا ان کی مغفرت ہو گی۔ میں نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ (صحیح بخاری: ۲۹۲۴)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، قَالَتْ: نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ، يَتَبَسَّمُ، فَقُلْتُ: مَا أَضْحَكَكَ، قَالَ: أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ يَرْكَبُونَ هَذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ، قَالَتْ: فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا، ثُمَّ نَامَ

الثَّانِيَةَ، فَفَعَلَ مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: مِثْلَ قَوْلِهَا فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ، فَلَمَّا انْصَرَفُوا مِنْ غَزْوِهِمْ قَافِلِينَ فَنَزَلُوا الشَّأْمَ، فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب ہی سو گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، میں عرض کیا کہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو غزوہ کرنے کے لیے اس بہتے دریا پر سوار ہو کر جارہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر چڑھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ میرے لیے بھی دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنادے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی کیا (بیدار ہوتے ہوئے مسکرائے) ام حرام رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی عرض کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنادے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہوگی۔

چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کے سب سے پہلے بحری بیڑے میں شریک ہوئیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں غزوہ سے لوٹتے وقت جب شام کے ساحل پر لشکر اترا تو ام حرام رضی اللہ عنہا کے قریب ایک سواری لائی گئی تاکہ اس پر سوار ہو جائیں لیکن جانور نے انہیں گرادیا اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (صحیح بخاری: ۲۷۹۹)۔

ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ خلافت عثمانی میں ۲۸ھ کے اندر پیش آیا ہے۔(فتح الباری:۶/۱۸)۔

اسی طرح آگے(۶/۷۷) پر لکھتے ہیں کہ معاویہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے خلافت عثمانی کے اندر سمندری غزوہ کیا۔

مصنف عبدالرزاق کے اندر وارد ہوا ہے:

حدثنا عبد الرزاق، حدثنا معمر، عن زيد بن أسلم، عن عطاء بن يسار، أن امرأة، حدثته قالت: نام رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم استيقظ وهو يضحك فقلت: تضحك مني يا رسول الله؟ قال: " لا، ولكن من قوم من أمتي يخرجون غزاة في البحر مثلهم مثل الملوك على الأسرة "، قالت: ثم نام، ثم استيقظ، أيضا يضحك، فقلت: تضحك يا رسول الله مني، قال: " لا، ولكن من قوم من أمتي يخرجون غزاة في البحر فيرجعون قليلة غنائمهم مغفورا لهم " قالت ادع الله أن يجعلني منهم فدعا لها قال فأخبرني عطاء بن يسار قال فرأيتها في غزاة غزاها المنذر بن الزبير إلى أرض الروم هي معنا فماتت بأرض الروم۔

ترجمہ: ایک صحابیہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سوئے ہوئے تھے پھر بیدار ہوئے اور ہنس رہے تھے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا مجھ پر ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اپنی امت کو اس قوم پر ہنس رہا ہوں جو سمندر میں جہاد کے لیے اسی طرح نکلیں گے جیسے بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھے ہوں۔ وہ کہتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ سو گئے اور پھر دوبارہ بیدار ہوئے اور ہنسنے

لگے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ: کیا آپ ﷺ مجھ پر ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اپنی امت کی اس قوم پر ہنس رہا ہوں جو سمندر میں جہاد کے لیے نکلیں گے اور تھوڑا مالِ غنیمت لے کر پلٹیں گے، وہ سب کے سب مغفور ہوں گے۔ انھوں نے کہا: آپ ﷺ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کر دے، تو رسول ﷺ نے دعا کی۔ پھر مجھے عطا نے بتاتے ہوئے کہا کہ میں نے انھیں اس غزوے میں دیکھا، جس میں منذر بن الزبیرؓ سرزمین کی جانب نکلے تھے، اس میں وہ ہمارے ساتھ تھیں اور سرزمین ِروم میں فوت ہوگئیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۹۶۲۹)۔

دونوں واقعے میں گرچہ فرق ہے مگر دونوں ایک ہی واقعہ لگ رہا ہے۔ تفصیل کیلئے فتح الباری دیکھیں۔

میں کہتا ہوں: نصوص کو آپس میں ملانے کے بعد مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے، چنانچہ اس مسئلے پر بعض اہل علم نے گفتگو کی ہے اور مذکورہ بات ہی کو ثابت کیا ہے:

۱- یعقوب بن شبہ نے اپنے مسند میں ذکر کیا ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قتل سے متعلق حدیث کے بارے میں امام احمد سے پوچھا گیا تو آپ نے کہا: انہیں باغی گروہ نے قتل کیا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور کہا کہ اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی صحیح حدیثیں مروی ہیں، اور اس سے زیادہ گفتگو کرنا اس بارے میں پسند نہیں کیا۔ (منہاج السنہ: ۴/ ۴۱۴)۔

۲- اور ابن حزم نے اپنی کتاب (الفصل) کے اندر کہا: اور جہاں تک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات ہے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ سے بیعت نہ کرنے کی وجہ سے قتال نہیں کیا؛

کیونکہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے آپ بھی اسی طرح راضی اور مطمئن تھے جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ راضی تھے، بلکہ اس لئے قتال کیا کیوں کہ آپ بلاد شام کے اندر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اطاعت نافذ کرنے سے مانع تھے، جبکہ علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت اس وقت واجب تھی، اور حقیقت یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے فضل واستحقاق سے انکار کبھی نہیں کیا، بلکہ آپ نے بیعت پر قاتلین عثمان سے قصاص لینے کو شرط لگا دیا تھا، اور یہ آپ کا اجتہاد تھا، کیونکہ اس وقت عثمان اور حکم بن ابی العاص کی اولاد کے مقابلے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے مطالبہ کرنے کا آپ ہی زیادہ حق رکھتے تھے عمر درازی اور طاقت کی بنیاد پر، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول عبد اللہ بن سہل کے بھائی عبد الرحمن بن سہل کو خیبر کے موقع پر خاموش رہنے کا حکم دیا تھا، جبکہ اپنے مقتول بھائی کے قریبی وہی تھے، اور فرمایا تھا کہ بڑوں کو آگے بڑھاؤ، چنانچہ عبد الرحمن خاموش ہو گئے اور انکی جگہ مسعود کے دونوں بیٹوں محیصہ اور حویصہ نے کلام کیا، جبکہ یہ مقتول کے چچیرے بھائی تھے۔

مگر چونکہ یہ سگے بھائی کے مقابلے عمر دراز تھے اسی لئے انہیں موقع دیا گیا۔ اسی لئے خون عثمان کا مطالبہ معاویہ نے کیا تھا اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہیکہ آپ نے اپنے اس مطالبے کو بیعت پر مقدم کر کے اجتہادی غلطی کی تھی، جس پر آپ کو ایک اجر ملے گا، اس پر کوئی گناہ نہیں ملے گا، یہاں آپ ان تمام مجتہدین ہی طرح مانے جائیں گے جنکے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اجتہادی غلطی کرنے والوں کو ایک اجر اور درستگی تک پہونچنے والوں کو دہرا اجر ملے گا۔

اس سے بڑا تعجب آخر کیا ہوگا کہ لوگ خون، شرم گاہ، اموال اور دیگر احکامات میں حلت اور حرمت تک کے اندر اجتہاد کو جائز کہتے ہیں اور اس اجتہاد میں غلطی کرنے والوں کو معذور بھی سمجھتے ہیں، اور یہ اجتہاد

لیث ،ابوحنیفہ،ثوری ، مالک ،شافعی ،احمد، داود ،اسحق ،ابوثور، زفر، ابو یوسف ،محمد بن حسن، حسن بن زیاد، ابن قاسم،اشہب،ابن ماجشون اورمزنی وغیرہ کیلئے جائز کہتے ہیں۔

ان میں سے کوئی ایک انسان کا خون حرام کرتا ہے تو کوئی حلال،کوئی کسی شرم گاہ کو حلال کرتا ہے تو کوئی حرام، جیسے کہ کسی بالغ لڑکی کی شادی اسکا باپ اسکی اجازت اور رضامندی کے بغیر کردے، اسی طرح دیگر شرعی احکامات کے اندر۔

یہی معتزلہ کے مشائخ اورفقہاء نے کیاہے اور یہی خوارج کے فقہاء اور مفتیان نے کیا ہے۔

لیکن یہی لوگ ان عظیم ہستیوں کیلئے اجتہاد کادروازہ بند کرتے نظر آتے ہیں جنہیں شرف صحابیت حاصل ہے، جوعلم وفضل اوراجتہاد میں ان لوگوں سے کہیں زیادہ آگے اورفائق ہیں، جیسے کہ معاویہ،عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اورانکے دیگر صحابہ ساتھی ،انہوں نے بھی تو خون کے بارے میں اجتہاد کیا تھا جیسے آج کے مفتی حضرات کرتے ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ کوئی مفتی ایک جادوگر کوقتل کرنے کا فتوی دے گا تو دوسرا قتل نہ کرنے کا فتوی دے گا،ان میں کوئی غلام کے بدلے آزاد کوقتل کرنے کافتوی دے گا تو کوئی قتل کرنے کا فتوی نہیں دے گا،کوئی کافر کے بدلے مومن کوقتل کرنے کافتوی دے گا تو کوئی قتل کرنے کا فتوی نہیں دے گا۔

آخر ان لوگوں کے اجتہاد میں اور معاویہ وعمرو رضی اللہ عنہما کے اجتہاد میں کیا فرق ہے؟!

جہالت،اندھا پنی اورعلم وحکمت سے محرومی اسے نہ کہا جائے تو آخر کیا کہا جائے؟!

اورہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جس پر کوئی واجبی حق لازم ہومگر وہ اسے ادا کرنے سے مانع ہواور قتال بھی کرے تو حاکم وقت پر اس سے قتال کرنا واجب ہے گرچہ وہ تاویل اوراجتہاد کررہا ہو،اس

سے اس کی عدالت اور فضیلت میں کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور اسکے وجہ سے اسے نہ ہی فاسق کہا جائے گا بلکہ وہ اپنے اجتہاد اور حسن نیت کی وجہ سے ماجور ہو گا۔

ہم نے اپنے اسی موقف کی بنیاد پر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی درستگی اور صحت امامت کا فیصلہ کیا اور یہ کہ آپ ہی صاحب حق ہیں اور اسی لئے آپ کو دو اجر ملے گا ایک اجتہاد کا اور دوسرا درستگی کا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی غلطی پر تھے مگر وہ بھی ماجور ہیں اور انہیں ایک ہی اجر ملے گا۔

اسی طرح وہ صحیح حدیث جس کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ ایک باغی گروہ نکلے گا جسے دو گروہوں میں سے حق سے قریب ترین گروہ اسے قتل کرے گا، اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اسی درمیان خوارج نکلے تھے جنہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گروہ نے قتل کیا جس سے یک واضح ہو گیا کہ یہی لوگ حق سے قریب ترین ہیں۔

ابو محمد نے کہا: ایک خطا کار مجتہد اگر خود کو حق پر سمجھتے ہوئے قتال کرے اور اس کی نیت خالص ہو، اسے یہ پتہ نہ ہو کہ وہ خطا کار ہے تو وہ باغی مانا جائے گا اور جب وہ قتال کو ترک کر دے گا تو اس پر کوئی حد نہیں ہو گا بلکہ وہ اجتہاد کی وجہ سے ماجور ہو گا، لیکن اگر قتال کرنے والا یہ جانتا ہو کہ وہ خطا پر ہے تو اسے محارب مانا جائے گا اور اس پر حد جاری ہو گا، بلکہ یہ فاسق ہو گا، یہ مجتہد مخطی کے دائرے سے خارج ہو گا، اس کی تفصیل سورہ حجرات کی ان آیتوں میں مذکور ہے: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ [9] إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے

درمیان صلح کرادو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ [9] مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الحجرات:۱۰)۔

ہم یہاں پر بغیر کسی تاویل کے کہیں گے کہ اللہ تعالی نے انہیں مومن اور باغی کہا ہے اور ساتھ میں بھائی بھی کہا ہے، جبکہ انہوں نے آپس میں قتال کیا ہے، اور جو حق اور انصاف کی راہ پر ہیں انہیں اصلاح کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ نے قتال کرنے والوں کو فاسق اور ناقص الایمان نہیں کہا ہے بلکہ وہ صرف خطا کار اور باغی ہیں، کیونکہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنا نہیں چاہتے ہیں، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ابو العادیہ یسار بن سبع سلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے تھے، اللہ نے جنکے بارے میں گواہی دی ہے کہ اسے علم ہے جو انکے دلوں میں ہے، اللہ نے ان پر سکینت نازل کی ہے اور ان سے راضی اور خوش ہے، چنانچہ ابو العادیہ مجتہد خطا کار تھے، اس پر وہ ایک اجر کے مستحق ہیں۔

یہ قاتلین عثمان کی طرح نہیں ہیں، کیونکہ انکے قتل میں کسی اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلئے کہ آپ نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی سے ناحق لڑائی کی تھی اور نہ ہی کسی کا ناحق دفاع کیا تھا اور نہ ہی کبھی زنا کیا تھا، اور نہ ہی ارتداد کا ارتکاب کیا تھا کہ ان میں سے کسی وجہ سے آپ کے قتل کا جواز نکالا جائے، بلکہ یہ سب کے سب فاسق بلوائی محارب خارجی تھے، بغیر کسی تاویل کے جان بوجھ کر ایک حرام خون کو بہانے والے تھے، وہ ظالم، فاسق اور ملعون تھے۔

جب یہ واضح ہوگیا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے تو وہ احادیث جن کے اندر فتنوں کے وقت گھر کو لازم پکڑنے اور قتال نہ کرنے کا حکم ہے وہ بلا شبہ ان لوگوں کیلئے ہے جن کے لئے حق واضح نہ ہوا ہو، اسی لئے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جب حق واضح ہو جائے تو باغی گروہ سے قتال کرنا واجب ہے جیسا کہ قرآن کے اندر اس بات کی صراحت موجود ہے، اسی طرح اگر دونوں گروہ باغی ہوں تو دونوں سے قتال کرنا واجب ہے؛ کیونکہ اللہ کا کلام اسکے نبی کے کلام سے معارض نہیں ہے، کیونکہ دونوں کلام اللہ ہی کی طرف سے ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى [3] إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى) ترجمہ: اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں [3] وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ (النجم: ۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا) ترجمہ: اور اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔ (النساء: ۸۲)۔

سو یہ یقینی بات ہیکہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے وہ اللہ کی طرف سے وحی ہے، اور جب بات ایسی ہے تو جو کچھ بھی من جانب اللہ ثابت ہے وہ اس سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے، والحمد للہ رب العالمین۔

اب ہمیں کلام ان وجوہات پر کرنا ہے جنہیں بنیاد بنا کر لوگ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے قتال کرنا جائز سمجھتے ہیں۔

ان کا یہ کہنا کہ قاتلین عثمان سے قصاص لینا واجب ہے جنہوں نے اللہ کی زمین پر فساد مچایا، اسلام، حرم، امامت، ہجرت، خلافت، صحبت اور اسبقیت سب کی حرمتوں کو پامال کیا، تو میں کہتا ہوں کہ

یہ مطالبہ بالکل درست ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس مطالبے کی کبھی مخالفت نہیں کی بلکہ ان مفسدین سے براءت کا اظہار کیا ہے، لیکن چونکہ انکی تعداد بہت بڑی تھی، جسکی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ انکا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، اسی لئے غیر مستطیع ہونے کی وجہ سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے واجب وقتی طور پر ساقط ہو گیا تھا بالکل اسی طرح جس طرح ہر اس مسلمان سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور حج کرنا ساقط ہو جاتا ہے جو اسکی طاقت نہ رکھتا ہو، ارشاد باری تعالی ہے: (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا) ترجمہ: اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔ (البقرہ: ۲۸۶)۔ اور جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَافْعَلُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ) ترجمہ: اور جس کام کا حکم کروں اس کو بجالاؤ جہاں تک تم سے ہو سکے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۷)۔

اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی ہوتی تو قاتلین عثمان سے قصاص لینا آسان ہو جاتا اور ان پر قابو پایا جا سکتا تھا، پتہ چلا کہ اختلاف ایک سبب تھا جس کی وجہ سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس قصاص کو نافذ نہیں کر پا رہے تھے، اگر اس کی آپ طاقت رکھتے تو ضرور اسے نافذ کرتے جس طرح عبداللہ بن خباب کے قاتلین سے قصاص لیا تھا کیونکہ اس پر آپ قادر تھے۔

اور یہاں تک یہ کہنا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے میں تاخیر اسی طرح کر رہے تھے جس طرح سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے میں تاخیر کی تھی، تو یہ صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ غلط کام میں کسی کو اسوہ

نہیں بنایا جاتا، اور مزید سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد بیعت کرلی تھی، اگر اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی کرلیتے تو درست تھا، اور بلا شبہ وہ تمام صحابہ بھی بیعت کرلیتے جو اختلاف کی وجہ سے رکے ہوئے تھے۔

اور جہاں تک علی، طلحہ، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے درمیان تقارب کی بات کہی جاتی ہے تو بلا شبہ یہ صحیح ہے، اور سب اہل استحقاق میں سے ہیں، لیکن جسکی بیعت سبقت لے جائے وہی امام مطاع ہے اسکی اطاعت واجب ہو جاتی ہے، خواہ اسکے سامنے کوئی افضل ہو یا نہ ہو، جس طرح کہ شوری کے وقت ہوا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو منتخب کرلیا گیا اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام لوگوں پر انکی اطاعت واجب ہوگئی، چنانچہ اس وقت اگر علی، طلحہ، زبیر، عبد الرحمن یا سعد رضی اللہ عنہم کو منتخب کرلیا جاتا تو انہیں کی اطاعت واجب ہو جاتی اور وہ خلیفہ ہوتے، اور عثمان رضی اللہ عنہ پر بھی اطاعت واجب ہوتی، بالکل اسی طرح شہادت عثمان کے وقت اگر علی کے بجائے طلحہ، زبیر، سعد یا ابن عمر کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا ہوتا تو وہی امام مطاع ہو جاتے اور ان کی اطاعت واجب ہوتی، اور کوئی فرق نہ ہوتا۔

چنانچہ ہم یہی کہیں گے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ غلطی پر تھے مگر یہ غلطی اجتہادی تھی جس پر وہ ماجور ہیں، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ کبھی بڑے سے بڑے عالم پر صحیح مسئلہ واضح نہیں ہوتا، پھر جب اس پر واضح ہوتا ہے تو وہ رجوع کرلیتا ہے، اور بسا اوقات کرتے دم تک وہ مسئلہ اس پر واضح نہیں ہوتا۔

چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے حق کا مطالبہ کیا مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی، اگر اتحاد کی خاطر آپ نے یہ مخالفت ترک کردی ہوتی جس طرح سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اتحاد کی خاطر اختلاف کو ترک کر کے صلح کرلی تھی، تو اس میں آپ کیلئے بھی بڑی فضیلت

ہوتی۔

۳-ابن العربی مالکی رحمہ اللہ نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا اور خوارج کے تعلق سے یہ پیشن گوئی فرمائی کہ انہیں مسلمانوں کے دو گروہ میں سے وہ گروہ قتل کرے گا جو حق سے زیادہ قریب ہوگا، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کر دیا کہ دونوں گروہ حق پر تھے مگر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا گروہ حق سے زیادہ قریب تھا۔ ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ) ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (الحجرات:۹)۔

یہاں پر اللہ تعالی نے تاویل کی بنیاد پر باغی گروہ کو ایمان سے خارج نہیں کیا ہے، اور اسی طرح نہ ہی ایمانی اخوت کو ان سے سلب کیا ہے، چنانچہ آگے فرمایا: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) ترجمہ: مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الحجرات: ۱۰)۔ (العواصم من القواصم: ۱/۱۷۱)۔

۴-شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: حدیث عمار میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جن لوگوں نے عمار

بن یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا وہی اصل باغی ہیں کیونکہ انکا مقصد ہی کچھ اور تھا۔

آگے کہتے ہیں کہ علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما خونریزی سے روکنے میں سب سے زیادہ آگے تھے مگر جب فتنہ آتا ہے تو اسے روکنے سے بڑے بڑے دانشوران عاجز آجاتے ہیں۔اور چونکہ فوجیوں میں اشتر نخعی، ہاشم بن عتبہ مرقال، عبد الرحمن بن خالد بن ولید اور ابو اعور سلمی جیسے قتال پر ابھارنے والے موجود تھے، اس لڑائی میں ہر طرح کے لوگ پائے جاتے تھے، کچھ لوگ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف تھے تو کچھ ساتھ دینے والے، کچھ لوگ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرنے والے تھے تو کچھ لوگ نفرت کرتے تھے۔

مزید یہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جو آپ کی خاطر نہیں بلکہ دوسرے اسباب کیلئے شامل ہوئے تھے، امام زہری کہتے ہیں کہ جس وقت فتنہ واقع ہوا اس وقت بہت سے صحابہ کرام موجود تھے، وہ اس بات پر متفق تھے کہ قرآن کی تاویل کے ذریعے جو بھی خون، مال یا شرم گاہ کی بے حرمتی کی جائے وہ رائیگاں ہے۔(منہاج السنہ: ۴/ ۴۶۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم کے اندر انہیں قتال اور زیادتی کے باوجود مومن کہا ہے، اور صحیح حدیث کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسلمانوں کے اندر آپسی اختلاف کے وقت ایک خارجی فرقہ پیدا ہوگا جسے مسلمانوں کے دونوں گروپوں میں سے وہ گروپ اسے قتل کرے گا جو حق سے زیادہ قریب ہوگا۔اسی طرح سیدنا حسن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، اسکے ہاتھ پر اللہ تعالی مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔

اسی طرح عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ کو کافر نہیں کہا۔

یہ ساری حدیثیں صحیح ہیں، جن سے مجموعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اختلاف کرنے والے گروہ مسلمان تھے، اور ان دونوں کے درمیان صلح کرانے والے کی تعریف کی گئی ہے، اور یہ بھی پیشین گوئی ہے کہ اسی اختلاف کے وقت ایک خارجی فرقہ پیدا ہوگا جسے مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں سے وہ گروہ قتل کرے گا جو حق سے زیادہ قریب ہوگا۔ (منہاج السنہ: ۴ / ۴۹۸)۔

۵ - امام ذہبی نے کہا: مخالف نے کہا کہ معاویہ نے علی سے قتال کیا جبکہ علی ان کے نزدیک بھی چوتھے خلیفہ اور برحق حاکم تھے اور جو بھی حاکم وقت کے خلاف قتال کرے وہ باغی اور ظالم ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ایک باغی متاول اور مجتہد بھی ہوسکتا ہے وہ بھی یہ سوچ سکتا ہے کہ وہ حق پر ہے، اور ایک باغی کے اندر کبھی کبھی تاویل، شہرت اور شبہات سب پائے جاسکتے ہیں، اور یہی اکثر ہوتا ہے۔

بہر حال ایسا کچھ نہیں ہوا اور ہم کسی کو متہم بھی نہیں کرتے، اور یہ روایت بھی مشہور ہے کہ مسور بن مخرمہ معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے ان سے کہا کہ آپ اپنے اعتراضات رکھیں، تو مسور نے چند اعتراضات گنادیئے، اس پر معاویہ نے کہا: کیا آپ کے پاس گناہ ہیں؟ کہا: جی ہاں، کہا: کیا یہ امید رکھتے ہو کہ اللہ انہیں معاف کردے گا؟ کہا: جی ہاں، کہا: میں بھی اللہ سے رحمت اور مغفرت ہی کی امید رکھتا ہوں، مجھے جب بھی اللہ اور اسکے سوا دوسری چیزوں میں اختیار دیا گیا تو ہمیشہ میں نے اللہ ہی کو اختیار کیا، جہاد کیا، حدود وقصاص کو نافذ کیا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا، اور دین اسلام پر قائم رہا، اور ایسے شخص کی نیکیوں کو اللہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ لوگ باغی ہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، تو ہم کہیں گے کہ حدیث صحیح ہے گرچہ بعض لوگوں نے کلام کیا ہے، اور بعض نے یہ تاویل

کی ہے کہ باغی کا مطلب طالب ہے، جبکہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔

ابو حنیفہ، مالک اور احمد اور دیگر سلف نے کہا کہ باغی گروہ سے قتال کرنے کی کوئی شرط نہیں ہے کیونکہ اللہ نے آغاز ہی میں اس سے قتال کا حکم دیا ہے، بلکہ حکم دیا ہے کہ جب دو گروہ آپس میں قتال کریں تو ان کے درمیان صلح کرادیں پھر اگر کوئی ایک زیادتی کرے تو اس سے قتال کیا جائے۔

اسی لئے امام احمد اور مالک کے نزدیک اسے فتنے کی جنگ کہیں گے۔

اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ باغی سے قتال اس وقت جائز ہے جب وہ حاکم وقت سے قتال کا آغاز کرے۔اور یہاں ان لوگوں نے قتال کا آغاز نہیں کیا تھا۔

پھر اہل سنت کا یہ بھی کہنا ہے کہ حاکم معصوم نہیں ہوتا، اور انسان پر یہ بھی واجب نہیں ہے کہ جو بھی اسکی اطاعت قبول نہ کرے اس سے قتال کیا جائے، اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ انسان اس کی اس چیز میں اطاعت کرے جسے وہ معصیت سمجھتا ہو، بلکہ اسے ترک کرنا ہی اولی ہے۔

اسی بنیاد پر اکثر صحابہ نے اہل شام کے خلاف چڑھائی کرتے وقت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ چنانچہ جن لوگوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے قتال کیا وہ یا تو گنہگار ہوں گے یا پھر خطا کار مجتہد ہوں گے یا مجتہد برحق ہوں گے۔

ہر صورت میں انکے ایمان پر کوئی قدح لازم نہیں آئے گا اور نہ ہی یہ عمل جنت میں جانے سے مانع ہوگا؛ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: (وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

الْمُقْسِطِينَ) ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(الحجرات:۹)۔

آگے فرمایا:(إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) ترجمہ: مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(الحجرات: ۱۰)۔ (المنتقی من منہاج الاعتدال فی نقض کلام اھل الرفض والاعتزال:۱/ ۲۴۹)۔

٦- ابن کثیر نے کہا: حدیث عمار نبوت کی نشانیوں میں سے ہے، بایں طور کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، اور صفین کے موقع پر اہل شام نے انہیں قتل کیا، اور عمار اس وقت اہل عراق اور علی کے ساتھ تھے، اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے خلافت کے زیادہ مستحق تھے، پھر بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو باغی کہنے سے انکی تکفیر لازم نہیں آتا جس طرح کہ شیعہ اور دیگر کچھ جاہل لوگوں نے یہ کوشش کی ہے، کیونکہ وہ گرچہ باغی تھے مگر وہ ساتھ ہی مجتہد اور متاول بھی تھے، اور یہ معلوم ہے کہ ہر مجتہد حق تک پہونچ جائے کوئی ضروری نہیں، پھر بھی اسے ایک اجر ملے گا، اور اگر حق تک پہونچ گیا تو دو اجر ملے گا، اور کچھ لوگوں نے حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اسے قیامت کے روز میری شفاعت نہیں ملے گی تو یہ بہتان اور جھوٹ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات نہیں کہی ہے کیونکہ یہ مقبول سند سے مروی

نہیں ہے۔

اور جہاں تک حدیث کا یک ٹکڑا کہ عمار انہیں جنت کی طرف بلائے گا اور وہ انہیں جہنم کی طرف بلائیں گے، تو اسکا مفہوم یہ ہیکہ عمار اور انکے ساتھی اہل شام کو الفت، اتحاد شدا جتماعیت کی گرد دعوت دیں گے، اور اہل شام چاہتے تھے کہ وہ بلاد شام پر قابض رہیں، اور اس طرح لوگ ہر علاقے میں ایک حاکم چن لیں اور یہ اختلاف وانتشار کہ دعوت ہے گرچہ ان کا یک مقصد اور نیت نہ رہی ہو، واللہ اعلم۔(البدایہ والنہایہ: ۳ / ۲۱۸)۔

علامہ ذہبی نے کیا ہی خوب لکھا ہے کہ ہم اللہ کا شکرادا کرتے کہ اس نے ہمیں ایسے زمانے میں پیدا کیا جب کہ اس معاملے میں حق بالکل واضح ہو چکا ہے، چنانچہ ہم نے دونوں اطراف کی دلیلوں اور استدلالوں کو سمجھ لیا اسی ہم نے انہیں معذور مانا اور ان کے حق میں استغفار کیا، اعتدال کے ساتھ ہم نے محبت کی، اور جائز تاویل کے ساتھ ہم نے باغیوں کیلئے رحمت کی دعا کی جیسا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) ترجمہ:اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں ۔(الحشر:۱۰)۔

اور ہم انکے لیے بھی رضا کی دعا کرتے ہیں جو دونوں فریق سے الگ تھلگ رہے، جیسے سعد بن

ابی وقاص، ابن عمر، محمد بن مسلمہ اور سعید بن زید وغیرہ۔

اور ہم ان خوارج سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں جنہوں نے علی سے جنگ کی اور دونوں فریق کی تکفیر کی، خوارج کلاب النار ہیں، یہ دین سے نکل چکے ہیں، اسکے باوجود ہم انکی دوزخی ہونے کا فیصلہ نہیں کرتے، جس طرح ہم بت پرست مشرکوں اور صلیب پرست عیسائیوں کو دوزخی سمجھتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۱۲۸)۔



فصل

حدیث ابی بکرہ (ان ابنی ھذا سید) کی تخریج:

امام بخاری نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ، يَقُولُ:" اسْتَقْبَلَ وَاللَّهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الْجِبَالِ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنِّي لَأَرَى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّي حَتَّى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: وَكَانَ وَاللَّهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ، أَيْ عَمْرُو إِنْ قَتَلَ هَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ مَنْ لِي بِأُمُورِ النَّاسِ بِنِسَائِهِمْ مَنْ لِي بِضَيْعَتِهِمْ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ: عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ، فَقَالَ: اذْهَبَا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَيْهِ، وَقُولَا لَهُ، وَاطْلُبَا إِلَيْهِ، فَأَتَيَاهُ، فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهُ فَطَلَبَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ، وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَائِهَا، قَالَا: فَإِنَّهُ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا، وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ، قَالَ: فَمَنْ لِي بِهَذَا؟ قَالَا: نَحْنُ لَكَ بِهِ، فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهِ، فَصَالَحَهُ، فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ، يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ، وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى، وَيَقُولُ: إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ".

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: إِنَّمَا ثَبَتَ لَنَا سَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ أَبِي بَكْرَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

ترجمہ: ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابوموسیٰ نے بیان کیا کہ میں نے امام حسن بصری سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ قسم اللہ کی جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما (معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں) پہاڑوں میں لشکر لے کر پہنچے، تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا (جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص تھے) کہ میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مقابل کو نیست و نابود کیے بغیر واپس نہ جائے گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا اور قسم اللہ کی، وہ ان دونوں اصحاب میں زیادہ اچھے تھے، کہ اے عمرو! اگر اس لشکر نے اس لشکر کو قتل کر دیا، یا اس نے اس کو قتل کر دیا، تو (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) لوگوں کے امور (کی جواب دہی کے لیے) میرے ساتھ کون ذمہ داری لے گا، لوگوں کی بیوہ عورتوں کی خبر گیری کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہوگا۔ لوگوں کی آل اولاد کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہوگا۔ آخر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کے یہاں قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے دو آدمی بھیجے۔

عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز، آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے یہاں جاؤ اور ان کے سامنے صلح پیش کرو، ان سے اس پر گفتگو کرو اور فیصلہ انہیں کی مرضی پر چھوڑ دو۔ چنانچہ یہ لوگ آئے اور آپ سے گفتگو کی اور فیصلہ آپ ہی کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم بنو عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہم کو خلافت کی وجہ سے روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہوگئی ہے اور ہمارے ساتھ یہ لوگ ہیں، یہ خون خرابہ کرنے میں طاق ہیں، بغیر روپیہ دیئے ماننے والے نہیں۔ وہ کہنے لگے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا اتنا روپیہ دینے پر راضی ہیں اور آپ

سے صلح چاہتے ہیں۔فیصلہ آپ کی مرضی پر چھوڑا ہے اور آپ سے پوچھا ہے۔حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی ذمہ داری کون لے گا؟ ان دونوں قاصدوں نے کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔حسن نے جس چیز کے متعلق بھی پوچھا، تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔آخر آپ نے صلح کر لی، پھر فرمایا کہ میں نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا مجھ سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا کہ ہمارے نزدیک اس حدیث سے حسن بصری کا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت ہوا ہے۔(صحیح بخاری: ۲۷۰۴)۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو حسن بصری نے روایت کیا ہے مگر اس میں اختلاف ہے، بعض نے حسن بصری کے واسطے ابو بکرہ سے روایت کیا ہے اور بعض نے انس سے روایت کیا ہے اور بعض نے ام سلمہ سے اور بعض نے حسن بصری سے مرسل روایت کیا ہے۔

جنہوں نے حسن بصری کے واسطے ابو بکرہ سے روایت کیا ہے اسکی کئی سندیں ہیں:

پہلی سند: اسرائیل ابو موسی بصری نے حسن بصری سے روایت کیا اور کہا کہ میں نے ابو بکرہ سے سنا۔

اور یہ سند بخاری، مسند احمد، بیہقی اور سنن نسائی الکبری وغیرہ میں موجود ہے۔

امام بخاری وغیرہ نے کہا کہ حسن بصری کا سماع ابو بکرہ سے ثابت ہے۔

دوسری سند: مبارک بن فضالہ سے حسن بصری سے روایت کیا اور کہا کہ مجھے اسکی خبر ابو بکرہ نے

دی ہے۔

یہ سند مسند احمد، مسند بزار، ابن حبان اور طبرانی میں موجود ہے۔

امام بزار نے اسے روایت کرنے کے بعد کہا کہ مبارک بن فضالہ کی حدیث کی کوئی حرج نہیں ہے، اہل علم کی ایک کثیر تعداد نے ان سے روایت کیا ہے۔

تیسری سند: رواہ اشعث بن عبدالملک عنہ عن ابی بکرہ۔

یہ سند سنن ابی داود اور سنن ترمذی میں موجود ہے۔

امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

چوتھی سند: رواہ علی بن زید بن جدعان عنہ عن ابی بکرہ۔

یہ سند سنن ابی داود اور معجم طبرانی کبیر میں موجود ہے۔

بزار نے اس سند کے بارے میں کہا ہے کہ علی بن جدعان سے صرف حماد بن زید نے روایت کیا ہے۔

پانچویں سند: رواہ اسماعیل بن مسلم عن الحسن عن ابی بکرہ۔

یہ سند معجم طبرانی کبیر میں موجود ہے۔

اسماعیل بن مسلم مکی گرچہ اہل علم میں سے ہیں مگر یہ متروک ہیں۔

چھٹی سند: رواہ ابو الاشھب جعفر بن حبان عن الحسن عن ابی بکرہ۔

اسے طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے۔

ساتویں سند: رواہ داود بن ابی ھند عن الحسن عن ابی بکرہ۔

طبرانی نے اسے اوسط میں روایت کیا ہے اور کہا کہ اس سند سے عبدالحکیم بن منصور کے سوا کسی

نے روایت نہیں کیا ہے۔

آٹھویں سند: رواہ یونس بن عبید ومنصور بن زاذان عن الحسن عن ابی بکرہ۔

اسے طبرانی نے صغیر اور کبیر میں روایت کیا ہے اور کہا کہ اسے یونس سے ھشیم کے سوکسی نے روایت نہیں کیا ہے۔

نویں سند: رواہ معمر قال: اخبرنی من سمع الحسن یحدث عن ابی بکرہ۔

یہ جامع معمر اور مسند احمد میں مروی ہے۔

حسن بصری نے ابو بکرہ سے روایت کیا ہے جس کی نو سندیں ہیں ان میں صرف پہلی دو سندوں میں سماع کی صراحت ہے باقی سندیں عنعنہ سے مروی ہیں۔

اور جہاں تک انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق ہے تو اسے سنن نسائی الکبری میں روایت کیا ہے، جو اس طرح ہے:

أخبرنا إسماعيل بن مسعود قال أنا خالد بن الحارث عن أشعث عن الحسن عن بعض أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم يعنى أنسا قال لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب والحسن على فخذه فيتكلم ما بدا له ثم يقبل عليه فيقبله فيقول اللهم إنى أحبه فأحبه قال ويقول إنى لأرجوا أن يصلح به بين فئتين من أمتى.

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور حسن آپ کی ران پر تھے، آپ نے انہیں بوسہ دیا اور فرمایا: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر لے۔ اور پھر فرمایا: مجھے امید ہے کہ اس کے ذریعے اللہ میری امت

کے دو عظیم گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔(سنن نسائی الکبری:۵ / ۴۹)۔

اور آگے اسی صفحے پر یہ روایت ہے:

أخبرنا محمد بن عبد الأعلى قال أنا خالد قال ثنا أشعث عن الحسن عن بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال يعني أنس بن مالك قال دخلت أو ربما دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم والحسن والحسين يتقلبان على بطنه قال ويقول ريحانتي من هذه الأمة۔

ترجمہ: اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین اس امت میں میرے دو پھول ہیں۔سنن نسائی الکبری:۵ / ۴۹)۔

اسے امام نسائی نے خصائص علی (۱۴۴) اور عمل الیوم واللیلہ (۲۵۳) میں بھی روایت کیا ہے۔

اسی طرح مسند بزار (۲۶۳۴) میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

اور جہاں تک ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا تعلق ہے تو اس سے میں واقف اب تک نہ ہوسکا، مگر امام مزی نے تحفۃ الاشراف (۹ / ۳۹) میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت حسن بصری کے واسطے ام سلمہ سے مروی ہے۔



فصل

اس حدیث پر تبصرہ:

بلا شبہ حسن بصری کی یہ روایت صحیح ہے،، بہت سارے لوگوں نے اسے روایت کیا ہے۔شروع کی دوسندوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے گرچہ بعد کی دیگر سندوں میں کئی وجوہات سے اختلاف ہے۔البتہ منجملہ یہ روایت صحیح ہے۔



فصل

کیا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے حسن بصری کا سماع ثابت ہے؟

اس میں اہل علم کا اختلاف ہے دو اقوال میں:

پہلا قول: سماع ثابت نہیں ہے، یہ یحی بن معین اور دارقطنی وغیرہ کا قول ہے۔

دوسرا قول: سماع ثابت ہے، یہ بہز بن اسد بصری، علی بن المدینی، بخاری اور بزار وغیرہ کا قول ہے، اور یہی قول امام ترمذی کا بھی لگتا ہے کیونکہ اسکی دو سندوں کی تصحیح کی ہے۔

پھر یہ لوگ دو قسموں میں منقسم ہو گئے:

پہلی قسم: مطلق سماع ثابت ہے۔

دوسری قسم: صرف کچھ روایتوں کا سماع ثابت ہے۔

دونوں قول میں راجح یہی دوسرا قول ہے، درج ذیل چند وجوہات کی بنیاد پر:

پہلی وجہ: بہت ساری روایتوں میں سماع کی صراحت ہے۔

دوسری وجہ: بصرہ کے حفاظ محدثین کا یہی قول ہے جو کہ حسن بصری کے شہر کے ہیں اور ظاہر سی بات ہے کہ یہ لوگ ان کے مقابلے میں زیادہ قابل حجت ہوں گے جو اس شہر کے نہیں ہوں گے۔

چنانچہ ابو بکرہ جب سے بصرہ میں گئے وہیں رہ گئے اور وہیں پر انتقال ہوا، اسی طرح حسن بصری بھی وہیں پر زندگی بھر رہے۔ اور اہل بصرہ نے سماع کی تصدیق کی ہے جبکہ بصرہ کے کسی بھی محدث سے انکار ثابت نہیں ہے۔ جتنے لوگوں نے سماع کا انکار کیا ہے ان میں سے کوئی بھی بصری نہیں ہے۔

تیسری وجہ: بہز بن اسد بصری حسن بصری کھ بعد تلامذہ کے شاگرد ہیں، اور انہوں نے بعض

روایتوں میں سماع کی صراحت کی ہے، چنانچہ یہ بھی ایک وجہ ترجیح ہے۔کیونکہ بہز بن اسد ایک مشہور ثقہ راوی ہیں حتی کہ امام احمد نے انکے بارے میں کہا کہ تحقیق وتمحیص میں یہ انتہا کو پہونچے ہوئے تھے۔یعنی اچھی طرح تحقیق کرنے کے بعد ہی کسی حدیث کو روایت کرتے تھے۔

چوتھی وجہ: حسن بصری جنگ صفین کے موقع پر بصرہ آئے تھے،اور وہیں پر وفات ہوئی،ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بھی بصرہ میں وارد ہوئے اور وہیں پر ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں وفات ہوئی۔اس طرح حسن بصری ایک طویل مدت تک آپ کے معاصر رہے،ایک اندازہ کے مطابق پندرہ سال تک بصرہ میں آپ کی صحبت نصیب رہی،اس وقت جمعہ اور عید کی نمازیں ایک شہر میں ایک ہی جگہ ہوا کرتی تھی۔اس سے بلکل واضح ہوجاتاہے کہ حسن بصری کا سماع ابوبکرہ سے ثابت ہے۔

پانچویں وجہ: حسن بصری بعض ان احادیث سے احتجاج کرتے تھے جنہیں انہوں نے ابوبکرہ سے روایت کیاہے،اور یک اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیثیں ان کے نزدیک صحیح اور قوی ہیں، جیسے مذکورہ حدیث،اوراسی طرح ایک دوسری روایت سنن ابی داود کے اندر وارد ہوا ہے:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ:" صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَوْفٍ الظُّهْرَ، فَصَفَّ بَعْضُهُمْ خَلْفَهُ، وَبَعْضُهُمْ بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ، فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَانْطَلَقَ الَّذِينَ صَلَّوْا مَعَهُ فَوَقَفُوا مَوْقِفَ أَصْحَابِهِمْ، ثُمَّ جَاءَ أُولَئِكَ فَصَلَّوْا خَلْفَهُ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعًا وَلِأَصْحَابِهِ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ". وَبِذَلِكَ كَانَ يُفْتِي الْحَسَنُ.

ترجمہ: سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کی حالت میں ظہر

ادا کی تو بعض لوگوں نے آپ کے پیچھے صف بندی کی اور بعض دشمن کے سامنے رہے، آپ نے انہیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا، تو جو لوگ آپ کے ساتھ نماز میں تھے، وہ اپنے ساتھیوں کی جگہ جا کر کھڑے ہو گئے اور وہ لوگ یہاں آ گئے پھر آپ کے پیچھے انہوں نے نماز پڑھی تو آپ نے انہیں بھی دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیرا، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں اور صحابہ کرام کی دو دو رکعتیں ہوئیں، اور حسن بصری اسی کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (سنن ابی داود: ۱۲۴۸)۔

چھٹی وجہ: حسن بصری کی یہ روایت بالکل ٹھیک ہے اس پر کوئی نکیر نہیں ہے، اسکی کئی شواہد بھی ہیں۔



فصل

صحت حدیث پر تبصرہ:

یہ بات گزر چکی ہے کہ اس حدیث کی صحت پر کوئی شک نہیں ہے، اور جن سندوں میں اختلاف ہے اس میں راجح کیا ہے وہ بھی گزر چکا نیز یہ کہ حسن بصری کا سماع ابوبکرہ سے ثابت ہے یہی راجح ہے، اسلئے یہ حدیث صحیح ہے کبار ائمہ نے اسکی تصحیح کی ہے۔



فصل

اس حدیث کے شواہد:

اس حدیث کے کچھ خاص شواہد ہیں اور کچھ عام شواہد ہیں:

* عام شواہد:

پہلا: کتاب وسنت کی روشنی میں صلح کی فضیلت اور اس پر ابھارنا ثابت ہے، انہیں نصوص میں سے اللہ تعالی کا یک قول بھی ہے: (لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا) ترجمہ: ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں، سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے اور جو بھی یہ کام اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کرے گا تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔ (النساء: ۱۱۴)

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا) ترجمہ: دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح کی صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے، اور تمام طبیعتوں میں حرص (حاضر) رکھی گئی ہے اور اگر تم نیکی کرو اور ڈرتے رہو تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پورا باخبر ہے۔ (النساء: ۱۲۸)۔

دوسری جگہ اللہ تبارک و تعالی نے فرمایا: (فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ) ترجمہ: سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔ (الانفال: ۱)۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ تبارک و تعالی ہے فرمایا:(وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ) ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(الحجرات:۹)۔

آگے فرمایا:(إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) ترجمہ: مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(الحجرات:۱۰)۔

اور صحیحین کے اندر وارد ہوا ہے:

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الِاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ".

ترجمہ: ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انسان کے ہر ایک جوڑ پر صدقہ لازم ہوتا ہے۔ ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ انسانوں کے درمیان انصاف کرے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے اور کسی کو سواری کے معاملے میں اگر مدد پہنچائے، اس طرح پر کہ اسے اس پر سوار کرائے یا اس کا سامان اٹھا کر رکھ دے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے اور اچھی بات منہ سے نکالنا بھی ایک صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور اگر کوئی راستے سے کسی تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دے تو وہ بھی ایک صدقہ ہے۔" (صحیح بخاری: ۲۹۸۹)۔

اسی طرح صحیحین میں یہ روایت بھی وارد ہوئی ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أُمَّهُ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عُقْبَةَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِي خَيْرًا أَوْ يَقُولُ خَيْرًا".

ترجمہ: ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا صالح بن کیسان سے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں حمید بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ان کی والدہ ام کلثوم بنت عقبہ نے انہیں خبر دی اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھائے یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے۔ (صحیح بخاری: ۲۶۹۲)۔

دوسرا: صلح کا واقع ہونا خود اس حدیث کی صحت کی طرف اشارہ کرتا ہے، اس حدیث سے خود حسن بصری نے بھی معاویہ اور حسن رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح پر استدلال کیا ہے۔

تیسرا: حسن رضی اللہ عنہ سے تمام اہل عراق نے بیعت کی تھی، اور اسکے علاوہ بھی ایک بڑی تعداد تھی، اسکے باوجود آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں تنازل اختیار کرلیا، جسکے کئی اسباب تھے ان میں ایک یہ حدیث بھی تھی جس میں صلح کی پیشین گوئی موجود ہے۔ واللہ اعلم۔



فصل

اس حدیث کے خاص شواہد:

پہلا: حدیث جابر جو کہ خطیب بغدادی کی کتاب تاریخ بغداد میں اعمش کے طریق سے مروی ہے جس میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سے فرمایا: (إن ابنی هذا سيد، يصلح الله به بين فئتين من المسلمين) ترجمہ: یقینا میرا یہ بیٹا سردار ہے، اللہ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔ (تاریخ بغداد ۸: ۲۶/)۔

اس حدیث کے شواہد بھی ہیں معجم طبرانی اور مسند بزار میں۔

دوسرا: حدیث انس جسے ابو عمرو الدانی نے کتاب الفتن میں روایت کیا ہے جس میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے تعلق سے فرمایا: (إن ابنی هذا سيد، يصلح الله على يديه بين فئتين من أمتي يحقن الله دماءهم به) ترجمہ: میرا یہ بیٹا سردار ہے، اسکے ہاتھ پر اللہ تعالی میری امت کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا اور اس کے ذریعے انکے خون بہنے سے روکے گا۔ (کتاب الفتن: ۱/ ۲۱۶)۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں ابان رشاقی ہیں جو گرچہ صاحب تقوی تھے مگر متروک ہیں۔ اسی لئے یہ سند گرچہ قابل اعتماد نہیں ہے مگر یک دلالت ضرور کرتا ہے کہ یہ خبر بہت مشہور ہے، واللہ اعلم۔



فصل

اس حدیث کو کن کن ائمہ نے صحیح کہا ہے؟

بہت سارے ائمہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ان میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے:

۱-حسن بصری جنہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

۲-ابن عیینہ۔

۳-ابن المدینی۔

۴-بخاری۔

۵-ترمذی۔

۶-ابن حبان۔

۷-بغوی نے شرح السنہ (۱۴/ ۱۳۶) کے اندر۔

انکے علاوہ بھی بہت سارے لوگوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

ھذا و باللہ التوفیق، وصلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ:

عبداللہ بن عبدالرحمن السعد



مقدمہ برائے مولف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره, ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له, ومن يضلل فلا هادي له, وأشهد ألا إله إلا الله وحده لا شريك له, وأشهد أن محمدا عبده ورسوله صلى الله وسلم عليه وعلى آله وصحبه أجمعين, أما بعد

وہ اخبار واحادیث جن کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر طعن وتشنیع وارد ہے ان کے تعلق سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کیا ہی خوبصورت بات کہی ہے، چنانچہ آپ کے اس خوبصورت کلام کو امام خلال نے اپنی کتاب السنہ کے اندر نقل کیا ہے:

ایسی باتیں اگر عام لوگوں کے تعلق سے بھی کہی جائیں تو آپ انہیں نہیں مانیں گے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے تعلق سے ایسی باتیں کیسے برداشت کرسکتے ہیں؟! اور مزید فرمایا کہ میں ایسی احادیث نقل نہیں کرسکتا۔ (کتاب السنہ للامام خلال: ۳/ ۵۰۱)۔

امام مروزی نے کہا: میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ جو ایسی ردی حدیثیں نقل کرتا ہو تو کیا اسکا بائیکاٹ کر دیا جائے؟ فرمایا: جی ہاں، ایسی ردی حدیثوں کے نقل کرنے والے کو پتھر سے مارنا چاہیئے۔ دیکھیں: کتاب الابانہ لابن بطہ ص ۲۹۴، سیر اعلام النبلاء: ۱۰/ ۹۲، اسکی سند صحیح ہے۔

آپ کو تعجب ہوگا اور یک دیکھ کر حیران وششدر رہ جائیں گے کہ بعض علمی تحقیق کے دعوی کرنے والے تاریخ کے نام پر اسلامی تاریخ کے اندر تحریف وتغییر کے مرتکب ہوتے ہیں، اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ کے صحابہ کرام اور سلف صالحین پر طعن و تشنیع کرنے میں بڑی جراءت دکھاتے ہیں!

جی ہاں، صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے میں بڑی جراءت دکھاتے ہیں!

اور تحقیق ہی کے نام پر صحابہ کو صرف انصار و مہاجرین کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں، انکے علاوہ باقی ان ہزاروں صحابہ کو جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے بعد اسلام لائے انہیں شرف صحابیت سے نکال دیتے ہیں!

یعنی ایک طرف صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں دوسری طرف وہ نصوص جن کے اندر صحابہ کی فضیلت اور منقبت وارد ہوئی ہے انہیں ان صحابہ پر فٹ نہیں کرتے ہیں!

باقی صحابہ کو یہ لغوی معنی میں لیتے ہیں!!

حالانکہ یہ بدعتی قول ہے، ایسی بات اب تک کسی نے نہیں کہی ہے!

یہاں تک کہ بعض اہل بدعت (روافض) اور نفس پرست صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چند کو چھوڑ کر باقی سارے صحابہ نعوذ باللہ مرتد ہو گئے تھے! (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الصارم المسلول میں لکھا ہے کہ جو چند کو چھوڑ کر باقی دیگر تمام صحابہ کو کافر اور فاسق کہتے ہیں انکے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن کے بہت سارے نصوص کو جھٹلا رہا ہے۔ (الصارم المسلول: ۳/ ۱۱۱۰)۔

صحابہ کرام پر یہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ انکا عمل گرچہ ختم ہوگیا مگر (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے انہیں قیامت تک اجر ملتا رہے گا۔

یہ دشمنان سنت بدعتی صرف صحابہ کرام ہی کی مذمت نہیں کرتے بلکہ یہ اہل سنت والجماعہ کی بھی مذمت کرتے ہیں!

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اور آپ کی مبارک دعوت کی بھی مذمت کرتے ہیں!

آپ نے اپنی کتاب کشف الشبہات کے اندر اپنے مخالفین کے بہت سارے شبہات کا جواب دیا ہے۔

یہ دشمنان توحید اسکے مقابلے اہل بدعت اور ہوا پرستوں کی خوب تعریف کرتے ہیں!

دوسری طرف یہ سلف کی کتابوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ سب تجسیم کی کتابیں ہیں اور انکے علاوہ دیگر کتب عقائد پر جرح ونقد کرتے ہیں۔

اسکے علاوہ بھی بہت ساری گمراہیاں اور بدعات ہیں جن کا یہ ارتکاب کرتے ہیں؛ خواہ وہ انکا زبانی اقرار کریں یا نہ کریں!

وہ دھیرے دھیرے گمراہی اور ضلالت کے دلدل کی چلے جاتے ہیں۔

اور یہ معلوم ہے کہ اہل بدعت اور نفس پرستوں کی یہ علامت ہے کہ وہ سلف صالحین، اہل اثر پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، اہل سنت کو برے القاب سے پکارتے ہیں، اور انہیں ایسے اوصاف سے بلاتے ہیں جن سے وہ بری ہیں۔

یہ تو ایسے ہی ہے کہ آپ کے اندر جو برائی ہو اسے دوسرے کے سر مڈھ دیں۔

ابو زرعہ نے کہا: اہل بدعت کی علامت یہ ہیکہ وہ اہل اثر پر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ (شرح اصول اعتقاد اھل السنہ للامام لالکائی: ۱/ ۱۷۹)۔

اسی طرح امام ابو حاتم رازی نے کہا:

اہل بدعت کی نشانی اہل اثر پر طعن وتشنیع کرنا ہے۔

زنادقہ کی نشانی اہل اثر کو حشویہ کہنا ہے، ایسا کہہ کر یہ احادیث کو رد کرنا چاہتے ہیں۔

قدریہ کی نشانی اہل سنت کو مجبرہ کہنا ہے۔

اور جہمیہ کی نشانی اہل سنت کو مشبہہ کہنا ہے۔(شرح السنہ للامام بر بہاری: ۱۰۹)۔

امام صابونی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ اہل سنت کو صرف ایک ہی وصف اور لقب سے پکارا جاسکتا ہے اور وہ لقب ہے اصحاب الحدیث کا۔(عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث، ص ۳۰۵)۔

امام لالکائی نے میمون بن مہران سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے ابن عباس نے کہا: اے میمون! جنت میں سلامتی سے جانا ہے تو سلف کو برا بھلا نہ کہو۔(شرح اصول اعتقاد اھل السنہ للامام لالکائی: ۷/ ۱۳۲۵)۔

اہل بدعت کے شبہات اور باطل افکار ونظریات پر بہت سارے علماء رد کیا ہے، اور ان کے جھوٹ اور تدلیس کا پردہ فاش کیا ہے، اللہ سب کو اجر عظیم سے نوازے۔

ان شاء اللہ کی کتاب اہل بدعت کے ان شبہات اور باطل افکار وعقائد کے رد میں ہوگی جو کچھ اہل بدعت نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے اختیار کر رکھا ہے، اور آپ پر طعن و تشنیع کیلئے دسیوں صفحات کو سیاہ کر دیا ہے، انہیں طعن و تشنیع اور پروپیگنڈوں میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے:

-سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر لعن کی سنت جاری کرنا۔

-شراب کی تجارت کرنا!

-سودی کاروبار کرنا!

-اہل ہند کے ہاتھ بتوں کو فروخت کرنا۔

-صفین میں ۲۵/ بدری صحابہ کو آپ نے قتل کیا!

-معاویہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بدلا ہے!

-معاویہ رضی اللہ عنہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی تھے، جبکہ انکا قاتل دوزخی ہے!

-معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے!

-کبار بدری صحابہ جیسے عبادہ بن صامت نے آپ کو برے امیر سے متھم کیا۔

-عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے دین واسلام میں شک کیا۔

-عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان منافقین میں شمار کیا جنہوں نے غزوہ تبوک سے واپسی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔

-شام سے واپسی پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی!

-اشتر نخعی اور عبد الرحمن بن خالد بن ولید اور دیگر کئی لوگوں کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کی کوشش کی۔

-معاویہ رضی اللہ عنہ تمام ظالموں کے سردار ہیں!

-معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت بہت سارے مہاجر اور انصار صحابہ اور دیگر کئی تابعین کی زبانی ثابت ہے!

-معاویہ رضی اللہ عنہ جھوٹی قسمیں کھاتے تھے!

-معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو مٹا دیا۔

(ان سارے باطل اقوال وخرافات کو آپ دیکھیں اس کتاب کے اندر: مع الشیخ عبد اللہ السعدفی الصحبۃ والصحابۃ، تالیف: حسن بن فرحان مالکی)۔

اس طرح کے بہت سارے باطل اقوال وخرافات کو ان اہل بدعت اور جھوٹے نفس پرستوں

نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کر رکھا ہے، حقائق اور نصوص کے ساتھ انہوں نے کھلواڑ کیا ہے چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں وارد موضوع اور ضعیف روایات کی تصحیح کر دی اور آپ کی فضیلت میں وارد احادیث کی تضعیف کر دی!

اس وقت مجھے ابو توبہ ربیع بن نافع الحلبی رحمہ اللہ کا یہ قول یاد آیا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا دروازہ ہیں، آدمی جب دروازہ کھول دیتا ہے تو گھر میں آسانی سے داخل ہو جاتا ہے۔(تاریخ بغداد: ۱/ ۲۰۹، تاریخ دمشق: ۵۹/ ۲۰۹)۔

عبداللہ بن مبارک نے کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے نزدیک آزمائش اور معیار ہیں، ہم جسے دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف نظر بد اٹھا رہا ہے تو ہم اسے تمام صحابہ کا گستاخ سمجھتے ہیں۔(تاریخ دمشق: ۵۹/ ۲۱۱)۔

امام بربہاری نے کہا: اگر کسی کو دیکھو کہ وہ اصحاب رسول میں سے کسی پر طعن کر رہا ہے تو اسے نفس پرست اور بد بخت سمجھو۔(شرح السنہ للامام بربہاری: ۱۰۶)

اس سے بھی زیادہ بھیانک اور سنگین امر یہ ہے کہ ابو بکر، عمر، انس، سمرہ بن جندب، عمرو بن العاص اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ پر طعن و تشنیع کیا جائے۔

اسکے بعد یہ کہ علمائے اہل سنت پر طعن و تشنیع کیا جائے جیسے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ابن القیم رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ، اور ان کے علاوہ بھی دیگر علمائے اہل سنت۔

ارشاد باری تعالی ہے:(وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان

میں جگہ بنالی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کرکے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔(الحشر:۱۰)۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی کسی صحابی کی عیب جوئی کرے یا ان میں سے کسی سے بغض رکھے کسی واقعے کو لیکر، تو ان کی برائی بیان کرے تو جان لو کہ وہ بدعتی ہے یہاں تک کہ وہ تمام صحابہ کیلئے رحمت کی دعا نہ کرے اور اسکا دل سارے صحابہ کیلئے صاف نہ ہو جائے۔(مناقب الامام احمد لابن الجوزی:۲۱۰)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الواسطیہ میں کہا: اہل سنت والجماعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کے تعلق سے دل صاف رہے اور ان کے بارے میں ہم وہی عقیدہ رکھیں جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے بارے میں بیان کیا ہے، اور جیسا کہ اللہ نے انکے بارے میں کہا ہے:(وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِإِخۡوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالۡإِيمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ) ترجمہ: اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کرکے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ (الحشر:۱۰)۔

اور جیسا کہ ان کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو۔ اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مدغلہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔“ (صحیح بخاری: ۳۶۷۳)۔

اس کتاب کے اندر کئی مباحث ہیں:

-فصل ان احادیث کے جواب میں جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں۔

-فصل ان احادیث کے جواب میں جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں مگر انہیں ضعیف قرار دے دیا گیا۔

-فصل ان شبہات، پروپیگنڈوں، بہتانوں اور اباطیل کا جواب جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کہے گئے ہیں جیسے:

-آپ شراب کی تجارت کرتے تھے۔

-آپ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے تھے۔

-آپ اہل ہند کے لئے بتوں کی فروخت کرتے تھے۔

-بہت سارے مہاجرین وانصار صحابہ نے آپ کی مذمت کی ہے۔

-معاویہ رضی اللہ عنہ جھوٹی قسمیں کھاتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے!

-کیا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی تکفیر کی ہے؟!

-کیا صفین کے موقع پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۲۵/صحابہ کا قتل کیا تھا؟!

-کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا؟!

-کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمن بن خالد بن ولید کو قتل کیا تھا؟!

-کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی کو قتل کیا تھا؟!

-فصل معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں۔

-فصل اقوال سلف در مدح معاویہ۔

-فصل صحابہ کے مابین پیش آنے والے اختلاف کے تعلق سے سکوت اختیار کرنے پر اہل سنت والجماعہ کا اجماع ہے۔

-میں کہتا ہوں کہ اہل بدعت ان تمام نصوص کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں جو صحابہ کی فضیلت میں وارد ہیں، لیکن وہ ایسا کیونکر کرسکتے ہیں!

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ایک بدعتی کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ ان نصوص کو چھپالے جو اسکے خلاف ہیں، بلکہ وہ انہیں بیان کرنے سے نفرت کرتا ہے۔(مجموع الفتاوی: ۲۰/۱۶۱)۔

اللہ کی قسم تاریخ گواہ ہے کہ وہ سارے باطل باتیں اور شبہات جو سب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کے بارے میں وارد ہیں سب کے سب حرف غلط کی طرح کوئی وقعت نہیں رکھتے۔اگر ایسی

بات نہ ہوتی کہ کچھ علمی تحقیق کے نام پر ان جھوٹی روایتوں کو پروموٹ کر رہے ہیں تو میں کبھی بھی اس موضوع پر نہیں لکھتا لیکن اب ضروری ہوگیا ہے کہ ایسے سازش کاروں اور جھوٹوں کا جواب دیا جائے۔

میں نے اس کتاب کا نام (**سل السنان فی الذب عن معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ**) رکھا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالی اسے اپنی رضا کیلئے خالص کر دے، سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ:

سعد بن ضیدان السبیعی

۱۲/ ۷/ ۱۴۲۷ھ



فصل

ان احادیث کا جواب جن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت وارد ہوئی ہے:

جان لو! وہ احادیث جن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت وارد ہوئی ہے وہ احادیث یا تو صحیح ہیں مگر انکا وہ معنیٰ نہیں ہے جو مذمت میں بیان کرنے والے بتاتے ہیں یا پھر وہ احادیث صحیح ہی نہیں ہیں۔

امام نووی نے کہا: علماء نے کہا کہ وہ احادیث جن سے بظاہر کسی صحابی پر طعن لازم آئے تو انکی تاویل کی جائے گی۔ (شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۵/ ۱۷۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ابو موسیٰ اشعری، عمرو بن العاص اور معاویہ رضی اللہ عنہم ان صحابہ میں شمار ہوتے ہیں جن کے بہت سارے فضائل اور محاسن ہیں، چنانچہ ان کے خلاف جو بھی بیان کیا جاتا ہے ان میں اکثر جھوٹ ہے، اور اگر ان میں کچھ سچ ہے تو وہ اجتہاد پر مبنی ہے، اور مجتہد اگر درستگی تک پہونچ جائے تو اسے دو اجر بصورت دیگر ایک اجر ملتا ہے، اور اسکی غلطی معاف کر دی جاتی ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۴/ ۴۳۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (المنار المنیف: ۹۴)۔

حسن المالکی وغیرہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں جن احادیث کو نقل کیا ہے وہ یا تو صحیح ہیں یا ضعیف ہیں یا موضوع ہیں!!

پہلے ضعیف اور موضوع احادیث کو جواب دوں گا پھر صحیح احادیث کا جن میں وہ مطلب نہیں ہے جسے وہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

*موضوع اور ضعیف روایات:

پہلی حدیث: سیدنا ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:(إذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه) ترجمہ: جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کردو۔

اسے ابن عدی نے الکامل (۲ / ۱۴۶) کے اندر، ابن الجوزی نے الموضوعات (۲ / ۲۶۵) کے اندر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۱۵۵) کے اندر نقل کیا ہے۔

اسی طرح عقیلی نے (الضعفاء: ۳ / ۹۹۷) کے اندر نقل کیا ہے۔

اس حدیث کی کل سات سندیں ہیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی سند صحیح نہیں ہے۔اس طرح یہ حدیث سند اور متن دونوں اعتبار سے باطل ہے، اہل علم کی ایک جماعت نے اسکے بطلان کی صراحت کی ہے:

۱-امام بخاری نے اس روایت کو التاریخ الاوسط (۷۱) کے اندر روایت کیا ہے اور اسے ضعیف کہا ہے، کیونکہ جنہوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو زمانہ پایا ہی نہیں۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ اعمش نے کہا کہ ہم کچھ واقعات تعجب کے طور پر بیان کرتے تھے انہیں میں سے یہ حدیث بھی ہے، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ صحابہ کرام نے پایا ہے، اور ان کئی موجودگی میں آپ شام کے امیر تھے پورے دور فاروقی میں پھر اسکے بعد بھی دس سال تک امیر رہے مگر کسی

نے آپ کو قتل نہیں کیا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان حدیثوں کی کوئی اصل نہیں ہے، اور صحابہ کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

۲-ابوجعفر عقیلی نے کتاب الضعفاء (۱/ ۲۸۰) میں اس جیسی کئی حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد کہا کہ اس طرح کی کوئی بھی روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

۳-ابن حبان نے کتاب المجروحین (۱/ ۱۷۱) کے اندر اس جیسی کئی حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد کہا کہ ان میں سے اکثر حدیثیں مقلوب ہیں۔

ابن الجوزی نے کتاب الموضوعات (۲/ ۲۶۶) میں کہا کہ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ اور اس حدیث کو آپ نے ان حدیثوں میں شامل کیا ہے جنہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف گڑھا گیا ہے۔

۴-ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹/ ۱۵۷) میں کہا کہ اس کی ساری سندیں متکلم فیہ ہیں۔

۵-شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تاریخ اسلام میں ایسی کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، محدثین کے نزدیک یہ سب جھوٹ ہے، ابن الجوزی نے اسے کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔ (منہاج السنہ: ۲/ ۲۵۹)۔

۶-امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۳/ ۱۵۰) میں کہا کہ یہ جھوٹ ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں معاویہ سے مراد معاویہ بن تابوہ منافق ہے۔

۷-ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱/ ۴۳۴) میں کہا کہ یہ حدیث بلاشبہ جھوٹی ہے۔

۸-ابن عدی نے الکامل (۳/ ۴۱۹) کے اندر کہا کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔

۹-ابن حجر ہیتمی نے تطہیر الجنان (۳۸) کے اندر کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۱۰-علامہ جوز جانی نے اباطیل (۱/ ۲۰۰) کے اندر کہا کہ یہ موضوع اور باطل ہے، اسکی کوئی اصل نہیں ہے، اسے اہل بدعت جھوٹی روایت بیان کرنے والوں نے گڑھا ہے، اللہ انہیں دونوں جہاں میں رسوا کرے، اس طرح کی باتوں پر جو یقین رکھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات کہی ہے تو وہ زندیق ہے دین سے خارج ہے۔

۱۱-علامہ شوکانی نے اسے الفوائد المجموعہ (۴۰۷) میں ذکر کیا ہے۔

۱۲-علامہ سیوطی نے الفوائد فی اللالی المصنوعہ (۱/ ۳۸۸) میں ذکر کیا ہے۔

۱۳-ابن عراق کنانی نے تنزیہ الشریعہ المرفوعہ (۲/ ۸) میں ذکر۔

***یہ حدیث متن کے اعتبار سے بھی باطل ہے دو وجہوں سے:**

۱-منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے لوگ بھی چڑھے ہیں جو معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہیں زیادہ برے تھے، مگر پھر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے کا حکم نہیں دیا!!

۲-اس سے ان صحابہ پر قدح لازم آتا ہے جن تک یہ حدیث پہونچی اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو منبر رسول پر دیکھ کر قتل کر دیں!

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ (۲/ ۲۹۵) کے اندر اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ تاریخ اسلام میں ایسی کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، محدثین کے نزدیک یہ سب جھوٹ ہے، ابن الجوزی نے اسے کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔مزید یہ کہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے لوگ بھی چڑھے ہیں جو معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہیں زیادہ برے تھے، مگر پھر بھی نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے کا حکم نہیں دیا!! (منہاج السنہ: ۲/ ۲۵۹)۔

آگے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کا جھوٹ ہونا اس سے واضح ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جتنے بھی لوگ آئے ان سب سے آپ بالاتفاق افضل تھے، سو اگر مجرد منبر پر چڑھنے سے قتل کرنا واجب ہوتا تو آپ کے بعد جتنے بھی آئے ہیں سب کا قتل کرنا واجب تھا۔

اسی طرح یہ بدیہی طور پر معلوم ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو اسے مجرد منبر پر چڑھنے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا، اور اگر کہا جائے کہ قتل کا حکم اسلئے ہے کہ وہ حکومت کے اہل نہیں تھے تو ایسی صورت میں تو معاویہ کے بعد جتنے بھی آئے ان سب سے آپ بالاتفاق افضل تھے چنانچہ ان سب کو قتل کرنا واجب ہو جائے گا۔ اور یہ ان متواتر حدیثوں کے خلاف ہے جن کے اندر حکام کو قتل کرنے اور ان سے قتال کرنے سے روکا گیا ہے۔

پھر امت مسلمہ بھی اسکے خلاف متفق ہے کیونکہ امت میں سے کسی نے بھی کسی حاکم کو قتل نہیں کیا اور نہ اسکے خون کو حلال کیا۔ (منہاج السنہ: ۴/ ۳۸۰)۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱/ ۴۳۴) میں کہا کہ بلاشبہ یہ حدیث جھوٹی ہے، اگر صحیح ہوتی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا حکم دیا ہوتا تو صحابہ نے بلا کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف کئے بغیر آگے بڑھ کر ایسے حکام کو قتل کر دیتے۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: تطہیر الجنان لابن حجر ہیتمی: ۳۸۔



***(إذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه) حدیث کی حسن مالکی کی طرف سے تصحیح کرنا اور اس پر ملاحظہ اور تبصرہ:**

۱- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اصلی مصادر کی طرف رجوع نہ کر کے فرعی مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اصل خبر سے واقف نہیں ہوا۔

جیسے کہ یہ حدیث اصل میں مروی ہے ابن عدی کی الکامل (۲/ ۲۰۹) اور ابن حبان کی کتاب المجروحین (۱/ ۳۵) اور ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات (۲/ ۲۶۵) میں۔ مگر اسکا حوالہ دے دیا سیر اعلام النبلاء (۳/ ۱۴۹) کا!

۲-شواہد کے ذکر کرنے میں تدلیس سے کام لیا گیا ہے:

چنانچہ حسن مالکی نے الکامل سے دو شواہد ذکر کئے جب کہ وہ دونوں ایک ہی ہیں۔

۳-مذکورہ حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث عاصم سے چار سندوں کے ساتھ مروی ہے۔ لیکن صرف تین ہی سندوں کا ذکر کیا۔ اور ان میں ایک سند کا کوئی حوالہ بھی نقل نہیں کیا۔



*دوسری حدیث:

(لعن اللہ الراکب والقائد والسائق)۔

۱-حدیث سفینہ:

مسند بزار (۹/۲۸۶) میں مذکور ہے:

حدثنا السکن بن سعيد، قال: نا عبد الصمد، قال: نا أبي، وحدثنا حماد بن سلمة، عن سعيد بن جمهان، عن سفينة، رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان جالسا فمر رجل على بعير وبين يديه قائد وخلفه سائق، فقال: "لعن الله القائد والسائق والراكب"۔

ترجمہ: سعید بن جمہان سے مروی ہے کہ سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ وہاں سے ایک آدمی اونٹ پر بیٹھا ہوا گزرا، اسکے سامنے اونٹ ہانکنے والا اور پیچھے اسے چلانے والا تھا، یک دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگے چلنے والے، پیچھے چلنے والے اور سوار تینوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس کا جواب درج ذیل ہے:

پہلا جواب: اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو اس میں معاویہ رضی اللہ عنہ کا کوئی ذکر نہیں ہے!

دوسرا جواب: یہ حدیث منکر ہے، اور اس حدیث کے متن کی نکارت پر جو دلالت کرتا ہے وہ یہ کہ بلاذری نے انساب الاشراف (۱۲۹) میں عبدالوارث بن سعید عن سعید بن جمہان عن سفینہ کی طریق سے روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: (لعن الله الحامل والمحمول والقائد

والسائق) ترجمہ: اللہ کی لعنت ہو سواری اور سوار پر نیز چلانے والے اور ہانکنے والے پر۔

حامل یعنی سواری سے مراد اونٹنی ہے، کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانور پر لعنت کریں گے!

جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لعنت بھیجنے والوں کے خلاف کہا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ بَعَثَ إِلَى أُمِّ الدَّرْدَاءِ بِأَنْجَادٍ مِنْ عِنْدِهِ، فَلَمَّا أَنْ كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ قَامَ عَبْدُ الْمَلِكِ مِنَ اللَّيْلِ، فَدَعَا خَادِمَهُ فَكَأَنَّهُ أَبْطَأَ عَلَيْهِ فَلَعَنَهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ، قَالَتْ لَهُ أُمُّ الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُكَ اللَّيْلَةَ لَعَنْتَ خَادِمَكَ حِينَ دَعَوْتَهُ، فَقَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ".

ترجمہ: زید بن اسلم سے روایت ہے، عبدالملک بن مروان نے ام درداء کے پاس گھر کی آرائش کا سامان اپنے پاس سے بھیجا۔ ایک رات کو عبدالملک اٹھا اور اس نے اپنے خادم کو بلایا، خادم نے آنے میں دیر کی، عبدالملک نے اس پر لعنت کی، جب صبح ہوئی تو ام درداء نے عبدالملک سے کہا کہ میں نے سنا رات کو تو نے اپنے خادم پر بلاتے وقت لعنت کی اور میں نے سنا ابوالدرداء سے، وہ کہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو لوگ لعنت کرتے ہیں وہ قیامت کے دن کسی کی شفاعت نہ کریں گے نہ گواہ ہوں گے۔“ (صحیح مسلم: ۲۵۹۸)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: " بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، وَامْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى نَاقَةٍ، فَضَجِرَتْ، فَلَعَنَتْهَا، فَسَمِعَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: خُذُوا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوهَا فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ "، قَالَ عِمْرَانُ: فَكَأَنِّي أَرَاهَا الْآنَ تَمْشِي فِي النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا أَحَدٌ.

ترجمہ: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے اور ایک انصاری عورت ایک اونٹنی پر سوار تھی وہ تڑپی عورت نے اس پر لعنت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور فرمایا: "اس اونٹنی پر جو کچھ ہے وہ اتارلو اور اس کو چھوڑ دو کیونکہ وہ ملعون ہے۔" عمران نے کہا: میں اس اونٹنی کو گو اس وقت دیکھ رہا ہوں وہ پھرتی تھی لوگوں میں کوئی اس سے تعرض نہ کرتا۔ (صحیح مسلم: ۲۵۹۵)۔

تیسرا جواب: سکن بن سعید جو کہ امام بزار کے شیخ ہیں انکا ترجمہ مجھے کہیں نہیں ملا بلکہ وہ مجہول ہیں جیسا کہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۷ / ۳۹۵) میں کہا کہ امام بزار کے شیخ سکن بن سعید کو میں نہیں جانتا۔

۲-حدیث حسن رضی اللہ عنہ:

امام طبرانی نے المعجم الکبیر (۳ / ۷۲، رقم: ۲۶۹۸) کے اندر نقل کیا ہے:

حدثنا زكريا بن يحيى الساجي، ثنا محمد بن بشار بندار، ثنا عبد الملك بن الصباح المسمعي، ثنا عمران بن حدير، أظنه عن أبي مجلز، قال: قال عمرو بن العاص والمغيرة بن شعبة لمعاوية: إن الحسن بن علي عيي، وإن له كلاما ورأيا، وإنه قد علمنا كلامه، فيتكلم كلاما فلا يجد كلاما. فقال: لا

تفعلوا . فأبوا عليه ، فصعد عمرو المنبر ، فذكر عليا ووقع فيه ، ثم صعد المغيرة بن شعبة ، فحمد الله وأثنى عليه ، ثم وقع في علي رضي الله عنه ، ثم قيل للحسن بن علي : اصعد، فقال : لا أصعد ولا أتكلم حتى تعطوني إن قلت حقا أن تصدقوني ، وإن قلت باطلا أن تكذبوني . فأعطوه، فصعد المنبر ، فحمد الله وأثنى عليه، فقال : بالله يا عمرو وأنت يا مغيرة تعلمان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : " لعن الله السائق والراكب " أحدهما فلان ؟ قالا : اللهم نعم بلى . قال : أنشدك الله يا معاوية ويا مغيرة أتعلمان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن عمرا بكل قافية قالها لعنة ؟

قالا : اللهم بلى . قال : أنشدك الله يا عمرو وأنت يا معاوية بن أبي سفيان ، أتعلمان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن قوم هذا ؟ قالا : بلى . قال الحسن : فإني أحمد الله الذي وقعتم فيمن تبرأ من هذا . وذكر الحديث.

ترجمہ: عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حسن بن علی بولنا نہیں جانتے، ان کی بات کچھ ہوتی ہے اور فکر کچھ، ہم انکی بات سمجھتے ہیں چنانچہ جب وہ کلام کرتے ہیں تو انہیں کوئی کلام نہیں ملتا، آپ نے کہا: ایسا نہ کرو۔ ان دونوں نے انکار کیا، چنانچہ عمرو منبر پر چڑھ گئے، اور علی کا ذکر کر کے انہیں برا بھلا کہا، پھر مغیرہ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد بیان کر کے علی کو برا بھلا کہا، پھر حسن بن علی سے کہا گیا کہ آپ منبر پر چلیں تو کہا: میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا اور نہ ہی بولوں گا جب تک تم لوگ مجھ سے یہ وعدہ نہ کرلو کہ اگر میں حق بات کہوں گا تو تم لوگ

میری تصدیق کرو گے، اور اگر باطل کہوں گا تو میری تکذیب کرو گے، تو انہوں نے وعدہ کرلیا۔

چنانچہ آپ منبر پر جا کر اللہ کی حمد بیان کی اور کہا: اللہ کی قسم! اے مغیرہ اور اے عمرو! آپ دونوں جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اونٹ ہانکنے والے اور کھینچنے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہو، کیا ان میں سے ایک فلاں ہے؟ کہا: ہاں، کہا: اللہ کی قسم کھائے کہتا ہوں کہ اے معاویہ اور عمرو! تم دونوں جانتے ہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو پر لعنت بھیجی ہے۔

کہا: ہاں، کہا: میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اے عمرو اور معاویہ! کیا تم دونوں جانتے ہو کہ اللہ تعالی نے اس قوم پر لعنت بھیجی ہے؟ کہا: ہاں، تو حسن نے کہا: میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تم نے جس پر لعن طعن کی ہے اللہ نے اسے اس سے بری کر دیا ہے۔

یہ حدیث سند اور متن دونوں اعتبار سے باطل ہے:

- سند کے اعتبار سے عمران بن حدیر نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ یہ روایت ابو مجلز سے مروی ہے، ظاہر سی بات ہے کہ گمان کرنے والے کو نہیں معلوم کہ وہ راوی کون ہے!!

-حسن مالکی نے حدیث کے بعض ٹکڑوں کو حذف کر دیا ہے اور پورا قصہ نقل نہیں کیا ہے!

واقعے کے اندر یعنی متن میں نکارت پایا جاتا ہے بایں طور کہ حسن نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص پر لعنت بھیجی ہے!!

سوال یہ ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرو بن العاص پر لعنت بھیج کر ذات السلاسل میں مسلمانوں کی فوج کا امیر کیسے بنادیں گے جیسا کہ صحیح بخاری (۳۴۶۲) میں وارد ہوا ہے۔

پھر یہ کیا صحیح مسلم کی اس روایت کے خلاف نہیں ہے:

عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ، قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ

الْمَوْتِ، فَبَكَى طَوِيلًا وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ، فَجَعَلَ ابْنُهُ، يَقُولُ: يَا أَبَتَاهُ، أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا، أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ قَالَ: فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا نُعِدُّ، شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، إِنِّي قَدْ كُنْتُ عَلَى أَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ، لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا أَحَدٌ أَشَدَّ بُغْضًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي، وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَكُونَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ، فَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ، لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَلَمَّا جَعَلَ اللَّهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي، أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلْأُبَايِعْكَ، فَبَسَطَ يَمِينَهُ، قَالَ: فَقَبَضْتُ يَدِي، قَالَ: مَا لَكَ يَا عَمْرُو؟ قَالَ: قُلْتُ: أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ، قَالَ: تَشْتَرِطُ بِمَاذَا؟ قُلْتُ: أَنْ يُغْفَرَ لِي، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ "أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ، مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلِهَا، وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ"، وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ، وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ، لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ، وَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ، لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ وَلِينَا أَشْيَاءَ مَا أَدْرِي مَا حَالِي فِيهَا، فَإِذَا أَنَا مُتُّ، فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ، وَلَا نَارٌ، فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي، فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ، وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي.

ترجمہ: ابن شماسہ (عبدالرحمٰن بن شماسہ بن ذئب) مہری سے روایت ہے، ہم سیدنا عمرو بن

عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہ مرنے کے قریب تھے تو روئے بہت دیر تک اور منہ پھیر لیا اپنا دیوار کی طرف ۔ ان کے بیٹے کہنے لگے: ابا جان! آپ کیوں روتے ہیں، تم کو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری نہیں دی ۔ تب انہوں نے اپنا منہ سامنے کیا اور کہا کہ سب باتوں میں افضل ہم سمجھتے ہیں اس بات کی گواہی دینے کو کہ کوئی سچا معبود نہیں سوائے اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور میرے اوپر تین حال گزرے ہیں۔

ایک حال یہ تھا جو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میں کسی کو برا نہیں جانتا تھا اور مجھے آرزو تھی کہ کسی طرح میں قابو پاؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں (معاذ اللہ) پھر اگر میں مرجاتا اس حال میں تو جہنمی ہوتا۔ دوسرا حال یہ تھا کہ اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈالی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ میں نے کہا: اپنا داہنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں بیعت کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے اس وقت اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا ہوا تجھ کو اے عمرو!" میں نے کہا شرط کرنا چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا شرط" میں نے کہا: یہ شرط کہ میرے گناہ معاف ہوں (جو اب تک کئے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عمرو! تو نہیں جانتا کہ اسلام گرا دیتا ہے بیشتر کے گناہوں کو اسی طرح ہجرت گرا دیتی ہے پیشتر کے گناہوں کو"۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھ کو کسی کی محبت نہ تھی اور نہ میری نگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کی شان تھی اور میں آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال کی وجہ سے۔ اور اگر کوئی مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کو پوچھے تو میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور اگر میں مرجاتا اس حال میں تو امید تھی کہ جنتی ہوتا۔ بعد اس کے اور

چیزوں میں ہم کو پھنسنا پڑا۔

میں نہیں جانتا میرا کیا حال ہوگا ان کی وجہ سے، تو جب میں مرجاؤں میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے چلانے والی نہ ہو اور نہ آگ ہو اور جب مجھے دفن کرنا تو مٹی ڈال دینا مجھ پر اچھی طرح اور میری قبر کے گرد کھڑے رہنا اتنی دیر جتنی دیر میں اونٹ کاٹا ہے اور اس کا گوشت بانٹا جاتا ہے تاکہ میرا دل بہلے تم سے (اور میں تنہائی میں گھبرا نہ جاؤں) اور دیکھ لوں پروردگار کے وکیلوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں۔(صحیح مسلم:۱۲۱)۔

کیا یہ اس روایت کے مخالف نہیں ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص کے ایمان کی گواہی دی ہے جو مسند احمد وغیرہ میں مروی ہے:

عَنْ مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ فَأَتَيْتُ عَلَى سَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَهُوَ مُحْتَبٍ بِحَمَائِلِ سَيْفِهِ فَأَخَذْتُ سَيْفًا فَاحْتَبَيْتُ بِحَمَائِلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا كَانَ مَفْزَعُكُمْ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ثُمَّ قَالَ أَلَا فَعَلْتُمْ كَمَا فَعَلَ هَذَانِ الرَّجُلَانِ الْمُؤْمِنَانِ۔

ترجمہ: سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں خوف وہراس پھیلا ہوا تھا، میں حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم کے پاس آیا تو انہوں نے اپنی تلوار حمائل کر رکھی تھی، میں نے بھی اپنی تلوار پکڑی اور اسے حمائل کرلیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! گھبراہٹ کے اس وقت میں تم اللہ اور اس کے رسول کے پاس کیوں نہیں آئے؟ پھر فرمایا: تم نے اس طرح کیوں نہ کیا جس طرح ان دو مومن مردوں نے کیا ہے۔(مسند احمد:

۱۷۸۴۳)۔

اس کا جواب اس شخص کیلئے چھوڑا جارہا ہے جس نے حدیث کے ٹکڑوں کو کاٹا ہے؟!

۳- حدیث عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

۴- حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔(دونوں مذکورہ سند سے)۔

۵- حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ۔

امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۱/ ۲۷۴) میں، امام ترمذی نے العلل (۳۸۱) میں اور طبرانی نے الاوسط (۴/ ۲۰۸) میں محمد بن اسحق کی طریق سے نقل کیا ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا گزر ایک قبے سے ہوا اور معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے چوتڑ والے تھے، ان دونوں کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللهم عليك بصاحب الأستاه۔ اے اللہ! اس ذلیل کو تو اپنی گرفت میں لے لے۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے محمد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو کہا: میں اسکی سند جانتا ہوں، اس طریق کے سوا کوئی دوسرا طریق نہیں ہے۔

اسی طرح ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹/ ۲۰۴) میں اور رویانی نے اپنے مسند (۳۲۵) میں سلمہ بن فضل عن محمد بن اسحق عن ابراھیم بن براء بن عازب عن ابیہ کے طریق سے روایت کیا ہے، مگر اس سند کے اندر کئی علتیں ہیں:

پہلی علت:

سلمہ بن فضل ابوعبداللہ ابرش ضعیف ہیں، یہ منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

دوسری علت:

محمد بن اسحق نے عنعنہ سے روایت کیا ہے اور ایسی صورت میں انہیں مدلس کہا جاتا ہے، بطور خاص جب انکی روایت مغازی کے علاوہ دوسرے باب میں ہو۔ اور جب تدلیس ثابت ہو جائے تو انکی روایت رد کردی جاتی ہے۔

تیسری علت:

سند میں اضطراب ہے، چنانچہ ایک سند میں سلمہ بن کہیل کا ذکر ہے اور دوسری سند میں انکا ذکر نہیں ہے اسی لئے امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۱/ ۲۷۴) میں کہا ہے: یختلفون فی اسنادہ)۔

چوتھی علت:

ابراہیم بن براء بن عازب مجہول راوی ہیں ابن حبان کے سوا کسی نے انکی توثیق نہیں کی ہے۔

پانچویں علت:

اس روایت میں سلمہ بن کہیل منفرد ہیں اسی طرح محمد بن اسحق بھی منفرد ہیں۔

* اس حدیث کی شاہد:

اس روایت کی متابعت میں ایک شاہد بھی ذکر کی جاتی ہے جسے نصر بن مزاحم نے کتاب صفین (۲۱۸) میں عن عبد الغفار بن القاسم عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور آپ کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللهم ألعن التابع والمتبوع اللهم عليك بالأقيعس).

یہ حدیث سن کر براء کے بیٹے نے پوچھا: اقیعس سے کون مراد ہے؟ کہا: معاویہ!
(اقعس کہتے ہیں جسکی پشت اندر کی طرف دھنسی ہو اور سینہ باہر کی طرف نکلا ہو۔ مترجم)۔
یہ روایت صحیح نہیں ہے۔
نصر بن مزاحم متروک ہیں۔
ابو حاتم نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہیں انکی حدیث نہیں لکھی جائے گی۔
عقیلی نے الضعفاء (۴ / ۳۰۰) میں کہا کہ انکے اندر تشیع پایا جاتا تھا، انکی حدیثوں میں اضطراب اور بہت غلطیاں ہیں۔
ابو خیثمہ نے کہا: کذاب ہیں۔
دارقطنی نے کہا: ضعیف ہیں۔
ابو الفتح ازدی نے کہا کہ یہ اپنے مذہب میں غالی تھے انکی روایت اچھی نہیں ہوتی۔
ابن حبان نے تنہا انکی توثیق کی ہے جبکہ دیگر تمام محدثین نے بالاتفاق انہیں متروک الحدیث کہا ہے۔
ابن حبان توثیق کے باب میں بڑے متساہل ہیں۔ دوسرے یہ کہ دوسرے کبار آئمہ حدیث جب انکی مخالفت کریں تو پھر انکی توثیق کی کیا قیمت ہوگی؟!
اور ابن ابی الحدید نے اس روایت کی توثیق کی ہے جس نے نہج البلاغہ کی شرح کی ہے، بہت بڑا بدعتی، رافضی، کذاب اور روایتیں گڑھنے والا ہے، اسلام اور اہل سنت والجماعہ مسلمانوں کا بہت بڑا دشمن اور سازشی ہے۔
اسی طرح عبدالغفار بن القاسم ابو مریم انصاری بھی رافضی کذاب ہے۔

علی بن المدینی نے کہا کہ یہ روایتیں گڑھتا تھا۔

امام احمد نے کہا کہ اس نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف بہت ساری حدیثیں گڑھی ہیں۔

انکے علاوہ اکثر محدثین نے اسے کذاب اور وضاع کہا ہے بعض نے متروک اور ضعیف کہا ہے۔

ان سب کے باوجود حسن مالکی کہتا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ متابعات اور شواہد میں یہ مقبول ہے درج ذیل تین اسباب کی وجہ سے:

پہلی وجہ:

بعض لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے گرچہ انکی تعداد کم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ عبد الغفار ابو مریم کی توثیق ابن عقدہ کے سوا کسی نے نہیں کی ہے، اور ابن عقدہ کون ہے؟!

آخر جرح وتعدیل کے باب میں اسکا کیا مقام ہے!

ابن عبدان نے کہا کہ ابن عقدہ اصحاب الحدیث کے مقام سے باہر ہو چکا ہے ان کے ساتھ اسکا ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔

حمزہ سہیمی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عبدان سے ابن عقدہ کے بارے میں پوچھا کہ یک جب جرح وتعدیل کے باب میں کچھ نقل کرے تو کیا اسکا قول مقبول ہوگا تو آپ نے کہا کہ بالکل مقبول نہیں ہوگا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۳ / ۸۲۲)۔

دارقطنی نے کہا کہ یہ بہت برا انسان تھا۔ (الکامل فی الضعفاء: ۵ / ۳۲۷)۔

امام ذہبی نے میزان الاعتدال (١ / ١٢٨) میں کہا کہ ابن عقدہ اور ابن خراش دونوں کے اندر رفض اور بدعت پایا جاتا ہے۔

دوسری وجہ:

اہل حدیث اسکی تضعیف کرتے ہیں کیونکہ وہ حدیثیں وضع کرتا تھا اس لئے نہیں کہ وہ بدعتی تھا جیسا کہ مالکی نے امام احمد اور ابو حاتم رازی کا قول نقل کیا ہے۔

علی بن المدینی نے کہا کہ وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔(الکامل فی الضعفاء: ٥ / ٣٢٧)۔

امام آجری نے کہا کہ میں نے ابو داود سے اسکے بارے میں پوچھا تو کہا کہ وہ حدیثیں وضع کرتا ہے۔(لسان المیزان: ٢ / ٢٢٨)۔

تیسری وجہ: یہ حدیث صرف شاہد ہے، اسلئے یہ ان صالح حدیثوں میں مانی جائے گی جن کے بارے میں ابن عدی نے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء (٥ / ٣٢٨) کے اندر کہا ہے کہ اسکی حدیثوں کو متابعت میں کیا نہیں کر سکتے، اور انہیں میں سے یہ حدیث بھی ہے۔

چوتھی وجہ:

اس سے شعبہ اور قتادہ نے روایت کیا ہے، اور یہ دونوں حفاظ محدثین میں سے ہیں۔

اسکا جواب تین وجوہات سے درج ذیل ہے:

-شعبہ نے ابو مریم سے صرف دو حدیثیں روایت کی ہیں، ایک نافع عن ابن عمر کے طریق سے اور دوسری عطاء عن جابر کے طریق سے۔

-شعبہ نے ان دونوں حدیثوں کو اس وقت روایت کیا تھا جب اسکا معاملہ واضح نہیں تھا، لیکن

جب واضح ہوگیا کہ یہ حدیثیں وضع کرتا ہے تو پھر اس سے روایت کرنا ترک کر دیا۔
اسی لئے دار قطنی نے اسکے بارے میں کہا ہے کہ یہ متروک ہے گرچہ شعبہ کا شیخ ہے۔ ابو داود نے کہا کہ شعبہ کو اسکے بارے میں غلطی ہوئی ہے۔
- صحیح یہ نہیں ہے کہ قتادہ نے اس سے روایت کیا بلکہ اس نے احادیث سے روایت کیا ہے۔
جیسا کہ ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء کے اندر نقل کیا ہے۔

۶- حدیث عاصم اللیثی:
امام طبرانی نے المعجم الکبیر (۱۷/۱۷۶) کے اندر نقل کیا ہے:

حدثنا العباس بن الفضل الأسفاطی ثنا موسى بن إسماعيل ح وحدثنا عبد الرحمن بن الحسين العابوری التستری ثنا عقبة بن سنان الدارع قالا ثنا غسان بن مضر عن سعيد بن يزيد أبي مسلمة عن نصر بن عاصم الليثی عن أبيه قال دخلت مسجد المدينة فإذا الناس يقولون نعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله قال قلت ماذا قالوا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب على منبره فقام رجل فأخذ بيد ابنه فأخرجه من المسجد فقال رسول الله : لعن الله القائد والمقود ويل لهذه يوما لهذه الأمة من فلان ذی الاستاه.

ترجمہ: عاصم لیثی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر اسے مسجد سے باہر نکال دیا، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ

کی دونوں پرلعنت ہو، بربادی ہے اس امت کیلئے اس دن جب بڑے چوتڑ والے ذلیل برسر اقتدار ہوں گے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس میں معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں بھی نہیں ہے!!

دوسرے یہ کہ اہل علم نے کہا ہے کہ ابونصر عاصم بن عمرو لیثی صحابی نہیں ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ عاصم کا سماع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟! (الاستیعاب لابن عبدالبر: ۵۷۵)۔

اسی طرح اس حدیث کے اندر ایسی کوئی صراحت نہیں ہے کہ اس سے مراد معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

متن بھی منکر ہے، بلکہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر طعن ہے اور تمام مسلمانوں پر بھی طعن ہے، کاش جس نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اسے کچھ عقل ہوتی!

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ (۴ / ۴۴۵) کے اندر کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایک خطبہ نہیں آپ جمعہ عیدین حج اور دیگر مواقع پر خطبہ دیتے تھے، جہاں معاویہ اور آپ کے والد دیگر مسلمانوں کے ساتھ حاضری دیتے تھے، کیا ایسا ممکن ہے کہ وہ خطبہ چھوڑ کر نکل جائیں گے؟!

یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ پر طعن ہے کہ کیسے وہ انہیں جانے دیتے تھے کہ وہ دونوں ہر خطبے میں اٹھ کر چلے جاتے تھے اور خطبہ نہیں سنتے تھے؟!

۷: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما:

عن بليد بن سليمان, حدثني الأعمش عن علي بن الأقمر ,قال: وفدنا على معاوية وقضينا حوائجنا ثم قلنا: لو مررنا برجل قد شهد رسول الله (ص), وعاينه فأتينا عبد الله بن عمر فقلنا: يا صاحب رسول الله (ص) حدثنا ما شهدت ورأيت قال: إن هذا أرسل لي. يعني معاوية. فقال: لئن بلغني أنك تحدث لأضربن عنقك فجثوت على ركبتي بين يديه ثم قلت: وددت أن أحد سيف في جندك على عنقي، فقال: والله ما كنت لأقاتلك ولا أقتلك وأيم الله ما يمنعني أن أحدثكم ما سمعت رسول الله (ص) قال فيه: رأيت رسول الله (ص) أرسل إليه يدعوه. وكان يكتب بين يديه. فجاء الرسول, فقال: هو يأكل، فقال: لا أشبع الله بطنه فهل ترونه يشبع؟ قال: وخرج من فج فنظر رسول الله إلى أبي سفيان وهو راكب ومعاوية وأخوه أحدهما قائد والآخر سائق فلما نظر إليهم رسول الله (ص) قال: (اللهم العن القائد والسائق والراكب)۔ قلنا: أنت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: نعم، وإلا فصمتا أذناى كما عميت عيناى.

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور معاویہ اور انکے بھائی (ان میں سے ایک کھینچ رہا تھا اور دوسرا ہانک رہا تھا) کی طرف دیکھ کر فرمایا: ہانکنے والے اور کھینچنے والے اور سوار تینوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ ہم نے پوچھا: کیا آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ کہا: جی ہاں۔

تبصرہ:

سند کے اندر نصر بن مزاحم رافضی متروک الحدیث ہے۔

تلید بن سلیمان محاربی کوفی ہے۔
عقیلی نے الضعفاء کے اندر نقل کیا ہے کہ امام احمد اور یحی بن معین نے اسے کذاب کہا ہے۔
بلکہ یحی نے کہا کہ وہ دجال ہے، عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا تھا۔
نسائی اور دار قطنی نے اسے ضعیف کہا ہے۔
ابراہیم نے کہا کہ وہ جھوٹ بولتا تھا۔
صالح جزرہ کہتے ہیں کہ محدثین اسے بلید یعنی بدعقل بولتے تھے اسکی روایت قابل استدلال نہیں ہے۔
امام ساجی نے اسے کذاب کہا ہے۔
ابن حبان نے کہا کہ اہل بیت کے بارے میں یہ عجیب وغریب حدیثیں بیان کرتا ہے۔
واضح ہوا کہ یہ شخص کذاب اور وضاع تھا، اسکے شیعہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اسکے جھوٹ بولنے کی وجہ سے اسے ضعیف مانا گیا۔
پھر دوسری طرف دیکھیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما صحابہ کرام کی مذمت بیان کرنے سے بہت دور ہیں، بلکہ آپ انکے مناقب اور فضائل بیان کرتے ہیں، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح وستائش آپ کی زبانی معروف ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بڑا سردار میں نے کسی کو نہیں دیکھا، پوچھا گیا: ابو بکر وعمر بھی نہیں؟ فرمایا: ابو بکر وعمر دونوں معاویہ سے افضل تھے مگر معاویہ ان دونوں کے مقابلے بڑے سردار تھے۔ (منہاج السنہ: ۴/ ۴۴۵)۔

۸- حدیث مہاجر بن قنفذ:

حسن مالکی نے کہا کہ معجم طبرانی میں یہ روایت موجود ہے، اسکی قوی شاہد بھی ہے جسکی ہیثمی نے توثیق کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ معجم طبرانی الکبیر (۲۰/ ۲۳۰) میں ہہ روایت ان الفاظ میں موجود ہے:

حدثنا المقدام بن داود، ثنا أسد بن موسى، ثنا أبو معاوية محمد بن خازم، عن إسماعيل بن مسلم، عن الحسن، عن المهاجر بن قنفذ، قال: رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة على دابة فقال: "الثالث ملعون".

ترجمہ: مہاجر بن قنفذ نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لوگوں کو ایک سواری پر دیکھ کر فرمایا: تیسرا ملعون ہے۔

اس حدیث کی سند کے اندر دو علت ہے:

پہلی علت:

اسماعیل بن مسلم مکی متروک الحدیث ہے۔

دوسری علت:

حسن بن ابی الحسن بصری کا مہاجر بن قنفذ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ پہلے ہم اس حدیث کی صحت کا مطالبہ کریں گے، کیونکہ کسی بھی حدیث سے حجت اسی وقت درست ہے جب وہ صحیح ہو، اور یہ بات ہم بطور مناظرہ کے کہہ رہے ہیں، ورنہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ حدیث اہل علم کے اتفاق کے ساتھ موضوع ہے۔

آگے کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت معروف ہے کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم اور بردبار تھے، تکلیف برداشت کرنے والے اور دشمنوں کے ساتھ نرم رویہ رکھنے والے تھے، پھر آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے متنفر ہوں گے جو کہ مخلوق میں سب سے اونچا مقام رکھتے ہیں، دین و دنیا تمام امور میں سب آپ کے محتاج ہیں؟!

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کیوں نہیں سنیں گے؟!

اور اگر کوئی اس طرح ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنا کاتب کیسے بنائیں گے؟!



تیسری حدیث:

عن بكر بن الهيثم وإسحق بن أبي إسرائيل عن عبد الرزاق الصنعاني عن معمر بن راشد، عن عبد الله بن طاووس، عن طاووس بن كيسان عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: " كنت جالسا عند رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فقال: (يطلع عليكم من هذا الفج رجل يموت على غير ملتي)، قال: وكنت تركت أبي قد وضع له وضوء، فكنت كحابس البول مخافة أن يجيء، قال: فطلع معاوية. فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: (هذا هو).

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی اس راہ سے ایک شخص آئے گا جسکی موت میرے دین پر نہیں ہوگی۔ کچھ دیر کے بعد معاویہ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وہ شخص ہے۔

اسی روایت کو طبرانی نے نقل کیا ہے مگر اس میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کی صراحت نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ حدیث مشکوک ہے۔

امام بخاری نے اس روایت کو التاریخ الاوسط (۷۱) میں معلول لکھا ہے اور کہا: یہ منقطع ہے اس پر اعتماد نہیں کرسکتے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ (۴ / ۴۴۴) کے اندر کہا کہ یہ روایت بالاتفاق جھوٹی اور موضوع ہے۔

دوسرے یہ کہ بلاذری کے شیخ کا مجھے ترجمہ نہیں مل سکا۔

اور جس اسحق نے اس حدیث کی متابعت کی ہے اس سے مراد اسحق بن ابراہیم دبری صنعانی ہیں نہ کہ اسحق بن اسرائیل جیسا کہ مالکی کا گمان ہے جو کہ بلاذری کے شیخ ہیں کیونکہ یہ روایت کرنے میں معروف نہیں ہیں۔

عبدالرزاق صنعانی ثقہ امام تھے، مگر آخری وقت میں انکا حافظہ کمزور ہوگیا تھا۔

اور دبری نے ان سے اسی آخری زمانے میں سنا ہے جس وقت یہ اندھے ہو چکے تھے اور بات یہ کمزور ہوگیا تھا کیونکہ جس وقت عبدالرزاق کی وفات ہوئی تھی اس وقت دبری کی عمر چھ یا سات سال تھی۔

عبدالرزاق نے آل بیت کی فضیلت اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں بہت ساری منکر حدیثیں روایت کی ہیں۔

ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء (۱ / ۳۴۴) کے اندر نقل کیا ہے کہ محدثین نے ان پر تشیع کا الزام لگایا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اہل بیت کی فضیلت اور دوسروں کی مذمت میں منکر حدیثیں روایت کی ہیں۔

ابن رجب حنبلی اور امام ذہبی نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے۔

* حدیث کی متابعت:

ابونعیم نے تاریخ اصفہان (۲/ ۷۷) میں طاوس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی یہاں سے یثرب کا ایک شخص گزرے گا، وہ میرے دین پر نہیں ہوگا، میں نے گمان کیا کہ وہ میرے والد ہوں گے۔ مگر فلاں شخص نکلا۔

بلاذری نے انساب الاشراف میں بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

پہلی متابعت والی حدیث میں لیث بن ابی سلیم بن زنیم قرشی مولاھم کوفی ہے۔

امام احمد نے کہا کہ یہ مضطرب الحدیث ہے لیکن اس سے لوگوں نے روایت نقل کی ہے۔

ابن معین نے کہا کہ یہ ضعیف ہے مگر اسکی روایت نقل کی جائے گی۔

یحی بن سعید نے کہا کہ اسکی حدیث بیان نہیں کی جائے گی۔

ابن عیینہ نے لیث بن ابی سلیم کو ضعیف کہا ہے۔

ابوزرعہ نے کہا کہ لیث بن ابی سلیم لین الحدیث ہے محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔

ابن سعد نے کہا کہ یہ نیک انسان تھا مگر حدیث میں ضعیف تھا۔ (الطبقات: ۶/ ۳۴۹)۔

ابن حبان نے کہا کہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوگیا تھا چنانچہ اسانید کو ایک دوسرے میں ملا دیتا تھا اور مرسل کو مرفوع بنا دیتا تھا۔ قطان، ابن مہدی اور ابن معین احمد نے متروک کہا ہے۔

امام حاکم نے کہا: محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔

جوزجانی نے کہا: ضعیف ہے۔

دوسری متابعت کی سند میں بھی کمزوری ہے۔

چنانچہ اسکی سند میں قاضی شریک بن عبد اللہ ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔

اسی طرح لیث بن ابی سلیم بھی ہیں۔

* اس حدیث کے کچھ شواہد بھی ہیں:

نصر بن مزاحم نے کتاب صفین (۲۱۹) میں عبداللہ بن عمرو بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (رجل یموت حین یموت وهو علی غیر سنتی) ترجمہ: ایک شخص میری سنت کے علاوہ دوسرے کی سنت پر مرے گا۔

دو صفحہ پیچھے ۲۱۷ پر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے جس کے اندر سنت کی جگہ پر ملت کا لفظ ہے۔ یعنی میرے دین پر نہیں مرے گا۔

شواہد میں پیش کی جانے والی ان ساری روایتوں کو نصر بن مزاحم نے نقل کیا ہے جو کہ رافضی متروک الحدیث ہے۔

دوسرے شاہد کے اندر قاضی شریک ہیں جن کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔

اس بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۴ / ۴۷۲) میں کیا خوب کہا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تواتر سے یہ ثابت ہے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہیں، آپ کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے تجربہ کار خلیفہ نے ملک شام کا گورنر بنایا تھا، آپ کے والد محترم سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کا گورنر بنایا تھا، آپ اس گورنری پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک باقی رہے، اور یہ سب جانتے ہیں کہ اسبقیت کی وجہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے افضل ہیں، اور جب انکے والد کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گورنر بنا دیا تو آپ بدرجہ اولی اسکے لائق ہیں، اہل سنت والجماعہ میں سے کسی نے آپ کی طرف

ارتداد کی نسبت نہیں کی ہے اور جو لوگ کرتے ہیں وہ روافض ہیں، انہوں نے تو ابو بکر و عمر اور عثمان کو بھی نہیں بخشا، بدری صحابہ اور دیگر سابقین اولین کو بھی نہیں چھوڑا سب کی طرف ارتداد کی نسبت کر دی۔

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایمان نفاق پر مبنی تھا تو یہ بھی جھوٹ اور گڑھی ہوئی بات ہے، کیونکہ علمائے اسلام میں سے کسی نے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام نہیں لگایا ہے، بلکہ تمام علمائے آپ کے حسن اسلام پر متفق ہیں۔ اسی طرح عکرمہ بن ابی جہل، سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ وغیرہ کے حسن اسلام پر بھی سب کا اتفاق ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص چالیس سال تک مسلمانوں کا حاکم رہے، پانچوں اوقات کی نماز پڑھائے، خطبہ دے، انہیں بھلائی کا حکم دے اور منکر سے روکے، ان کے اندر حدود وقصاص کا نفاذ کرے، انکے درمیان مسل غنیمت تقسیم کرے، انکے لئے وظیفے جاری کرے، انکے اندر صدقات تقسیم کرے۔ حج میں انکی امامت کرائے، اسکے باوجود ایسے شخص کا نفاق سب پر چھپا رہے؟ بہت سارے کبار صحابہ کے ہونے کے باوجود؟!

بلکہ یہ بھی معلوم رہے کہ بنو امیہ ہوں یا بنو عباس ان میں سے کوئی بھی حاکم پر زندقہ یا نفاق سے متہم نہیں پایا گیا۔ ہاں بدعت اور ظلم کی نسبت کی گئی ہے مگر زندقہ اور نفاق کی نسبت کسی بھی عالم نے نہیں کی ہے۔ زندقہ اور نفاق سے متہم بنو بویہ کے حکام کو کیا گیا ہے۔ اور انکے علاوہ دوسرے حکام جو سرحدی علاقوں میں حکومت کرتے تھے۔ مگر بنی امیہ اور بنی عباس میں سے عام خلیفہ کو اللہ نے زندقہ اور نفاق سے پاک رکھا ہے اور مسلمانوں کو بھی اس بات سے پاک رکھا کہ انکا کوئی حاکم عام زندیق اور منافق ہو۔ اسے جاننا ضروری تھا، اور اس باب میں یہ بہت مفید ہے، تمام علماء کا اتفاق ہے کہ سیدنا

معاویہ رضی اللہ عنہ اس امت کے افضل ترین بادشاہ ہیں کیونکہ آپ سے پہلے چاروں خلفاء خلفائے نبوت تھے اور آپ اس امت کے پہلے بادشاہ ہیں، آپ کی بادشاہت رحمت والی تھی۔



* چوتھی حدیث:

(أول من يبدل سنتي رجل من بني أمية).

پوری روایت اس طرح ہے:

عن أبي العالية عن أبي ذر قال: سمعت رسول الله (صلى الله عليه وآله) يقول: (أول من يبدل سنتي رجل من بني أمية).ترجمہ : سب سے پہلے میری سنت بدلنے والا انسان بنی امیہ سے ہو گا۔

اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے المصنف (۳۵۸۶۶) میں، ابونعیم نے تاریخ اصفہان (۱/ ۱۳۲) میں، ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء (۳/ ۱۶۴) میں، بیہقی نے دلائل النبوہ (۶/ ۴۶۶) میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۱۸/ ۱۶۰) میں نقل کیا ہے۔اور اسی کے بعض طرق کے واسطے امام بخاری نے التاریخ الاوسط (۱۵۸) کے اندر نقل کیا ہے کہ ابوالعالیہ نے کہا کہ ہم ملک شام میں ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، پھر ابو ذر اور یزید بن ابی سفیان کا واقعہ بیان کیا۔

اس حدیث کے اندر دو علتیں پائی جاتی ہیں:

پہلی علت:

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ملک شام نہیں گئے تھے، بلکہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ملک شام گئے تھے،اور یزید بن ابی سفیان کی وفات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہو چکی تھی، پھر ابو العالیہ آخر یہ حدیث ابو ذر سے کیسے سن سکتے ہیں ملک شام کے اندر جبکہ وہ خلافت فاروقی میں وہاں گئے ہی نہیں تھے؟!

امام بخاری نے التاریخ الاوسط (۱۵۸) کے اندر نقل کیا ہے:

حدثني محمد حدثنا عبدالوهاب بن عبدالمجيد عن المهاجر بن أبي مخلد حدثنا أبو العالية قال : وحدثني أبو مسلم ، قال: كان أبو ذر بالشام وعليها يزيد بن أبي سفيان فغزا الناس فغنموا والمعروف أن أبا ذر كان بالشام زمن عثمان وعليها معاوية ومات يزيد في زمن عمر ولا يعرف لأبي ذر قدوم الشام زمن عمر رضي الله عنه.

ترجمہ: ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ملک شام میں تھے، اس وقت وہاں کے گورنر یزید بن ابی سفیان تھے، لوگوں نے غزوہ کیا اور مال غنیمت حاصل کی۔

جبکہ معروف یہ ہیکہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ملک شام گئے تھے، اور اس وقت وہاں کے گورنر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، یزید بن ابی سفیان کا انتقال عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہو چکا تھا، خلافت عمر میں ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ملک شام جانا معروف نہیں ہے۔

دوسری علت:

ابو العالیہ کا نام رفیع بن مہران ریاحی ہے، ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے انکا سماع ثابت نہیں ہے، اس طرح یہ روایت منقطع ہے، اور اس کے سوا اس حدیث کی کوئی دوسری سند بھی نہیں ہے۔

دوری نے کہا کہ میں نے ابن معین سے پوچھا کہ کیا ابو العالیہ نے ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے؟ کہا کہ نہیں۔ ہاں ابو مسلم نامی شخص اس سے روایت کرتا ہے۔ پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔

بخاری نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے جیسا کہ البدایہ والنہایہ (۱۱ / ٦۴۹) میں مذکور ہے۔

بیہقی نے دلائل النبوہ (۶ / ۴۶۷) میں کہا کہ ابو العالیہ اور ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے درمیان ارسال ہے۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱ / ۶۴۹) میں نقل کیا ہے کہ یہ ان منقطع اور ضعیف روایتوں میں سے ہے جن میں یزید بن معاویہ کی مذمت وارد ہوئی ہے۔

کیونکہ دونوں کے اندر انقطاع ہے اور بیچ میں ابو مسلم نامی ایک شخص مجہول ہے۔

تیسری علت:

اس حدیث کو صحیح بھی مان لیں تو بھی یہ یزید بن معاویہ کے حق میں ہے، جیسا کہ رویانی نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے جیسا کہ سیر اعلام النبلاء (۱ / ۳۲۹) میں وارد ہوا ہے:

(مهاجر أبي مخلد عن أبي العالية عن أبي ذر - رضي الله عنه - قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم : (أول من يبدل سنتي رجل من بني أمية يقال له يزيد).

ترجمہ: سب سے پہلے میری سنت بدلنے والا انسان بنی امیہ سے ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔

یہ بھی اسی سند سے ہے جسکی تصحیح کی گئی ہے!

اسی لئے ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء کے اندر نقل کیا ہے کہ بعض اخبار میں یزید کا اضافہ ہے۔

اور بیہقی نے دلائل النبوہ (۶ / ۴۶۷) میں کہا کہ بہت ممکن ہے اس یزید سے مراد یزید بن معاویہ بن ابی سفیان ہو۔



*پانچویں حدیث:

حدیث: (أُمِرتُ بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین)۔

ترجمہ: مجھے وعدہ توڑنے والوں، ظلم کرنے والوں اور اطاعت سے نکلنے والوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ حدیث کئی طریق سے مروی ہے، علی، ابوایوب انصاری، عمار، ابن مسعود، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور یہ ساری سندیں متکلم فیہ ہیں، ایک بھی صحیح نہیں ہے۔

پہلی سند:

ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۴۲/ ۴۶۸) میں ابوالجارود عن زید بن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

ابوالجارود کا نام زیاد بن منذر ہمدانی کوفی ہے، جارودیہ فرقہ اسی کی طرف منسوب ہے۔

ابوحاتم نے کہا یہ ضعیف جدا اور متروک الحدیث ہے۔

بخاری نے کہا کہ یہ متکلم فیہ ہے۔

نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے۔

ابن معین نے کہا کہ یہ کذاب ہے۔

ابن حبان نے کہا کہ یہ فضیلت اور مذمت میں حدیثیں وضع کرتا ہے۔

دوسری سند:

ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۴۲/ ۴۷۰) میں جعفر الاحمر عن یونس بن ارقم عن ابان عن خلید العصری کے طریق سے روایت کیا ہے۔

سند کے اندر ابان نامی شخص کا پورا نام ابان بن ابی عیاش ابو اسماعیل بصری ہے۔
امام احمد، ابن معین اور نسائی نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔
تیسری سند:
ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۴۲ / ۴۶۹) میں عبدالجبار الھمدانی عن انس بن عمرو عن ابیہ عن علی کے طریق سے روایت کیا ہے۔
ابن خراش نے کہا کہ انس بن عمرو عن ابیہ عن علی مجہول ہے۔
عبدالجبار ھمدانی کے بارے میں ابو نعیم نے کہا کہ کوفہ میں اس سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں تھا۔ (میزان الاعتدال: ۳ / ۵۳۳)۔
چوتھی سند:
ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۴۲ / ۴۶۹) میں محمد بن حسن عن عطیہ بن سعد العوفی کے طریق سے روایت کیا ہے۔
اس میں ضعیف راویوں کا تسلسل ہے۔
عطیہ العوفی اور اسکے بعد کے سارے راوی ضعیف ہیں۔
پانچویں سند:
ابن ابی عاصم نے کتاب السنہ (۹۳۹) میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۴۲ / ۴۶۹) میں فطر بن خلیفہ عن حکیم بن جبیر عن ابراہیم النخعی عن علقمہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نہروان کے دن کہا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔
اس سند کے اندر حکیم بن جبیر نامی شخص کے بارے میں امام احمد نے کہا کہ یہ ضعیف اور

مضطرب الحدیث ہے۔

نسائی نے کہا کہ یہ ضعیف کوفی ہے۔

دارقطنی نے متروک الحدیث کہا ہے۔

جوزجانی نے کہا کہ یہ کذاب ہے۔

چھٹی سند:

بزار نے اپنے مسند (۷۷۴) میں، ابو یعلی نے اپنے مسند (۵۱۹) میں اور عقیلی نے الضعفاء (۲ / ۴۰۴) کے اندر اس حدیث کو ربیع بن سہل فزاری عن سعید بن عبید عن علی بن ربیعہ والبی عن علی کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اس سند میں ربیع بن سہل فزاری ہے۔ اسکے بارے میں:

ابن معین نے کہا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

ابوزرعہ نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔

ساتویں سند:

طبرانی نے اسے اوسط (۴۳۲۶) میں یحی بن سلمہ بن کہیل عن ابیہ عن ابی صادق عن ربیعہ بن ناجذ عن علی کے طریق سے روایت کیا ہے۔

طبرانی نے کہا کہ اس حدیث کو ربیعہ بن ناجذ سے سلمہ کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا ہے۔

آٹھویں سند:

اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۴۲ / ۴۷۱) میں اسحق بن ابراہیم الازدی عن ابی ھارون العبدی عن ابی سعید الخدری کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اس سند کے اندر ابو ہارون العبدی عمارہ بن جوین ہے۔
حماد بن زید نے اسے کذاب کہا ہے۔
احمد نے کہا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔
نسائی نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔
نویں سند:
ابو یعلی نے اپنے مسند (۱۶۲۳) میں قاسم بن سلیمان عن ابیہ عن جدہ عن عمار کے طریق سے روایت کیا ہے۔
ہیثمی نے مجمع الزوائد (۷ / ۲۳۹) کے اندر کہا کہ ابو یعلی نے اسے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔
عقیلی نے کہا کہ یہ سند صحیح نہیں ہے۔
دسویں سند:
طبرانی نے اسے اوسط (۴۳۲۷) میں مسلم بن کیسان الملائی عن ابراہیم عن علقمہ عن ابن مسعود کے طریق سے روایت کیا ہے۔
اس سند میں مسلم بن کیسان نامی راوی ضعیف ہے۔
ہیثمی نے مجمع الزوائد (۶ / ۲۳۵) کے اندر کہا کہ طبرانی نے اسے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔
گیارہویں سند:
امام حاکم نے المستدرک (۴۶۷۴) کے اندر محمد بن حمید کے طریق سے روایت کیا ہے جس

میں خلافت فاروقی کا ذکر ہے۔

بارہویں سند:

امام حاکم ہی نے اگلی روایت نقل کی ہے ایک دوسری سند سے مگر یہ دونوں سندیں صحیح نہیں ہیں۔

تیرہویں سند:

اس سند میں بھی محمد بن حمید رازی نامی راوی ضعیف ہے۔

چودہویں سند:

اس سند میں محمد بن یونس قرشی کدیمی بصری نامی راوی کذاب اور وضاع ہے۔

ابن حبان نے کہا کہ اس نے ایک ہزار سے زائد حدیثیں وضع کی ہیں۔

امام بخاری نے کہا کہ یہ متکلم فیہ ہے۔

نسائی نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔

پندرھویں سند:

ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء (۲/ ۱۸۷) کے اندر، طبرانی نے المعجم الکبیر (۴/ ۱۷۲) کے اندر اور اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۴۲/ ۴۷۰) میں محمد بن کثیر عن الحارث بن حصیرہ عن ابی صادق عن مخنف بن سلیم کے طریق سے روایت کیا ہے۔

جس کے اندر وارد ہوا ہے کہ مخنف بن سلیم کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے پاس آئے میں نے ان سے کہا: اے ابو ایوب انصاری! آپ نے تو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی میں مشرکین سے قتال کیا تھا لیکن اب مسلمانوں سے قتال کرنے میں لگے ہوئے ہو،

حضرت ابوایوب انصاری نے جواب دیا:

مجھے رسول خدا نے تین قسم کے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا تھا:

۱) ناکثین۔

2) قاسطین۔

۳) مارقین۔

اب تک میں نے فقط قاسطین اور ناکثین سے جنگ کیا ہے، اب انشاء اللہ مارقین سے جنگ کرنے والا ہوں۔ میدانوں میں راہوں اور نہروان میں میرے لیئے کوئی فرق نہیں کہ یہ قاسطین اور ناکثین اور مارقین کوئی بھی ہوں۔

اس سند میں محمد بن کثیر قرشی کوفی نامی شخص ہے جسکے بارے میں امام احمد نے کہا کہ اسکی حدیث ہم نے پھاڑ کر پھینک دی ہے۔

امام بخاری نے کہا کہ یہ کوفی منکر الحدیث ہے۔

سولہویں سند:

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱۲/ ۱۸۶) میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۴۲/ ۴۷۲) میں معلی بن عبد الرحمن عن شریک عن الاعمش عن ابراہیم بن علقمہ والاسود کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی سند میں معلی بن عبد الرحمن واسطی ہے جو حدیثیں وضع کرتا تھا۔

اس نے اپنی موت کے وقت یہ اعتراف کیا کہ اس نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ستر حدیثیں وضع کی ہیں!!

شریک بن عبداللہ کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔بطور خاص قضاء کے عہدے کے بعد۔

عقیلی نے الضعفاء (۲/ ۵۱) کے اندر نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی سندیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کمزور ہیں جبکہ حروری خوارج کے بارے میں صحیح ہیں۔



*چھٹی حدیث:

حدیث: (قاتل عمار وسالبہ فی النار)۔

حسن مالکی نے اس حدیث کی تصحیح کی اور کہا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عمار کے قتل سے جو راضی ہوا اسکا بھی حکم وہی ہوگا جو قاتل عمار کا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس میں کئی مغالطوں سے کام لیا گیا ہے اور حقائق کو بدلنے کی سعی نامسعود کی گئی ہے!

پہلی چیز:

حدیث کے ثبوت ہی محل نظر ہے!

شیخ عبداللہ السعد حفظہ اللہ نے اپنی کتاب (الابانہ لما للصحابۃ من المنزلۃ والمکانۃ، ص ۴۸) کے اندر بڑی ہی نفیس گفتگو کی ہے، چنانچہ آپ کہتے ہیں:

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المسند کے اندر نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو حَفْصٍ وَكُلْثُومُ بْنُ جَبْرٍ عَنْ أَبِي غَادِيَةَ قَالَ قُتِلَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ فَأُخْبِرَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ قَاتِلَهُ وَسَالِبَهُ فِي النَّارِ فَقِيلَ لِعَمْرٍو فَإِنَّكَ هُوَ ذَا تُقَاتِلُهُ قَالَ إِنَّمَا قَالَ قَاتِلَهُ وَسَالِبَهُ۔

ترجمہ: ابو غادیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی گئی، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمار کو قتل کرنے والا اور اس کا سامان چھیننے والا جہنم میں جائے گا کسی نے حضرت عمرو

رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ بھی تو ان سے جنگ ہی کر رہے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل اور سامان چھیننے والے کے بارے فرمایا تھا (جنگ کرنے والے کے بارے نہیں فرمایا تھا). (مسند احمد: ۴ / ۱۹۸)۔

ابن سعد نے کتاب الطبقات کے اندر اسی سند سے روایت کیا ہے اور یہ روایت ابو الغادیہ تک صحیح ہے، مگر اس کے بعد یہ کہنا کہ انہوں نے عمرو بن العاص کو خبر دی، تو کیا ابو الغادیہ نے عمرو سے روایت کیا ہے یا یہ کلثوم بن جبر عن عمرو بن العاص کی روایت ہے؟ اگر پہلی بات ہے تو پھر صحیح ہے اور اگر دوسری بات ہے اور یہی زیادہ قریب ہے، کیوں کہ عمرو بن العاص کو خبر دینے کی بات ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابو الغادیہ عمرو بن العاص سے روایت نہیں کی ہے، اسی لئے ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۲ / ۵۴۴) میں کہا کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔

یعنی روایت کا آخری حصہ کہ قاتل عمار جہنمی ہوگا، امام ذہبی (سیر 2 / 524) کے بقول منقطع ہے، اس کی روایت کرنے والے کلثوم بن جبیر ہیں اور ان کا عمرو بن العاص سے سماع نہیں ہے۔

اس حدیث کی ایک دوسری سند ہے جسے ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی (۸۰۳) کے اندر نقل کیا ہے:

حدثنا المعتمر بن سليمان، عن أبيه، عن مجاهد، عن عبد الله بن عمرو: أن رجلين أتيا عمرو بن العاص يختصمان في دم عمار بن ياسر وسلبه. فقال عمرو: خليا عنه، فإني سمعت رسول الله يقول: اللهم أولعت قريش بعمار، إن قاتل عمار وسالبه في النار۔

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ دو آدمی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس

آئے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے اور ان کا مال لوٹنے کے بارے میں جھگڑنے لگے، تو عمرو نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہیکہ اے اللہ! قریش عمار کی محبت میں گرفتار ہے، یقینا عمار کا قاتل اور اسکا مال لوٹنے والا دوزخ میں ہے۔

اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے، اور سند صحیح نہیں ہے۔

اور جہاں تک متن کا تعلق ہے تو یہ قصہ عبداللہ بن عمرو کے طریق سے ہے جسکے اندر (عمار وسالبہ فی النار) کا ذکر نہیں ہے۔

ہاں اسی طرح مسند احمد (۲/ ۱۶۴) کے اندر وارد ہوا ہے اور صحیح سند سے یہ بھی ثابت ہے کہ قاتل عمار دو مبہم لوگ ہیں اور دونوں کا دعویٰ قتل ہے جبکہ اس میں ابو غادیہ کا ذکر نہیں:

حدثنا يزيد، أخبرنا العوام، حدثني أسود بن مسعود، عن حنظلة بن خويلد العنبري قال: بينما أنا عند معاوية، إذ جاءه رجلان يختصمان في رأس عمار، يقول: كل واحد منهما أنا قتلته، فقال عبد الله بن عمرو: ليطب به أحد كما نفسا لصاحبه، فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " تقتله الفئة الباغية "، قال معاوية: فما بالك معنا؟ قال: إن أبي شكاني إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: " أطع أباك ما دام حيا، ولا تعصه " فأنا معكم ولست أقاتل۔

ترجمہ: حنظلہ بن خویلد عنبری سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھا کہ دو آدمیوں (مبہم) نے ان کے ہاں آ کر سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے سر کے بارے میں جھگڑنا

شروع کر دیا، ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ اس نے ان کو قتل کیا ہے، ان کی باتیں سن کر سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے ہر ایک اپنے اس کارنامے پر اپنا دل خوش کر لے، میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ باغی گروہ اسے قتل کرے گا۔ ان سے یہ حدیث سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر یہ بات ہے تو پھر آپ ہمارا ساتھ کیوں دیتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری شکایت کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا: تمہارا والد جب تک زندہ ہے، تم اس کی اطاعت کرتے رہو۔ اس حدیث کی وجہ سے میں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں، لیکن پھر بھی لڑائی میں حصہ نہیں لیتا۔

اسے بخاری نے التاریخ الکبیر کے اندر، نسائی نے الخصائص کے اندر اور ابونعیم الحلیۃ کے اندر نقل کیا ہے، اور اسکی سند جید ہے۔

ابن سعد نے بھی اسی معنیٰ کی ایک روایت الطبقات (۳ / ۲۵۳) کے اندر نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ إِنِّي لَأَسِيرُ مَعَ مُعَاوِيَةَ فِي مُنْصَرَفِهِ مِنْ صِفِّينَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَا أَبَتِ مَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَمَّارٍ وَيْحَكَ يَا ابْنَ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ قَالَ فَقَالَ عَمْرٌو لِمُعَاوِيَةَ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ هَذَا فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لَا تَزَالُ تَأْتِينَا بِهَنَةٍ أَنَحْنُ قَتَلْنَاهُ إِنَّمَا قَتَلَهُ الَّذِينَ جَاءُوا بِهِ۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنگ صفین سے فارغ ہو کر آرہے تھے تو میں ان کے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے درمیان چل رہا تھا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے والد سے کہنے لگے ابا جان کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا کہ افسوس! اے سمیہ کے بیٹے تجھے ایک باغی گروہ قتل کردے گا؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اس کی بات سن رہے ہیں؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے تم ہمیشہ ایسی ہی پریشان کن خبریں لے آنا کیا ہم نے انہیں شہید کیا ہے؟ انہوں تو ان لوگوں نے ہی شہید کیا ہے جو انہیں لے کر آئے تھے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المسند (۲ / ۲۰۶) کے اندر اور نسائی الخصائص (۱۶۶) کے اندر نقل کیا ہے، اور اس حدیث کے اندر وارد اختلاف کا ذکر کیا ہے، اسکے علاوہ بھی دوسری سندوں سے یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔

ایک دوسری روایت:

ابن سعد نے الطبقات (۳ / ۲۵۱) کے اندر اسحق بن ازرق عن عوف الاعرابی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہیکہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ عوف کہتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ عمار کا قاتل دوزخ میں ہوگا۔ انتہی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ زیادتی صحیح نہیں ہے بلکہ دو وجوہات سے منکر ہے:

۱- یہ حدیث مسلم، احمد، بیہقی، طبری اور کئی کتابوں میں وارد ہوئی ہے مگر یہ اضافہ کسی میں نہیں ہے۔

اسی طرح یہ روایت دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہے مگر کسی نے یہ اضافہ نہیں کیا ہے۔

۲- عوف نے اس زیادتی اور اضافے پر شک کا اظہار کیا ہے جس سے اسکی نکارت اور عدم صحت

کا پتہ چلتا ہے۔

ایک دوسرا طریق:

ابن سعد نے الطبقات (۳/ ۲۵۹) کے اندراور حاکم نے المستدرک (۳/ ۳۸۶) کے اندر محمد بن عمر واقدی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ قتل عمار کے بارے میں جھگڑنے والوں کے بارے میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! دونوں دوزخ میں ہیں۔

یہ روایت موقوف ہے، اور یہاں محمد بن عمر سے مراد واقدی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ (قاتل عمار فی النار) والی حدیث کا ثبوت محل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

البتہ جہاں تک قتل عمار کا الزام ابو الغادیہ پر لگانے کا ہے تو بلا شبہ یہ ثابت ہے اور یہ یقینا گناہ کبیرہ ہے، اور کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ صحابہ معصوم عن الخطا ہیں وہ کبیرہ گناہ نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ تعالی نے تو آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: (وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ [121] ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ) ترجمہ: اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ بھٹک گیا۔ [121] پھر اس کے رب نے اسے چن لیا، تو اس پر مہربانی فرمائی اور ہدایت دی۔ (طہ: ۱۲۲)۔

اور آدم وحوا علیہما السلام دونوں کے بارے میں فرمایا: (قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ) ترجمہ: دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقینا ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔ (الأعراف: ۲۳)۔

خلاصہ یہ ہے کہ (قاتل عمار فی النار) والی حدیث کا ثبوت محل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔ البتہ

جہاں تک قتل عمار کا الزام ابو الغادیہ پر لگانے کا ہے تو بلا شبہ یہ ثابت ہے۔ انتہی۔

دوسری چیز:

اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیں تو بھی اس کے اندر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی مذمت نہیں ہے کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ تو انہیں قتل کیا ہے اور نہ ہی اس قتل سے راضی تھے۔

اور جہاں تک مالکی کا یہ کہنا کہ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ جو عمار کے قتل سے راضی ہوا اسکا بھی حکم وہی ہوگا جو قاتل عمار کا ہے۔

تو یہاں پر مالکی نے خیانت سے کام لیا ہے، ابن تیمیہ کے کلام کو پورا نقل نہ کرکے کاٹ کر نقل کیا ہے!

اسی وجہ سے معنی بدل گیا ہے، کیونکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس صراحت کے بعد آگے ذکر کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ تو عمار کو قتل کیا ہے اور نہ ہی اس پر راضی تھے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (مجموع الفتاوی: ۳۵/۷۶) میں نقل کیا ہے کہ جو عمار کے قتل سے راضی ہوا اسکا بھی حکم وہی ہوگا جو قاتل عمار کا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ شامی فوج میں ایسے لوگ بھی تھے جو اس قتل سے راضی نہیں تھے، جیسے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور دیگر لوگ، بلکہ تمام لوگوں نے عمار کی شہادت پر نکیر کیا تھا حتی کہ معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے بھی۔

اور اس وقت جو بھی قتال ہوا وہ تاویل اور اجتہاد کی بنیاد پر ہوا تھا۔

ابو الحسن اشعری نے الابانہ (۷۸) میں کہا:

معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان جو بھی اختلافات ہوئے وہ سب اجتہاد اور تاویل کی بنیاد پر ہوئے، چنانچہ تمام صحابہ دینی ناحیے سے بالکل متہم نہیں بلکہ مامون ہیں، اللہ نے تمام صحابہ کی تعریف

کی ہے، اسی لئے ہم انکی عزت وتوقیر کرنے، ان کی تعظیم کرنے اور ان سے محبت کرنے نیز ان سے بغض رکھنے والے سے براءت کا اظہار کرنے کو اپنا دین اور ایمان مانتے ہیں۔



فصل

وہ صحیح حدیثیں جن سے غلط استدلال کیا گیا ہے:

پہلی حدیث:

حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ: (هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ) ترجمہ: میری امت کی تباہی قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ سے ہوگی۔

حسن مالکی نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: (فساد أُمَّتِي عَلَى أيديْ سفهاء مِنْ قُرَيْشٍ) کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند بیوقوفوں کے ہاتھ پر ہوگی۔ یہ حدیث بخاری میں ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے اندر ان بیوقوفوں کی تفسیر آئی ہے کہ ان سے مراد بنو حرب اور بنو مروان ہوں گے، اور بنو حرب میں سب سے پہلے معاویہ ہیں!!

میں کہتا ہوں کہ حسن مالکی کے اس کلام کے اندر کئی غلطیاں اور بے جا تاویلات ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- بخاری میں یہ الفاظ وارد نہیں ہوئے ہیں، بلکہ کسی بھی محدث نے ان الفاظ کے ساتھ روایت نہیں کیا ہے۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے:

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي جَدِّي، قَالَ: " كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ وَمَعَنَا مَرْوَانُ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ، يَقُولُ:" هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ ". فَقَالَ مَرْوَانُ: لَعْنَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ غِلْمَةً. فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَوْ شِئْتُ أَنْ أَقُولَ بَنِي فُلَانٍ وَبَنِي فُلَانٍ لَفَعَلْتُ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ مَعَ جَدِّي إِلَى بَنِي مَرْوَانَ حِينَ مُلِّكُوا بِالشَّأْمِ، فَإِذَا رَآهُمْ غِلْمَانًا أَحْدَاثًا، قَالَ لَنَا: عَسَى هَؤُلَاءِ أَنْ يَكُونُوا مِنْهُمْ، قُلْنَا: أَنْتَ أَعْلَمُ.

ترجمہ: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے دادا سعید نے خبر دی، کہا کہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بیٹھا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے صادق ومصدوق سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ سے ہوگی۔ مروان نے اس پر کہا ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں ان کے خاندان کے نام لے کر بتلانا چاہوں تو بتلا سکتا ہوں۔ پھر جب بنی مروان شام کی حکومت پر قابض ہو گئے تو میں اپنے دادا کے ساتھ ان کی طرف جاتا تھا۔ جب وہاں انہوں نے نوجوان لڑکوں کو دیکھا تو کہا کہ شاید یہ انہی میں سے ہوں۔ ہم نے کہا کہ آپ کو زیادہ علم ہے۔ (صحیح بخاری: ۷۰۵۸)۔

آپ دیکھیں کہ حدیث کے اصلی لفظ (غلمۃ) کو کیسے حذف کر دیا جبکہ یہی لفظ بخاری کے علاوہ بھی بہت ساری روایتوں میں وارد ہوا ہے۔ اور بعض روایتوں میں تصغیر کے ساتھ (اغیلمۃ) آیا ہے۔

ابن اثیر کہتے ہیں کہ یہاں اغیلمہ سے مراد چھوٹے بچے ہیں، اسی لئے تصغیر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، اس طرح اس سے معاویہ رضی اللہ عنہ نکل جائیں گے۔

یا یہاں خلفاء کی اولاد مراد ہیں جن کی وجہ سے سماجی بگاڑ پیدا ہوا، اسی اسے انہیں کی طرف منسوب کر دیا، اس مراد سے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ نکل جائیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ حسن مالکی نے اس لفظ ہی کو حذف کر دیا۔

ابن حجر نے فتح الباری (۱۳ / ۱۲) میں کہا کہ اغیلمہ غلمہ کی تصغیر ہے جو کہ غلام کی جمع ہے، اور اس لفظ کا اطلاق چھوٹے بچوں پر ہوتا ہے جو ابھی بالغ نہ ہوئے ہوں۔

ابن اثیر نے کہا کہ یہاں اغیلمہ سے مراد چھوٹے بچے ہیں، اسی لئے تصغیر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں:

تصغیر کے ساتھ صبی اور غلیم کس اطلاق کبھی کبھی عقل، تدبیر اور دین میں کمزوری کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے گر چہ وہ بالغ ہو اور یہاں یہی مراد ہے، کیونکہ خلفائے بنی امیہ میں کوئی نابالغ خلیفہ نہیں ہوا ہے، اور نہ ہی کوئی نابالغ گورنر بنایا گیا ہے۔ ہاں یہ مراد لے سکتے ہیں کہ یہاں خلفاء کی اولاد مراد ہیں جن کی وجہ سے سماجی بگاڑ پیدا ہوا، اسی اسے انہیں کی طرف منسوب کر دیا، اور اولی و بہتر یہی ہے کہ اس سے عام مراد لیا جائے۔

۲- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشارہ کیا کہ ان کی پہلا بچہ یزید بن معاویہ ہوگا۔

چنانچہ امام بخاری نے الادب المفرد (٦٦) کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَمْعَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَعَوَّذُ مِنْ إِمَارَةِ الصِّبْيَانِ وَالسُّفَهَاءِ. فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ سَمْعَانَ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَسَنَةَ الْجُهَنِيُّ أَنَّهُ قَالَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: مَا آيَةُ

ذَلِكَ؟ قَالَ: أَنْ تُقْطَعَ الأَرْحَامُ، وَيُطَاعَ الْمُغْوِي، وَيُعْصَى الْمُرْشِدُ.

ترجمہ: سعید بن سمعان سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ لڑکوں اور بیوقوفوں کے امیر بننے سے پناہ مانگتے تھے۔ اس کے بعد سعید بن سمعان نے کہا کہ ابن حسنہ جہنی نے بتایا کہ انہوں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اس کی نشانی کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس کی نشانی یہ ہے کہ قطع رحمی ہوگی، گمراہ کرنے والے کی پیروی ہوگی، اور راست بازی کی طرف بلانے والے کی نافرمانی ہوگی۔

علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

اور طبرانی نے اسے اوسط (۱۳۷۹) میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن علی بن زید عن أبي حازم عن أبي هريرة أنه قال في كيسى هذا حديث لو حدثتكموه لرجمتموني ثم قال اللهم لا أبلغن رأس الستين قالوا وما رأس الستين قال إمارة الصبيان.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے اس تھیلے میں ایسی حدیث ہے کہ اگر میں اسے تم لوگوں دے بیان کر دوں تو مجھے تم لوگ پتھر سے مارو گے، پھر کہا: اے اللہ! مجھے ساٹھ ہجری تک نہ پہونچا۔ لوگوں نے پوچھا: یہ ساٹھ ہجری سے کیا مراد ہے؟ کہا: اس سے بچوں کی امارت مراد ہے۔

نوٹ: اس حدیث کی سند میں علی بن زید بن جدعان ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔

اسی طرح ایک روایت ابن عدی نے وہ الکامل (۶ / ۸۱) کے اندر نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ كَامِلٍ أَبِي الْعَلاَءِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ رَأْسِ السَّتِينَ وَمِنْ إِمْرَةِ الصِّبْيَانِ۔

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ساٹھ ہجری اور بچوں کی امارت سے پناہ مانگو۔

اسے ابن ابی شیبہ نے المصنف (۳۷۲۳۵) میں، امام احمد نے المسند (۸۳۰۲) میں اور ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء (۶ / ۸۱) کے اندر ان الفاظ میں نقل کیا ہے: (تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِينَ وَمِنْ إِمْرَةِ الصِّبْيَانِ) جس میں ساٹھ کے بجائے ستر کا لفظ آیا ہے۔

حدیث کو اگر صحیح مان لیں تو یہی کہیں گے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ دعا قبول ہوگئی اور ۵۹ ھ ہی میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

اور ساتھ ہجری یزید بن معاویہ کی خلافت کا آغاز ہے، پتہ چلا کہ بچوں کی امارت میں یہ پہلی امارت ہے اگر بچوں سے مراد عقل تدبیر اور دین میں کمزوری لیں گے گرچہ آدمی بالغ ہو۔ (فتح الباری: ۱۳ / ۱۳)۔

ابن بطال نے کہا کہ یہاں امت کی ہلاکت سے مراد ایک دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بچوں کی امارت سے کیا مراد ہے تو آپ نے کہا کہ اگر تم انکی اطاعت کروگے تو تم دین میں ہلاک ہوجاوگے اور اگر نافرمانی کروگے تو وہ تمہیں دنیا میں ہلاک کردیں گے، تمہاری جان لیکر یا مال لیکر یا دونوں لیکر۔

ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چل رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! مجھے ساٹھ ہجری سے اور بچوں کی امارت کا زمانہ نہ دکھا۔

اس میں اس بات کی اشارہ ہے کہ ساٹھ ہجری کا زمانہ بچوں میں پہلے بچے کا دور ہوگا۔اور ایسا ہی ہوا کہ اس سال یزید بن معاویہ خلیفہ ہوا اور ۶۴ھ تک رہا، پھر وفات ہوگئی، اسکے بعد اسکا لڑکا معاویہ خلیفہ بنا اور کچھ ہی مہینوں کے بعد اسکی بھی وفات ہوگئی۔

۳- حدیث کے اندر یہ وارد ہوا ہے:(فَكُنْتُ أَخْرُجُ مَعَ جَدِّي إِلَى بَنِي مَرْوَانَ حِينَ مُلِّكُوا بِالشَّأْمِ، فَإِذَا رَآهُمْ غِلْمَانًا أَحْدَاثًا، قَالَ لَنَا: عَسَى هَؤُلَاءِ أَنْ يَكُونُوا مِنْهُمْ، قُلْنَا: أَنْتَ أَعْلَمُ) ترجمہ: پھر جب بنی مروان شام کی حکومت پر قابض ہو گئے تو میں اپنے دادا کے ساتھ ان کی طرف جاتا تھا۔جب وہاں انہوں نے نوجوان لڑکوں کو دیکھا تو کہا کہ شاید یہ انہی میں سے ہوں۔ہم نے کہا کہ آپ کو زیادہ علم ہے۔(صحیح بخاری:۷۰۵۸)۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں اغیلمہ سے مراد خلفاء کے وہ بیوقوف اولاد ہیں جو بعد میں جانشین بنے،اس طرح اس سے معاویہ رضی اللہ عنہ نکل جائیں گے۔

ابن حجر نے فتح الباری (۱۳/ ۱۲) کے اندر نقل کیا ہے کہ حدیث کے الفاظ (جب وہاں انہوں نے نوجوان لڑکوں کو دیکھا) سے یہ احتمال قوی ہوجاتا ہے کہ یہاں خلفاء کے وہ بیوقوف اولاد مراد ہیں جو بعد میں جانشین بنے۔لیکن یہ کہ ان سے بالذات کون مراد ہیں جنہیں ابو ہریرہ مراد لے رہے ہیں لیکن نام کا اظہار نہیں کیا تو بظاہر ان میں پہلا لڑکا یزید بن معاویہ مراد ہوگا، کیونکہ یزید نے شہروں کی گورنری سے بزرگوں کو ہٹا کر اپنے اقارب میں سے نوجوانوں کو تعینات کر دیا تھا۔



* دوسری حدیث:

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اسے امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں روایت کیا ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ . ح وحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الْقَصَّابِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: " كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ، قَالَ: فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً، وَقَالَ: اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ، قَالَ: فَجِئْتُ، فَقُلْتُ: هُوَ يَأْكُلُ، قَالَ، ثُمَّ قَالَ لِيَ: اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ، قَالَ: فَجِئْتُ، فَقُلْتُ: هُوَ يَأْكُلُ، فَقَالَ: لَا أَشْبَعَ اللَّهُ بَطْنَهُ، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قُلْتُ لِأُمَيَّةَ: مَا حَطَأَنِي؟ قَالَ: قَفَدَنِي قَفْدَةً".

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں ایک دروازہ کے پیچھے چھپ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے مجھے تھپکا (پیار سے) اور فرمایا: "جا معاویہ کو بلا لا۔" میں گیا، پھر لوٹ آیا اور میں نے کہا: وہ کھانا کھاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: "جا اور معاویہ کو بلا لا۔" میں پھر لوٹ کر آیا اور کہا: وہ کھانا کھاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔" (صحیح مسلم: ۲۶۰۴)۔

* دعوی کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کے اندر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف دو مذمت وارد ہوئی ہے:

پہلی مذمت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ پر بددعا کی ہے۔

دوسری مذمت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب پر لبیک کہنے سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے تاخیر کیا اور کھانا کھاتے رہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لا پرواہ تھے۔

پہلے اعتراض کا جواب تین وجوہات سے دیا گیا ہے:

۱- اس طرح کی بددعا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بلا میت اور قصد کے جاری ہوئی تھی۔ جیسے کہ کئی مواقع پر اس طرح استعمال کیا ہے، چنانچہ:

-ایک بار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا: (تربت یمینک) تمہارا دایاں ہاتھ خاک آلودہو۔

-ایک بار سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے تعلق سے فرمایا: (عقری حلقی) تجھے بانجھ کی بیماری لگے تیرا سر منڈ جائے۔

-ایک بار سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا: (ثکلتک امک) تیری ماں تجھے گم پائے۔

کیا کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ مذکورہ صحابہ کرام کیلئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا حقیقت میں مراد لیا ہوگا؟!

۲- محدثین اور شارحین حدیث نے اس حدیث کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے منقبت اور فضیلت ہے کہ مہ مذمت، جیسے کہ امام مسلم، امام نووی، ابن عساکر، ذہبی، ابن کثیر اور ہیثمی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

الف- ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۱۰۶) میں کہا کہ یہ حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے صحیح روایت ہے۔

ب- امام نووی نے شرح صحیح مسلم (١٦ / ١٥٦) کے اندر کہا: امام مسلم نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس بد دعا کے مستحق نہیں ہیں، اسی لئے اس حدیث کو اس باب میں داخل کیا ہے، اور اسے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں شمار کیا ہے کیونکہ حقیقت میں یہ آپ کیلئے بد دعا نہیں بلکہ دعا ہے۔

ج- حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (٢ / ٦٩٩) میں کہا کہ شاید اس میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے منقبت ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ! میں جسے برا بھلا کہہ دوں یا کسی پر لعنت بھیج دوں تو اسے اسکے لئے پاکی اور رحمت کا ذریعہ بنادے۔

د- ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (١١ / ٤٠٢) کے اندر کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دعا سے دنیا اور آخرت ہر جگہ فائدہ اٹھایا، جہاں تک دنیا کا تعلق ہے تو آپ جب ملک شام کے امیر رہے تو وہاں پر خوب کھاتے تھے، دن میں سات بار کھاتے تھے، ایک بڑا سا برتن لایا جاتا جس میں گوشت، پیاز ہوتا اسے کھاتے، پھر حلوی کھاتے، اور پھر پھل کھاتے۔ اور کہتے: اللہ کی قسم! میں آسودہ نہیں ہوتا بلکہ کھاتے کھاتے تھک جاتا ہوں۔ اور کھانا دنیا کے اندر ایک نعمت ہے جسکی رغبت ہر بادشاہ رکھتا ہے۔

اور جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو امام مسلم نے اس حدیث کو درج ذیل اس حدیث کے بعد نقل کیا ہے:

حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ، قَالَ: " كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيمَةٌ وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ، فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةَ، فَقَالَ: آنْتِ هِيَهْ لَقَدْ كَبِرْتِ لَا كَبِرَ سِنُّكِ، فَرَجَعَتِ الْيَتِيمَةُ إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي، فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ:

مَا لَكِ يَا بُنَيَّةُ؟ قَالَتْ: الْجَارِيَةُ دَعَا عَلَيَّ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنِّي، فَالْآنَ لَا يَكْبَرُ سِنِّي أَبَدًا، أَوْ قَالَتْ: قَرْنِي فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوثُ خِمَارَهَا حَتَّى لَقِيَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ؟ فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَدَعَوْتَ عَلَى يَتِيمَتِي، قَالَ: وَمَا ذَاكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ، قَالَتْ: زَعَمَتْ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنُّهَا وَلَا يَكْبَرَ قَرْنُهَا، قَالَ: فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ شَرْطِي عَلَى رَبِّي أَنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي، فَقُلْتُ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ، وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِي بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا، وَزَكَاةً، وَقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی جس کو ام انس کہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو دیکھا تو فرمایا: ”تو ہے وہ لڑکی، تو بڑی ہوگئی ہے، اللہ کرے تیری عمر بڑی نہ ہو۔“ وہ لڑکی یہ سن کر ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئی روتی ہوئی، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: بیٹی تجھے کیا ہوا، وہ بولی: مجھ پر دعا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری عمر بڑی نہ ہو۔ اب میں کبھی بڑی نہ ہوں گی یا یوں فرمایا: تیری ہمجولی بڑی نہ ہو۔ یہ سن کر ام سلیم رضی اللہ عنہا جلدی سے نکلیں اپنی اوڑھنی اوڑھتی ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا ہے ام سلیم؟“ وہ بولیں: اے نبی اللہ کے! آپ نے بددعا کی میری یتیم لڑکی کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”کیا بددعا؟“ ام سلیم رضی اللہ عنہا بولیں: وہ کہتی ہے: آپ

نے فرمایا: "اس کی یا اس کی ہمجولی کی عمر دراز نہ ہو۔" یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا: "اے ام سلیم! تو نہیں جانتی میں نے شرط کی ہے اپنے پروردگار سے میری شرط یہ ہے کہ میں نے عرض کیا: اے پروردگار! میں ایک آدمی ہوں خوش ہوتا ہوں جیسے آدمی خوش ہوتا ہے اور غصے ہوتا ہوں جیسے آدمی غصے ہوتا ہے تو جس کسی پر میں بددعا کروں اپنی امت میں سے ایسی بددعا جس کے وہ لائق نہیں تو اس کے لیے پاکی کرنا اور طہارت اور قربت اپنی قیامت کے دن۔" (صحیح مسلم: ۲۶۰۳)۔

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ امام مسلم نے اس کے بعد فوراً اس حدیث کو نقل کیا ہے جس سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اسکے خلاف کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔

۳- اور اگر ہم اسے حقیقت پر محمول کرلیں تو اس سے زیادہ سے زیادہ کھانے کے وقت کی طوالت پر دلالت کرتا ہے اور اس کے اندر کوئی اخروی نقص نہیں ہے اور ہر وہ چیز جو آخرت کیلئے باعث نقص نہ ہو وہ کمال کے منافی نہیں ہے۔ (تطہیر الجنان: ۳۷)۔

* دوسرے اعتراض کا جواب درج ذیل دو وجوہات سے دیا گیا ہے:

الف- حدیث کے اندر اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلا رہے ہیں، اور پھر اسکے بعد بھی انہوں نے تاخیر کی، بلکہ قوی احتمال یہی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب انہیں کھاتے ہوئے دیکھا تو شرم کی وجہ سے آواز نہیں دی اور آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتا دیا کہ وہ کھا رہے ہیں، اور اسی طرح دوستی بار بھی کیا۔

ب- اگر یہ مان بھی لیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کا پیغام پہونچایا تھا تو یہاں یہ احتمال ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا ہو کہ اس حکم میں تاخیر کی گنجائش ہے، یا یہ اعتقاد رکھا ہو کہ فوری طور پر جانا ضروری نہیں ہے۔



*تیسری حدیث:

حدیث سفینہ: (الخلافة ثلاثون عاما ثم یکون ملکا عضوضا) ترجمہ: تیس سال خلافت ہوگی پھر اسکے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت آئے گی۔

اسکے بعد مالکی نے کہا کہ پہلے بادشاہ معاویہ تھے۔

میں کہتا ہوں کہ کاٹ کھانے والی بادشاہت کا مطلب یہ ہیکہ جس میں ظلم و زیادتی اور ستم پایا جائے۔(القاموس المحیط:۳۳۵)۔

ابن اثیر نے النہایہ (۶۲۲) میں کہا کہ کاٹ کھانے والی بادشاہت کا مطلب یہ ہیکہ جس میں رعایا پر ظلم روا رکھا گیا ہو۔

اس کا جواب درج ذیل ہے:

ا- یہ حدیث اس لفظ کے ساتھ وارد نہیں ہوئی ہے!

یہ حدیث مسند احمد (۵/ ۲۲۰) ترمذی (۲۲۲۶)، نسائی نے سنن الکبری (۸۱۵۵) میں اور سنن ابی داود (۴۶۴۶) وغیرہ میں موجود ہے جو اس طرح ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلْكَ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ".

ترجمہ: سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خلافت علی منہاج النبوۃ (نبوت کی خلافت) تیس سال رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ سلطنت یا اپنی سلطنت جسے چاہے گا دے گا" (سنن ابی داود:۴۶۴۶)۔

مذکورہ حوالوں میں (ملکا عضوضا یعنی کاٹ کھانے والی بادشاہت) کے الفاظ وارد نہیں ہوئے

ہیں۔

ہاں، ان الفاظ کے ساتھ مسند طیالسی (۲۲۸) میں، بیہقی کی سنن الکبری (۱۶۴۰۷) میں، شعب الایمان (۵۶۱۶) میں، مسند ابی یعلی (۸۷۳) میں، طبرانی کی معجم کبیر (۳۷۶) میں اور ابن عبدالبر کی التمہید (۱۴/ ۲۴۵) میں مروی ہے، سب نے درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

عن ليث بن أبي سليم عن عبد الرحمن بن سابط عن أبي ثعلبة الخشني عن أبي عبيدة بن الجراح ومعاذ بن جبل رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله عز وجل بدأ هذا الأمر نبوة ورحمة، وكائناً خلافة ورحمة، وكائناً ملكاً عضوضاً، وكائناً عنوة وجبرية وفساداً في الأرض، يستحلون الفروج والخمور والحرير، وينصرون على ذلك، ويرزقون أبداً حتى يلقوا الله.

ترجمہ: ابوعبیدہ بن الجراح اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقینا اللہ تعالی اس ذمیداری کو نبوت اور رحمت سے آغاز کیا ہے، پھر پھر خلافت رحمت والی اور بادشاہت کاٹ کھانے والی آئے گی، پھر جبر وظلم اور فساد پر مبنی بادشاہت ہوگی۔ لوگ شرم گاہوں کو اور شراب وریشم کو حلال کرلیں گے اسکے باوجود انکی مدد ہوگی اور یہ رزق دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اپنے رب سے جاملیں۔

*تبصرہ:

اسکی سند صحیح نہیں ہے اور متن بھی منکر ہے۔

جہاں تک سند کا تعلق ہے تو اسکے اندر لیث بن ابی سلیم نامی ضعیف راوی ہیں۔

اور جہاں تک متن کا تعلق ہے تو یہ اللہ کے اس قول کے خلاف ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔ (محمد: ۷)

اسی طرح ایک حدیث امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المسند (۱۸۴۳۰) کے اندر، ابو داود طیالسی نے اپنی کتاب المسند (۴۳۸) کے اندر اور بزار نے اپنے مسند (۲۷۹۶) میں نقل کیا ہے، ان سب نے اسے درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

عن دَاوُدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ سَالِمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ كُنَّا قُعُودًا فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ بَشِيرٌ رَجُلًا يَكُفُّ حَدِيثَهُ فَجَاءَ أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ فَقَالَ يَا بَشِيرُ بْنَ سَعْدٍ أَتَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأُمَرَاءِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا أَحْفَظُ خُطْبَتَهُ فَجَلَسَ أَبُو ثَعْلَبَةَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ قَالَ حَبِيبٌ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَكَانَ يَزِيدُ بْنُ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ فِي

صَحَابَتِهِ فَكَتَبْتُ إِلَيْهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ أُذَكِّرُهُ إِيَّاهُ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي أَرْجُو أَنْ يَكُونَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَعْنِي عُمَرَ بَعْدَ الْمُلْكِ الْعَاضِّ وَالْجَبْرِيَّةِ فَأُدْخِلَ كِتَابِي عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَسُرَّ بِهِ وَأَعْجَبَهُ۔

ترجمہ: سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے بشیر اپنی احادیث روک رکھتے تھے ہماری مجلس میں ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے کہ اے بشیر سعد! کیا امراء حوالے سے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ! فرمانے لگے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ یاد ہے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تمہارے درمیان نبوت موجود رہے گی پھر اللہ اسے اٹھانا چاہئے گا تو اٹھالے گا پھر طریقہ نبوت پر گامزن خلافت ہوگی اور وہ بھی اس وقت رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا پھر اللہ اسے اٹھانا چاہئے گا تو اٹھالے گا پھر کاٹ کھانے والی حکومت ہوگی اور وہ بھی اس وقت رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا پھر اللہ اسے اٹھانا چاہئے گا تو اٹھالے گا اس کے بعد ظلم کی حکومت ہوگی اور وہ بھی اس وقت رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا پھر اللہ اسے اٹھانا چاہئے گا تو اٹھالے گا پھر طریقہ نبوت پر گامزن خلافت آجائے گی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ راوی حدیث حبیب کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلفیہ مقرر ہوئے تو یزید بن نعمان رضی اللہ عنہ ان کے مشیر بنے میں نے یزید بن نعمان کو یاد دہانی کرانے کے لئے خط میں یہ حدیث لکھ کر بھیجی اور آخر میں لکھا کہ مجھے امید ہے کہ امیر المؤمنین کی حکومت کاٹ کھانے والی اور ظلم کی حکومت کے بعد آئی ہے یزید بن نعمان نے میرا یہ خط امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کیا جسے پڑھ کر وہ بہت مسرور اور خوش ہوئے۔ (مسند

احمد: ۱۸۴۳۰)۔

*تبصرہ:

امام بخاری نے حبیب بن سالم کے بارے میں کہا کہ یہ متکلم فیہ ہیں۔

ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء (۲/۴۰۶) کے اندر کہا کہ انکی حدیث کے متون میں نکارت تو نہیں ہے البتہ سندوں میں اضطراب ہے۔

اس حدیث کے روایت کرنے میں ابو داود طیالسی منفرد ہیں!!

اطراف الغرائب والافراد (۱۹۸۸) میں دارقطنی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ابو داود طیالسی اس حدیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ امام بزار نے اپنے مسند (۷/۲۲۴) میں اسے مرسل کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ ابراہیم بن داود کے علاوہ کسی نے نعمان کے واسطے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہو۔

اسی طرح یہ حدیث اس روایت کے بھی خلاف ہے جسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر (۱۱/۸۸) میں نقل کیا ہے:

حدثنا أحمد بن النضر العسكري، ثنا سعيد بن حفص النفيلي، ثنا موسى بن أعين، عن ابن شهاب (والصواب ابي شهاب)، عن فطر بن خليفة، عن مجاهد، عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أول هذا الأمر نبوة ورحمة، ثم يكون خلافة ورحمة، ثم يكون ملكا ورحمة، ثم يكون إمارة ورحمة، ثم يتكادمون عليه تكادم الحمر فعليكم بالجهاد، وإن

أفضل جهادكم الرباط، وإن أفضل رباطكم عسقلان"۔

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس معاملہ کا پہلا دور نبوت اور رحمت کا ہوگا۔ پھر خلافت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر ملوکیت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر امارت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر لوگ اس معاملہ میں ایک دوسرے پر گدھوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے۔ اور تمہارا بہترین جہاد دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا ہے اور ایسی بہترین تیاری کی جگہ عسقلان ہے"۔ علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

اس روایت سے پتہ چلا کہ صحیح روایت کے اندر بادشاہت کا ذکر ہے مگر اس کی کاٹ کھانے والی بادشاہت کا ذکر نہیں ہے۔

جیسا کہ پہلی روایت میں صرف بادشاہت کا ذکر ہے اور دوسری میں رحمت والی بادشاہت کا ذکر ہے۔

اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے جب یزید بن معاویہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بہت سارے فتنے اور اختلافات رونما ہوئے جنکی تصدیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے: (اس معاملہ کا پہلا دور نبوت اور رحمت کا ہوگا۔ پھر خلافت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر ملوکیت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت کا کا دور ہوگا)۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور نبوت اور رحمت کا دور تھا، اور خلفائے راشدین کا دور خلافت اور رحمت کا دور تھا، پھر معاویہ کی امارت بادشاہت اور رحمت کا دور تھا، پھر اسکے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت کا زمانہ آیا ہے۔

مجموع الفتاوی (۳۵ / ۲۷) کے اندر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یک اس بات کا

متقاضی ہے کہ ہماری شریعت میں بادشاہت کے ساتھ خلافت جائز ہے، اور یہ کہ یہ عدالت کے منافی نہیں ہے، گرچہ خالص خلافت ہی افضل ہے، اور ہر وہ شخص جو معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتا ہے اور آپ کو مجتہد مانتا ہے اور گناہوں کا مرتکب نہیں مانتا تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ دو اقوال میں سے کسی ایک کا قائل ہو: یا تو وہ یہ مانے کہ بادشاہت کے ساتھ خلافت جائز ہے، یا پھر وہ بادشاہت پر نقد نہ کرے ۔(جامع المسائل:۵ / ۱۵۴)۔

مزید کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار بالاتفاق افضل بادشاہوں میں سے ہوتا ہے۔(مجموع الفتاوی: ۴ / ۴۷۸)۔



*چوتھی حدیث:

حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ: (تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ) ترجمہ: عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہوگی۔

اس حدیث کا کئی جواب دیا گیا ہے:

ا- اس حدیث پر بشمول امام احمد بعض اہل علم نے کلام کیا ہے، لیکن امام احمد نے آخر میں اسے صحیح کہا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۳۵/ ۷۶) میں کہا:

" جہاں تک شہادت عمار والی حدیث کا تعلق ہے کہ آپ کو باغی گروہ قتل کرے گا، تو اس حدیث پر اہل علم کی ایک جماعت نے طعن کیا ہے، لیکن اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے، اور صحیح بخاری کے بھی بعض نسخوں میں یہ حدیث موجود ہے"۔

المنتخب من علل الخلال، ص (۲۲۲) کے اندر مذکور ہے کہ احمد بن حنبل، یحی بن معین اور ابو خیثمہ کی مجلس میں اس حدیث کا ذکر ہوا تو ان حضرات نے کہا کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ شہادت عمار بن یاسر کے بارے میں ۲۸ / حدیثیں مروی ہیں مگر ان میں کوئی ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔

ابن رجب نے فتح الباری: ۲/ ۴۹۴ کے اندر کہا کہ اس حدیث کی سند غیر معروف ہے، امام احمد سے اس کے برخلاف مروی ہے۔ اور ایک قول کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ

اس بارے میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے پھر اس سے زیادہ کلام کرنے کو ناپسند کیا۔

۲- صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں (عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا) کی زیادتی نہیں ہے، امام حمیدی نے الجمع بین الصحیحین میں اسکا ذکر نہیں کیا ہے، اور کہا ہیکہ امام بخاری نے اصلا اس حدیث کو ذکر ہی نہیں کیا ہے۔

اس زیادتی کا انکار تحفۃ الاشراف (۳ / ۴۲۷) کے اندر امام مزی نے بھی کیا ہے اور کہا کہ اس حدیث کے اندر یہ الفاظ نہیں ہیں۔

لیکن اہل علم کی ایک جماعت نے اسے صحیح مانا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱ / ۶۴۷) کے اندر کہا ہے کہ یہ زیادتی ابن سکن، کریمہ اور دوسروں کی روایت میں موجود ہے، اسی طرح صنعانی کے نسخے میں بھی موجود ہے جسکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسکا مقابلہ فربری کے نسخے سے کیا گیا ہے۔

۳- اس زیادتی پر ادراج کا الزام ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱ / ۶۴۶) کے اندر کہا کہ مجھے یہی لگتا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو جان بوجھ کر حذف کر دیا ہے، اور ایسا ایک بہت ہی باریک نقطے کی وجہ سے کیا ہے، اور وہ یہ کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اس زیادتی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے، پتہ چلا کہ اس روایت کے اندر یہ زیادتی مدرج ہے۔ اور وہ روایت جسے ہم نے واضح کیا وہ بخاری کے شرط پر نہیں ہے، اس سے امام بخاری کے تبحر علمی اور فہم کی گیرائی کا پتہ چلتا ہے۔

۴- اور جہاں تک یہ تاویل کرنا کہ انکا قاتل وہی ہے جو انہیں لے کر آیا ہے یعنی وہ گروہ جس کے ساتھ وہ لڑ رہے تھے۔ تو یہ قول بہت ہی کمزور ہے، اسکا فساد بالکل ظاہر ہے؛ کیونکہ اس سے یہ لازم

آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ان تمام لوگوں کے قاتل ہیں جو غزوات میں ان کے ساتھ قتل ہوئے جیسے حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ۔

اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۳۵ / ۷۶) میں کہا ہے کہ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ تاویل کرتے ہوئے کہا کہ عمار کو تو ان لوگوں نے قتل کیا ہے جو انہیں لے کر آئے ہیں، ان کی فوج نے انہیں قتل نہیں کیا ہے، تو اس تاویل کا جواب دیتے ہوئے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تو ہم نے حمزہ کو بھی قتل کیا ہے، اور بلاشبہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جو کہا وہی درست ہے۔

۵- بعض لوگوں نے باغی کا مفہوم مطالبہ کرنے والا گروہ سے تاویل کی ہے یعنی خون عثمان کا مطالبہ کرنے والا گروہ، لیکن شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسکے بارے میں کہا کہ یہ بہت ہی کمزور تاویل ہے۔ (منہاج السنہ: ۴ / ۳۹۰)۔

۶- عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، اس میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ اس سے مراد معاویہ اور آپ کے ساتھی ہیں، بلکہ ممکن ہے اس گروہ سے مراد وہ لوگ ہوں جو لڑائی کو بھڑکا رہے تھے یہاں تک کہ انہوں قتل کر دیا گیا۔ اور یہ گروہ فوج ہی میں سے تھا، مگر معاویہ رضی اللہ عنہ اس قتل سے راضی نہیں تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۳۵ / ۷۶) میں کہا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، اس میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ اس سے مراد معاویہ اور آپ کے ساتھی ہیں، بلکہ ممکن ہے اس گروہ سے مراد وہ لوگ ہوں جو لڑائی کو بھڑکا رہے تھے یہاں تک کہ انہوں قتل کر دیا گیا۔ اور یہ گروہ فوج ہی میں سے تھا، اور وہ لوگ بھی اس میں شامل ہیں جو اس قتل سے راضی

تھے، لہذا انکا بھی حکم وہی ہوگا جو قاتل عمار کا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ فوج میں ایسے لوگ بھی تھے جو اس قتل سے راضی نہیں تھے جیسے عبد اللہ بن عمرو بن العاص وغیرہ، بلکہ تمام لوگ قتل عمار پر نکیر کرتے تھے حتی کہ معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بھی۔

۷- حدیث کا ظاہری مفہوم ہی مراد ہے، البتہ باغی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ایمان سے خارج ہو جائیں گے یا وہ لعنت کے مستحق ہوں گے، کیونکہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ [9] إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ [9] مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الحجرات: ۱۰)۔

یہاں پر دیکھیں اللہ نے دونوں گروہ کو مومن کہا ہے باوجود یکہ دونوں آپس میں قتال کر رہے ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۴ / ۵۳۸) کے اندر کہا:

"یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ہے بایں طور کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمار بن

یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ انہیں باغی گروہ قتل کرے گا، اور انہیں اہل شام نے جنگ صفین میں قتل کیا ہے، اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اہل عراق کے ساتھ تھے، اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے خلافت کے زیادہ مستحق تھے، اور یہاں پر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو باغی کہنے سے ان کی تکفیر لازم نہیں آتی ہے، کیونکہ وہ گرچہ باغی تھے مگر وہ قتال کرنے میں مجتہد تھے، اور کوئی ضروری نہیں کہ ہر مجتہد حق تک پہونچ جائے بلکہ جو مجتہد حق تک پہونچ جائے گا اسے دو اجر ملے گا اور جو حق تک نہیں پہونچے گا اسے ایک اجر ملے گا۔

اور جس نے اس حدیث کے اندر ہی اضافہ کیا ہے کہ اسے اللہ قیامت کے روز میری شفاعت سے محروم کر دے گا۔ تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کہا ہے، اس لئے کہ کسی بھی مقبول سند سے یہ جملہ مروی نہیں ہے، واللہ اعلم۔

اور جہاں تک اس جملے کا تعلق ہے: (جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہوگی)۔ تو اس کا مفہوم یہ ہیکہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی اہل شام کو الفت اور اتحاد کی دعوت دے رہے تھے جبکہ اہل شام چاہتے تھے کہ اقتدار پر وہ قابض ہو جائیں بالمقابل اس کے جو ان سے زیادہ مستحق ہے۔ اور یہ کہ لوگ مختلف گروہوں میں بٹ جائیں، ہر علاقے کا ایک حاکم ہو، ظاہر ہے اس سے امت میں اختلاف پیدا ہوتا، انکے اعتبار سے یہی لازم آتا تھا گرچہ وہ ایسا نہیں چاہتے تھے، واللہ اعلم۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم (۱۸/ ۴۰) کے اندر کہا کہ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات کیلئے بالکل واضح دلیل ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور دوسرا گروہ باغی تھا، مگر

مجتہد تھا، اسلئے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، جیسا کہ میں نے متعدد جگہوں پر واضح کیا ہے، اور مزید اس حدیث کے اندر کئی اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے واضح معجزہ ہے:

-عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا جائے گا۔

-عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مسلمان ہی قتل کریں گے۔

-وہ لوگ باغی ہوں گے۔

-یہ کہ صحابہ آپس میں قتال کریں گے۔

-صحابہ کے اندر دو گروہ ہو جائے گا ان میں ایک باغی ہوگا۔

ان میں سے تمام معجزے صبح روشن کی طرح واقع ہو چکے، صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابن حزم نے الفصل فی الملل والنحل (۳/ ۷۷) کے اندر کہا:

"ایک مجتہد مخطی جب قتال کرتا ہے حق کی تلاش میں جب کہ اسے نہیں پتہ ہوتا کہ وہ مخطی ہے تو وہ اس وقت باغی ہوتا ہے اور ساتھ میں ماجور بھی، اس پر کوئی حد نہیں ہے اور نہ ہی کوئی سزا، لیکن اگر کوئی قتال کرے اور اسے معلوم ہو کہ وہ خطا کار ہے تو وہ محارب ہوگا اس پر محاربہ کا حد لاگو ہوگا، اور سزا بھی ملے گی، اسے فاسق کہا جائے گا، اسکی تفصیل قرآن میں آئی ہے: (وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ) ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے

درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(الحجرات:۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۳۵/ ۷۶) میں کہا:

”عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا، یہ ہماری مذکورہ باتوں کے منافی نہیں ہے:

کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:(وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[9] إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔[9] مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(الحجرات:۱۰)۔

یہاں قتال کے باوجود انہیں مومن کہا گیا ہے، اور یہ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں، بلکہ باغی گروہ سے قتال کا حکم دیا گیا اور پھر اسے مومن کہا گیا، اسلئے بغاوت اور ظلم وزیادتی سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی وہ لعنت کا مستحق بنتا ہے، ایسے لوگوں کی دو قسمیں ہیں: یہ ظلم وزیادتی اور بغاوت یا تو تاویل کے ساتھ ہوگی یا بغیر تاویل کے۔

اگر وہ مجتہد متاول ہے تو ہم زیادہ سے زیادہ اسے مخطی کہہ سکتے ہیں، اور ایسوں کے بارے میں

اللہ نے فرمایا ہے: (رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا) ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کرا گر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔ (البقرہ: ۲۸۶)۔

اور صحیح روایتوں میں یہ ثابت ہے کہ یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔ اور اللہ تعالی نے داود اور سلیمان علیہما السلام کے بارے میں یہ خبر دی ہے کہ وہ دونوں اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، اگر کسی مسئلے کو کوئی سمجھ لے اور کوئی نہ سمجھ سکے تو اس سے اس کی ملامت نہیں کی جائے گی، یہی معاملہ بغاوت کا ہے کہ اگر باغی مجتہد اور متاول ہو بلکہ اسے یقین ہو کہ وہ حق پر ہے گرچہ وہ اپنے اعتقاد میں خطا پر ہے، تو اسکے باغی ہونے سے اسکا گنہگار ہونا لازم نہیں آئے گا چہ جائیکہ اسے فاسق کہا جائے۔

اور جو لوگ باغیوں سے قتال کرنے کو واجب کہتے ہیں وہ صرف اسی حد تک کہ انکی بغاوت کا ضرر ختم ہو جائے، اور انکی سرکشی پر روک لگ جائے، ان پر کوئی حد اور سزا نہیں ہے، اور نہ ہی انہیں فاسق کہا جائے گا بلکہ انکی عدالت بھی مجروح نہیں ہوگی۔ اور جو بغیر تاویل کے باغی ہوگا وہ گنہگار ہوگا البتہ اس کا گناہ متعدد اسباب سے ختم ہوسکتا ہے: جیسے نیکیوں سے، اور مصیبت و آزمائش سے۔

اس وقت حدیث عمار سے کچھ لوگ یہ استدلال کر سکتے تھے کہ باغی گروہ سے قتال کرنے کا حکم قرآن میں موجود ہے مگر کسی نے نہیں کیا۔ البتہ جو لوگ لڑائی سے الگ تھلگ تھے وہ ان احادیث سے احتجاج کرتے تھے جن میں فتنے کے موقع پر قتال سے دور رہنے اور گھر میں بیٹھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس قتال کو وہ قتال فتنہ کہتے تھے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قتال فتنہ سے روکتے تھے اور اللہ نے بھی قتال کی ابتداء کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ بغاوت کرنے والوں سے لڑائی کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا

بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ) ترجمہ: اورا گرایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(الحجرات:۹)۔

یعنی اگر بغاوت کا شر بغیر لڑائی کے ختم نہ ہو تبھی قتال کا حکم ہے اور ایسے موقع پر واجب ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ".

ترجمہ: سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو شخص اپنے گھر والوں کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے تو وہ شہید ہے اور جو اپنے خون کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے“۔(سنن نسائی:۴۱۰۰)۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کا مقصود یہ ہیکہ اس سے کسی صحابی پر لعن طعن لازم نہیں آتا اور نہ ہی اس سے فسق لازم آتا ہے۔

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ (۴ / ۳۸۵) کے اندر مزید

فرمایا:

" باغی کبھی متاول مجتہد ہوتا ہے اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے، اور کبھی متعمد ہوتا ہے، اسے یوین ہوتا ہے کہ وہ باغی ہے، اور یہ بغاوت کبھی شبہہ اور شہوت سے مرکب ہوتا ہے، اور یہی اکثر ہوتا ہے، بہرصورت اہل سنت والجماعہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کو معصوم عن الخطا نہیں سمجھتے ہیں اور نہ ہی انہیں اجتہادی غلطیوں سے پاک مانتے ہیں، بلکہ کہتے ہیں کہ تمام امتی سے گناہ سرزد ہو سکتے ہیں البتہ ان گناہوں کے مٹنے کے اسباب بھی ہیں جیسے توبہ استغفار، نیکیاں، اور آزمائش ومصائب جو گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔



*پانچویں حدیث:

حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ:

(سَيَلِي أُمُورَكُمْ مِنْ بَعْدِي رِجَالٌ يُعَرِّفُونَكُمْ مَا تُنْكِرُونَ وَيُنَكِّرُونَكُمْ مَا تَعْرِفُونَ فَلَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللّٰهَ تَعَالَى فَلَا تَعْتَلُّوا بِرَبِّكُمْ) قال عبادة: والله إنَّ مُعاويةَ لِمن أولئك.)

ترجمہ: میرے بعد ایسے لوگ تمہارے حکمران ہوں گے جو تمہیں ایسے کاموں کی پہچان کرائیں گے جنہیں تم ناپسند سمجھتے ہو گے اور ایسے کاموں کو ناپسند کریں گے جنہیں تم اچھا سمجھتے ہو گے سو جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت ضروری نہیں اور تم اپنے رب سے نہ ہٹنا۔ عبادہ نے کہا: اللہ کی قسم! معاویہ انہیں میں سے ہیں۔

حسن مالکی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس زیادتی (قال عبادة: والله إنَّ مُعاويةَ لِمن أولئك) کے ساتھ امام حاکم نے المستدرک (۴ / ۴۳۲) میں مسلم بن خالد عن اسماعیل بن عبید بن رفاعہ عن ابیہ کے طریق سے روایت کیا ہے:

أنَّ عُبادةَ بنَ الصّامِتِ، قامَ قائمًا في وسَطِ دارِ أميرِ المُؤمِنينَ عُثْمانَ بنِ عَفّانَ رَضيَ اللهُ عنه فقالَ: إنِّي سمِعْتُ رَسولَ اللهِ ﷺ مُحَمَّدًا أبا القاسِمِ يَقولُ: سَيَلي أُمورَكم مِن بَعْدي رِجالٌ يُعَرِّفونَكم ما تُنْكِرونَ، ويُنْكِرونَ عليكم ما تَعْرِفونَ، فلا طاعةَ لمَن عَصى اللهَ، فلا تَعْتُبوا أنفُسَكم، فوالَّذي نَفْسي بيَدِه، إنَّ مُعاويةَ مِن أولئك، فما راجَعَه عُثْمانُ حرفًا.

ترجمہ: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کے وسط میں کھڑے ہو کر کہا کہ میں نے ابو القاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہیکہ میرے بعد ایسے لوگ تمہارے حکمران ہوں گے جو تمہیں ایسے کاموں کی پہچان کرائیں گے جنہیں تم ناپسند سمجھتے ہو گے اور ایسے کاموں کو ناپسند کریں گے جنہیں تم اچھا سمجھتے ہو گے سو جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت ضروری نہیں اور تم اپنے اپنے نفس کی ملامت نہ کرنا۔ اللہ کی قسم! معاویہ بھی انہیں میں سے ایک ہیں۔ یہ سن کر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انکی کسی ایک بھی بات کا جواب نہیں دیا۔

*تبصرہ:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے اندر تین علتیں ہیں:

پہلی علت:

اس کی سند میں مسلم بن خالد ابو خالد زنجی نامی راوی ضعیف ہے جسکے ضعیف ہونے پر کبار محدثین متفق ہیں۔

البتہ مسلم بن خالد کہ متابعت پائی جاتی ہے مگر اس زیادتی کے بغیر۔

اسی طرح اسی زیادتی کے ساتھ مجمع الزوائد کے اندر متابعت موجود ہے مگر اس میں اسماعیل بن عیاش نامی راوی ضعیف ہے، اسی طرح مستدرک حاکم کے اندر بھی اسکی متابعت پائی جاتی ہے مگر اس میں عبداللہ بن واقد نامی راوی ضعیف ہے۔

دوسری علت:

اسناد کے اندر اضطراب اور اختلاف ہے!

چنانچہ مسند احمد (۵ / ۳۲۵) میں اسماعیل بن عبید نے عبادہ سے روایت کیا ہے مگر اپنے والد کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔ جبکہ زوائد المسند (۵ / ۳۲۹) کے اندر موجود ہے۔

تیسری علت:

اسماعیل بن عبید مجہول ہے۔

بخاری نے کہا کہ ابن خیثم کے سوا اس سے کسی نے روایت نہیں کیا ہے۔

ابن حجر نے کہا کہ متابعت کی صورت میں مقبول ہے ورنہ ضعیف الحدیث ہے۔

اور یہاں پر اسماعیل بن عبید کی متابعت نہیں کی گئی ہے۔

اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے کہ آپ نے اس حدیث کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر محمول کر لیا ہے حالانکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے تجربہ کار خلفائے راشدین نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک شام کا گورنر بنایا تھا اور اس پوری مدت میں دونوں میں سے کسی نے بھی آپ کو کدی بھی چیز میں متہم نہیں کیا۔

صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کو دیکھا اور پایا ہے مگر کسی نے آپ سے مخالفت نہیں کی ہے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔



*چھٹی حدیث حذیفہ وعمار رضی اللہ عنہما

(فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ) ترجمہ: میرے اصحاب میں بارہ منافق ہیں وہ جنت میں نہ جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھسے۔ یہ حدیث مسلم میں ہے۔

*تبصرہ:

دیکھیں کیسے حسن مالکی جیسے اہل بدعت نفس پرستوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجرد گمان اور شیطانی وسوسوں کی بنیاد پر ان منافقین میں شمار کیا ہے جنہوں نے تبوک سے واپسی پر راستے میں ایک گھاٹی کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی!

اس کا جواب بہت ہی آسان ہے:

آخر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آمین کیسے ہو سکتے ہیں کہ جو وحی الہی کیلئے کاتب ہوں انکی کتابت میں کوئی اتہام نہ ہو پھر انہیں منافقوں میں شمار کرلیا جائے؟!

پھر آخر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ تجربہ کار ہیں، اپنے دور خلافت میں ملک شام کا انہیں گورنر بنا دیتے ہیں اور انہیں کسی چیز میں متہم نہیں پاتے جبکہ وہ منافقین میں سے ہیں؟!

یہی بات ہم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے دور خلافت میں بھی ملک شام کے گورنر تھے۔

بلکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کیسے منافق ہو سکتے ہیں جبکہ آپ گا آپ حنین میں شریک ہوئے تھے اور

اللہ کے اس قول میں داخل ہیں: (ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ) ترجمہ: پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کو سزا دی جنھوں نے کفر کیا اور یہی کافروں کی جزا ہے۔ (التوبہ: ۲۶)۔

اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ کے اس قول میں داخل ہیں: (لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) ترجمہ: تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔ (الحدید: ۱۰)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۴/ ۴۵۹) میں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کا سب سے بڑا لشکر غزوہ تبوک میں تھا، کسی رجسٹر میں اسکا شمار ممکن نہیں تھا، مگر اس میں جنگ نہیں ہوئی تھی، اور اس میں شریک ہونے والے تمام صحابہ اللہ کے اس قول میں داخل ہیں: (لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) ترجمہ: تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے

ہو، خوب باخبر ہے۔(الحدید:۱۰)۔

کیونکہ یہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لانے والے ان صحابہ میں داخل ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اور اللہ نے ان سے بھی اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے، اسلئے کہ انہوں نے بھی حنین اور طائف میں خرچ کیا اور جنگ کیا ہے، رضی اللہ عنہم، اسی طرح یک ان صحابہ میں بھی شامل ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے :(وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ)

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔(التوبہ:۱۰۰)۔

آخر میں ہم خواہشات نفس اور اندھی بصیرت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔



* ساتویں حدیث:

(إنَّ أخوفَ ما أخافُ على أمَّتي الأئمةُ المضلُّونَ) ترجمہ: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف گمراہ اماموں کا ہے۔

حسن مالکی نے کہا کہ علی، عمار، عبادہ، خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہم اور انکے دیگر صحابہ ساتھی یہ سمجھتے تھے کہ معاویہ انہیں اماموں میں سے ایک ہیں۔ جیسا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جب یہ مطالبہ کیا گیا کہ ملک شام پر معاویہ کو باقی رکھیں تو آپ نے اس وقت اس آیت کریمہ کی تلاوت کی تھی: (وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا) ترجمہ: اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا بھی نہیں (الاعراف: ۵۱)۔

اور سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ یہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ معاویہ برے امراء میں سے ہیں۔

اور جہاں تک سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو معاویہ کے بارے میں آپ کی رائے مشہور ہے۔

اور جہاں تک سیدنا خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین کا تعلق ہے تو آپ ہی نے یہ کہا تھا کہ گمراہی اب میرے لئے واضح ہو چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف ہے اس پر تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

اور یہاں تک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق ہے کہ آپ سے جب یہ مطالبہ کیا گیا کہ ملک شام پر معاویہ کو باقی رکھیں تو آپ نے اس وقت اس آیت کریمہ کی تلاوت کی تھی: (وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا) ترجمہ: اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا بھی

نہیں (الاعراف:۵۱)۔

تو اسے ابن عسا کر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۱۲۷) میں یحی بن سلیمان جعفی عن نصر بن مزاحم عن عمر بن سعد اسدی عن نمیر بن وعلہ عن عامر شعبی کے طریق سے نقل کیا ہے۔

یہ روایت صحیح نہیں ہے، نصر بن مزاحم رافضی متروک کذاب ہے، اس کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کا کلام گزر چکا ہے۔

اور جہاں تک خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق ہے تو اسے ابن سعد نے الطبقات (۳ / ۲۵۹) کے اندر اور ابن عسا کر نے تاریخ دمشق (۱۶ / ۳۷۰) میں محمد بن عمر عن عبد الحارث بن فضیل عن ابیہ عن عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کے طریق سے روایت کیا ہے:

محمد بن عمر حدثني عبد الحارث بن الفضيل عن أبيه عن عمارة بن خزيمة بن ثابت قال شهد خزيمة بن ثابت الجمل وهو لا يسل سيفا وشهد صفين وقال أنا لا أصل أبدا حتى يقتل عمار فأنظر من يقتله فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تقتله الفئة الباغية قال فلما قتل عمار بن ياسر قال خزيمة قد بانت لي الضلالة واقترب فقاتل حتى قتل، وكان الذي قتل عمار بن ياسر أبو غادية المزني طعنه برمح فسقط وكان يومئذ يقاتل فيمحفة فقتل يومئذ وهو ابن أربع وتسعين فلما وقع أكب عليه رجل آخر فاحتز رأسه فأقبلا يختصمان فيه كلاهما يقول أنا قتلته فقال عمرو بن العاص والله إن يختصمان إلا في النار فسمعها منه معاوية فلما انصرف الرجلان قال معاوية لعمرو ما رأيت مثل ما صنعت قوم

بذلوا أنفسهم دوننا تقول لهما إنكما تختصمان فی النار فقال عمرو وهو والله ذاك والله إنك لتعلمه ولو ددت أنی مت قبل هذا بعشرين سنة۔

ترجمہ: خزیمہ بن ثابت کے بیٹے عمارہ کہتے کہ میرے بابا نے جنگ جمل میں حصہ لیا لیکن تلوار نہ اٹھائی اور سفین میں بھی شریک ہوئے اور کہا کہ میں گمراہ نہیں ہوں گا یہاں تک کہ عمار شہید ہو جائیں تو دیکھوا نہیں کون قتل کرتا ہے کیونکہ میں نے رسول ص کو کہتے سنا کہ عمار کو باغی گروہ مارے گا چنانچہ جب عمار رض قتل ہوئے تو خزیمہ نے کہا اب میرے لئے گمراہی واضح ہو گئی چنانچہ وہ جنگ کرنے گئے اور شہید ہو گئے اور ابو غادیہ مزنی نے ان کو نیزے سے حملہ کر کے شہید کیا تھا جس سے وہ نیچے گر گئے تھے۔اور حضرت عمار رض اس دن 94 سال کے تھے چنانچہ جب آپ زمین پر گرے تو اس وقت ایک شخص نے آپ کے اوپر لپکا اور اس نے آپ کا سر کاٹا چنانچہ یہ ابو غادیہ اور سر کاٹنے والا دونوں جھگڑے ہوئے آئے اور دونوں کہتے تھے کہ ہم نے عمار کو مارا تو عمرو بن عاص نے کہا اللہ کی قسم تم دونوں صرف جہنم کے لئے لڑ رہے ہو تو جب معاویہ نے اس کو سنا اور وہ دونوں اشخاص چلے گئے تو معاویہ نے عمرو بن عاص سے کہا کہ تم جیسے شخص کے رویہ والوں کو نہیں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اپنی جانوں کو ہمارے بدلہ قربان کر رہے ہیں اور تم کہتے ہو کہ تم دونوں جہنم کے لئے لڑتے ہو تو عمرو نے کہا خدا کی قسم ایسی ہی اور خدا کی قسم تم بھی اس کو جانتے ہو اور میری خواہش ہے کہ میں آج سے پہلے بیس سال پہلے مر چکا ہوتا۔

*تبصرہ:

یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

محمد بن عمر سے مراد واقدی ہے اور وہ متروک ہے۔

امام بخاری نے کہا: یہ مدینہ کا ہے، بغداد میں رہتا تھا، متروک الحدیث ہے۔

امام احمد نے اسے ترک کر دیا تھا۔

عبداللہ بن مبارک نے بھی اسے ترک کیا ہے۔

ابن نمیر نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔

اسماعیل بن ذکریا نے بھی اسے ترک کیا ہے۔

ابن عدی نے کہا: اسکی حدیثیں غیر محفوظ ہیں، ساری مصیبت اسکی طرف سے ہے۔

امام احمد نے کہا کہ واقدی کذاب ہے۔

یحی بن معین نے کہا: واقدی ضعیف ہے۔

نسائی نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جھوٹی باتیں گڑھنے والے چار ہیں، واقدی مدینہ میں، مقاتل خراسان میں، محمد بن سعید شام میں، اور ایک چوتھے شخص کا بھی ذکر کیا۔ (الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی: ۳/ ۱۳۷)۔

ابن المدینی نے کہا: اس کے پاس بیس ہزار حدیثیں تھیں جن کی کوئی بنیاد نہیں۔

ابو داود نے کہا: میں تو نہ ہی اسکی حدیثیں لکھتا ہوں اور نہ ہی بیان کرتا ہوں، بلاشبہ وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔

بندار نے کہا: اس سے بڑا جھوٹا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

اسحق بن راہویہ نے کہا: وہ میرے نزدیک وضاع ہے۔

امام شافعی نے کہا: مدینہ میں سات لوگ ایسے تھے جو اسانید وضع کرتے تھے، ان میں ایک

واقدی بھی تھا۔

ابوزرعہ رازی نے کہا: یک متروک الحدیث ہے۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال (٣ / ٦٦٦) میں کہا: واقعی کے ضعیف ہونے پر اجماع ہوگیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۴ / ۴۵۳) میں کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا ایمان نقل تواتر اور اہل علم کے اجماع سے ثابت ہے بالکل اسی طرح جس طرح فتح مکہ کے وقت دیگر مکی ایمان لائے تھے، جیسے کہ انکے بھائی ہزید بن ابی سفیان، سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، ابو اسد بن ابی العاص بن امیہ، اور اس طرح کے دوسرے لوگ، ان لوگوں کو طلقاء کہتے ہیں: کیونکہ یہ لوگ فتح مکہ کے دن دباؤ میں ایمان لائے تھے، پھر انہیں معاف کردیا گیا، پھر انہیں ہدایا و انعامات سے نوازا گیا انکے ساتھ تالیف قلب کی گئی۔

اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ فتح مکہ سے پہلے ہی ایمان لے آئے تھے، اور مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے، جس طرح خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ فتح مکہ سے قبل ایمان لا کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔

اگر یہ صحیح ہے تو پھر آپ کا شمار مہاجرین میں سے ہوگا، اور جہاں تک فتح مکہ کے موقع پر دیگر اہل مکہ کے ساتھ ایمان لانے کی بات ہے تو یہ تو اہل علم کے نزدیک مسلم اور متفق علیہ ہے، ہر دو صورت میں آپ کا اسلام لانا یقینی ہے خواہ فتح مکہ سے ایک سال پہلے ہو یا فتح مکہ کے وقت، لیکن بعض کذابین کا یہ دعوی ہے کہ آپ نے اپنے والد کو انکے اسلام لانے کی وجہ سے انہیں عار دلایا تھا، تو یک محدثین کے نزدیک بالاتفاق جھوٹ ہے۔ (منہاج السنہ: ۴ / ۴۳۴)۔

اوپر جتنے بھی لوگوں کا ذکر ہوا سب کا اسلام بہتر رہا، اور انکی سیرت بھی عمدہ تھی، انہیں کسی بھی برائی میں متہم نہیں پایا گیا، اور نہ ہی اہل علم میں سے کسی نے انہیں نفاق سے متہم کیا، بلکہ حسن اسلام، اطاعت الٰہی، اطاعت رسول، حب الٰہی، حب رسول، جہاد فی سبیل اللہ اور حدود کی حفاظت کرنے میں باطن اور ظاہر ہر اعتبار سے ٹھیک رہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں میں سے کسی کو گورنر بنایا کسی کو نائب بنایا تو کسی کو فوج کا امیر بنایا۔

آگے (۴/ ۴۵۷) پر لکھتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو انکے بھائی یزید بن ابی سفیان کی جگہ شام کا گورنر بنایا، آپ پورے دور فاروقی میں اسی عہدے پر باقی رہے، سب نے انکی تعریف کی کیونکہ ان کے اندر حسن سیرت، عدل و انصاف اور حلم و بردباری جیسے اوصاف پائے جاتے تھے، کبھی کسی نے انکے اسلام میں شک نہیں کیا اور نہ ہی کسی نے انہیں ظالم پایا۔

اور جہاں تک یزید بن معاویہ کا تعلق ہے تو یہ نہ تو صحابہ کرام میں سے تھے اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیدا ہوئے بلکہ یہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں پیدا ہوئے تھے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے انکا نام اپنے صحابی بھائی یزید بن ابی سفیان کے نام پر یزید رکھا تھا۔

سیدنا معاویہ، انکے بھائی یزید، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام اور دیگر فتح مکہ کے موقع پر ایمان لانے والے غزوہ حنین میں شامل ہوئے تھے اسی لئے یہ سب اللہ کے اس قول میں داخل ہیں: (ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ) ترجمہ: پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کو سزا دی جنھوں نے کفر کیا اور یہی کافروں کی جزا ہے۔ (التوبہ: ۲۶)۔

اس طرح آپ ان مومنوں میں سے ہیں جن پر اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی سکینت نازل فرمائی۔

اسی طرح آپ غزوہ طائف میں بھی شریک رہے جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا محاصرہ کیا تھا اور اس پر توپ چلائے تھے۔

آگے (۴ / ۴۶۶) پر لکھتے ہیں کہ طلقاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے جیسے معاویہ، آپ کے بھائی یزید، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، حارث بن ہشام اور سہیل بن عمرو وغیرہ، تواتر سے یہ ثابت ہے کہ یہ سب اسلام پر موت تک جمے رہے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ ان میں سب سے زیادہ اسلام کو غالب کرنے والے تھے، کیونکہ یہ چالیس سال تک مسلمانوں کے حاکم رہے؛ بیس سال تک گورنر رہ کر اور بیس سال تک خلیفہ رہ کر، آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پچاس سال کے بعد خلیفہ بنے، سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ۴۰ھ میں آپ کو یہ خلافت سونپی تھی، وہ سال جسے عام الجماعہ کہتے ہیں کیونکہ اس سال مسلمانوں میں اجتماعیت اور اتحاد و اتفاق پیدا ہوا تھا اور کئی سالوں سے چلے آرہے فتنے اور اختلافات کا خاتمہ ہوگیا تھا۔

آگے (۳۵ / ۶۴) پر لکھتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان اور دیگر وہ لوگ جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے تھے جیسے عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، بالاتفاق ان سب کا اسلام ٹھیک ٹھاک رہا ان میں سے کسی پر کسی نے نفاق کی تہمت نہیں لگائی، اور جہاں تک معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات ہے تو آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ کاتب وحی بنا رکھا تھا۔

آگے (۳۵ / ۶۵) پر لکھتے ہیں کہ اگر عمرو بن العاص اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم جیسے

لوگوں پر نفاق کا شبہ ہوتا تو انہیں مسلمانوں کا حاکم کبھی نہیں بنایا جاتا بلکہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی غزوات میں امیر تک بنایا ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی منافق کو امیر لشکر نہیں بنایا ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کا گورنر بنایا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس وقت وفات ہوئی اس وقت وہ وہیں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تھے۔

کیا یہ لوگ منافق ہو سکتے ہیں؟! کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں پر مسلمانوں کے احوال اور دیگر دینی و دنیوی معاملات میں بھروسہ کر سکتے ہیں؟!

اور یہ بھی معلوم ہے کہ معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کے درمیان اختلافات اور فتنے برپا ہوئے مگر کسی نے کسی کو منافق اور دشمن نہیں کہا، بلکہ بعد کے تمام صغار صحابہ اور تابعین متفق ہیں کہ یہ سب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اور امین صحابہ تھے، دین کی تبلیغ اور اس کی سربلندی میں مخلص تھے، جب کہ منافق کبھی بھی مامون اور مخلص نہیں ہوتا، سو جب یہ لوگ اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرنے والے مخلص، سچے مومن اور جانثار صحابہ ٹھہرے تو ان پر لعن طعن اور نقد کرنے والا اللہ اور اسکے رسول کا دشمن ٹھہرا۔



*آٹھویں اور نویں حدیث:

حدیث علی: (إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَيَّ أَنْ " لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ " نہیں محبت رکھے گا مجھ سے مگر مومن اور نہیں دشمنی رکھے گا مجھ سے مگر منافق۔ (صحیح مسلم: ۷۸)۔

حسن مالکی نے کہا کہ بلا شبہ معاویہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والوں میں سے تھے۔

آگے مزید کہا: معاویہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بڑے دشمنوں میں سے تھے۔

اس کا جواب دو وجوہات سے دیا گیا ہے:

پہلی وجہ:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیعت ترک اسلئے نہیں کی تھی کہ آپ خلافت کا بادشاہت چاہتے تھے، اور نہ ہی اسکی خاطر آپ نے لڑائی کی تھی، بلکہ آپ خون عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

(وقد ذكر يحيى بن سليمان الجعفي أحد شيوخ البخاري في " كتاب صفين " من تأليفه، بسند جيد، عن أبي مسلم الخولاني أنه قال لمعاوية: أنت تنازع عليا في الخلافة، أو أنت مثله؟ قال: لا، وإني لأعلم أنه أفضل مني وأحق بالأمر، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما، وأنا ابن عمه، ووليه، أطلب بدمه؟ فأتوا عليا فقولوا له يدفع لنا قتلة عثمان. فأتوه فكلموه

، فقال: يدخل في البيعة ويحاكمهم إلى. فامتنع معاوية، فسار علي في الجيوش من العراق حتى نزل بصفين، وسار معاوية حتى نزل هناك. وذلك في ذي الحجة سنة ست وثلاثين، فتراسلوا، فلم يتم لهم أمر، فوقع القتال").

ترجمہ: امام بخاری کے ایک شیخ یحی بن سلیمان جعفی نے روایت کیا ہے کہ ابومسلم خولانی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ خلافت میں علی رضی اللہ عنہ سے تنازع کرتے ہیں، کیا آپ ان سے افضل ہیں؟ انہوں نے کہا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے افضل ہیں اور مجھ سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں، لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو ازراہ ظلم قتل کیا گیا، میں ان کا عم زاد اور سرپرست ہوں، اوران کے خون کا مطالبہ کرتا ہوں، علی کے پاس جائیں اوران سے کہیں کہ اگر وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو میرے حوالے کردیں تو میں ان سے بیعت کرلوں گا۔ وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اوران سے اس بارے میں بات کی مگر انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے نہ کیا بلکہ کہا کہ وہ بیعت میں داخل ہوجائیں اور قاتلین عثمان کا میرے پاس مقدمہ کریں، مگر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ماننے سے انکار کردیا، ایسی صورت میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عراق سے فوج لیکر نکل پڑے اور مقام صفین پر آکر ٹھہر گئے، ادھر سے معاویہ رضی اللہ عنہ بھی نکلے اور وہیں آکر ٹھہر گئے، یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے، پھر دونوں کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ چلا مگر معاملہ طے نہیں ہوا بالآخر دونوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ (فتح الباری: ۱۳/ ۸۶)۔

اسی طرح ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۱۴) میں جرؕکر بن عبد الحمید کے طریق سے

روایت کیا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا:(لما جاء خبر قتل علی إلی معاویة رضی الله عنهما .. جعل یبکی , فقالت امرأته : أتبکی وقد قاتلته ؟ فقال : ویحك !! إنك لا تدرین ما فقد الناس من الفضل والفقه والعلم)۔ترجمہ: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچی تو رونے لگے، یک دیکھ کر بیوی نے کہا: کیا آپ رو رہے ہیں ایسے شخص پر جن سے آپ نے لڑائی کی؟ فرمایا: تیری بربادی ہو! کیا تجھے نہیں پتہ کہ لوگوں نے ایک ساتھ فضل وکرم اور فقہ وعلم کو کھو دیا ہے!!

واضح ہوا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے میں متاول مجتہد تھے۔

قاضی ابو یعلی محمد بن حسین الفراءت ۴۵۸ھ نے اپنی کتاب (تنزیہ خال المومنین معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما من الظلم والفسق فی مطالبتہ بدم امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ، ص ۸۳) کے اندر نقل کیا ہے بایں طور کہ جب آپ سے علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان پیش آنے والے اختلافات کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا اس بنیاد پر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ظلم اور فسق کی نسبت کر سکتے ہیں؟

تو آپ نے جواب دیا: ان میں سے کچھ بھی آپ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ کہا جائے گا کہ آپ نے اجتہاد کیا تھا، اور اس پر آپ اجر کے مستحق ہیں، اور انکا اجتہاد یہ تھا کہ اس سے پہلے مجھے ملک شام کا دو خلیفہ سیدنا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما نے گورنر بنایا اور آج بھی میں اسی پر باقی ہوں، یہاں تک کہ لوگ کسی دوسرے کو اپنا ذمیدار چن لیں گے تو میں اپنی ذمیداری اسے سونپ دوں گا، اور میں خون عثمان کا مطالبہ کرتا رہوں گا، کیونکہ میں ان کا عم زاد اور سرپرست ہوں، اور میں یہی اس

مطالبے کا زیادہ مستحق ہوں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا) ترجمہ: اور اس جان کو قتل مت کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقینا ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناوہ مدد دیا ہوا ہوگا۔ (الإسراء: ۳۳)۔

ابن حزم نے الفصل (۳/ ۷۵) کے اندر کہا:

"سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضل واستحقاق خلافت سے انکار کبھی نہیں کیا، ہاں آپ اپنی اجتہاد سے بیعت پر قاتلین عثمان سے قصاص لینے کو مقدم سمجھتے تھے، اور خود کو خون عثمان کا مطالبہ کرنے کا زیادہ مستحق مانتے تھے"۔

ابوالحسن اشعری نے الابانہ (۷۸) میں کہا:

"علی معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو بھی اختلافات ہوئے وہ سب اجتہاد اور تاویل کی بنیاد پر ہوئے ہیں، تمام صحابہ کرام دین کے معاملے میں مامون ہیں ان میں کوئی بھی متہم نہیں ہے، اللہ اور اسکے رسول نے سب کی تعریف کی ہے، لہذا ہم انکی عزت وتوقیر کرنے، انکی تعظیم کرنے اور ان سے محبت کرنے نیز ان میں سے کسی کی جگہ برائی کرنے والے سے براءت کرنے کو دین وایمان سمجھتے ہیں"۔

دوسری وجہ:

جس طرح سے آج کے اہل بدعت اور ہوا پرست بعض نصوص کو صحابہ کرام پر فٹ کرکے ان پر نفاق اور برائی کا الزام لگاتے ہیں کیا وہ صحابہ جو علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والی

لڑائیوں میں موجود تھے انہوں نے بھی یہی سمجھا؟! بالکل نہیں انہوں نے یہ کبھی نہیں سمجھا۔

پھر آج کے یہ اہل بدعت ان پر نفاق اور کفر کا حکم کیوں لگاتے ہیں؟! انہیں صحابہ کی طرح یہ بھی ان نصوص کو کیوں نہیں سمجھتے؟!

ابن ابی شیبہ نے المصنف (۳۷۸۶۵) میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۱/۳۴۶) میں نقل کیا ہے:

عن هشام بن عروة قال أخبرني عبد الله بن عروة قال: أخبرني رجل شهد صفين قال: رأيت عليا خرج في بعض تلك الليالي، فنظر إلى أهل الشام فقال: اللهم اغفر لي ولهم، فأتي عمار فذكر ذلك له۔

ترجمہ: عبد اللہ بن عروہ نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو جنگ صفین میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے، آپ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرمایا، پھر حضرت عمار لائے گئے تو آپ نے ان کے لئے بھی یہی دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۷۸۵٤)۔

اس روایت میں خبر دینے والا شخص مجہول ہے۔

اسی طرح ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۱/۳۴۳) میں جعفر بن محمد عن ابیہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ صفین یا جمل کے دن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس اہل شام کے کفر کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کہا: ایسا نہ کہو، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان پر بغاوت کیا اور ہم سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ہم پر بغاوت کیا اسی لئے ہم نے ان سے قتال کیا ہے۔ اسکی سند صحیح ہے۔

اسی طرح ابن ابی شیبہ نے المصنف (۳۷۸۵۴) کے اندر، عبد اللہ بن احمد نے کتاب السنہ

(۱۲۸۳) کے اندر، بلاذری نے انساب الاشراف (۵ / ۵۸) کے اندر اور ابن عسا کر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۶۱) میں مجالد عن الشعبی عن الحارث کے طریق سے روایت کیا ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: (أَيُّهَا النَّاسُ , لَا تَكْرَهُوا إِمَارَةَ مُعَاوِيَةَ , وَاللَّهِ لَوْ قَدْ فَقَدْتُمُوهُ ! لَقَدْ رَأَيْتُمُ الرُّءُوسَ تَنْزُو مِنْ كَوَاهِلِهَا كَالْحَنْظَلِ !) ترجمہ: لوگو! آپ لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کی گورنری کو ناپسند مت کریں۔ اگر آپ نے انہیں کھو دیا تو آپ دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جیسے حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے۔

حارث اعور متروک الحدیث ہے۔

مجالد بن سعید قوی نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ (۴ / ۳۹۴) کے اندر کہا کہ اہل سنت والجماعہ کا اجماع ہے کہ دونوں گروہ میں سے کسی ایک کو بھی فاسق نہیں کہہ سکتے، گرچہ دونوں میں سے ایک باغی ہو؛ اسلئے کہ وہ متاول مجتہد ہیں، اور مجتہد مخطی کی تکفیر اور تفسیق نہیں کی جاتی ہے گرچہ وہ جان بوجھ کر بغاوت کرے، یہ ایک گناہ ہے اور گناہ مختلف اسباب سے ختم ہو جاتے ہیں۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۱۲ / ۵۱۰) میں یہ حدیث نقل کی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔ پھر اسکے بعد کہا:

"اس کا مطلب یہی ہے کہ حب علی ایمان میں سے ہے، اور بغض علی نفاق ہے، ایمان کے کئی شعبے ہیں اسی طرح نفاق کے بھی کئی شعبے ہیں، اس لئے کوئی یہ سوچے کہ مجرد حب علی سے وہ مطلق مومن

ہو جائے گا جس طرح کہ مجرد بغض علی سے کوئی مطلق منافق نہیں ہوگا، چنانچہ اگر کوئی علی سے محبت کرے اور ابو بکر سے بغض رکھے تو وہ اسی طرح ہے جیسے کوئی علی سے بغض رکھے اور ابو بکر سے محبت کرے، چنانچہ دونوں سے بغض رکھنا گمراہی اور نفاق ہے اور دونوں سے محبت رکھنا ایمان اور ہدایت ہے۔

یہ حدیث صحیح مسلم کے اندر وارد ہوئی ہے۔



*معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد وہ احادیث جنہیں ضعیف کہا گیا:

معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد بعض احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر وارد ہوئی ہیں، مگر حسن مالکی نے انہیں بھی ضعیف قرار دے دیا ہے، اور بے بنیاد بکواس دعوؤں سے انہیں بھی رد کر دیا ہے کیونکہ وہ احادیث اس کی خواہش اور مذموم عزائم کے خلاف ہیں!

اسحق بن راہویہ سے روایت ہیکہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

اس قول کی متابعت بعض اہل علم نے بھی کی ہے۔

اس کا جواب درج ذیل ہے:

پہلا: صحابہ کرام کی فضیلت میں بہت سی آیات احادیث اور آثار وارد ہوئے ہیں، ان نصوص کو ہم دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

ا- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عمومی فضیلت، اور بلا شبہ اس عمومی فضیلت میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بھی شامل ہوں گے۔

آخر ایسا کیوں نہیں جبکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی صراحت کی ہے جیسا کہ امام بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا الْمُعَافَى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: " أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ"

فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: " دَعْهُ فَإِنَّهُ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ".

ترجمہ: کہا ہم سے حسن بن بشیر نے بیان کیا، ان سے عثمان بن اسود نے اور ان سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی وہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ (کریب) بھی موجود تھے، جب وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک رکعت وتر کا ذکر کیا) اس پر انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۷۶۴)۔

آگے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: " إِنَّكُمْ لَتُصَلُّونَ صَلَاةً لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيهَا وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا " ، يَعْنِي: الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ ".

ترجمہ: ابوالتیاح نے بیان کیا، انہوں نے حمران بن ابان سے سنا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ ایک خاص نماز پڑھتے ہو، ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور ہم نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا، بلکہ آپ نے تو اس سے منع فرمایا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد عصر کے بعد دو رکعت نماز سے تھی (جسے اس زمانے میں بعض لوگ پڑھتے تھے)۔ (صحیح بخاری: ۳۷۶۶)۔

اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ دیکر لوگوں سے کہا کہ کیا حال ہے لوگوں کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کو ہم نے نہیں سنا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا

ہے:

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، قَالَ: كُنْتُ بِالشَّامِ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ ، فَجَاءَ أَبُو الْأَشْعَثِ ، قَالَ: قَالُوا: أَبُو الْأَشْعَثِ، أَبُو الْأَشْعَثِ، فَجَلَسَ فَقُلْتُ لَهُ: حَدِّثْ أَخَانَا حَدِيثَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: " نَعَمْ غَزَوْنَا غَزَاةً وَعَلَى النَّاسِ مُعَاوِيَةُ، فَغَنِمْنَا غَنَائِمَ كَثِيرَةً، فَكَانَ فِيمَا غَنِمْنَا آنِيَةٌ مِنْ فِضَّةٍ فَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا أَنْ يَبِيعَهَا فِي أَعْطِيَاتِ النَّاسِ، فَتَسَارَعَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ، فَبَلَغَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَقَامَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، عَيْنًا بِعَيْنٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ، فَقَدْ أَرْبَى فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوا، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ: أَلَا مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ قَدْ كُنَّا نَشْهَدُهُ وَنَصْحَبُهُ، فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُ، فَقَامَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَأَعَادَ الْقِصَّةَ، ثُمَّ قَالَ: لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ أَوْ قَالَ: وَإِنْ رَغِمَ مَا أُبَالِي أَنْ لَا أَصْحَبَهُ فِي جُنْدِهِ لَيْلَةً سَوْدَاءَ "۔

ترجمہ: ابوقلابہ سے روایت ہے، میں شام میں چند لوگوں کے بیچ میں بیٹھا تھا اتنے میں ابوالاشعث آیا لوگوں نے کہا: ابوالاشعث، ابوالاشعث ۔ وہ بیٹھ گیا میں نے اس سے کہا: تم میرے بھائی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرو اس نے کہا: اچھا ہم نے ایک جہاد کیا اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سردار تھے تو بہت چیزیں لوٹ میں حاصل کیں ان میں ایک برتن بھی تھا

چاندی کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اس کے بیچنے کا لوگوں کی تنخواہ پر اور لوگوں نے جلدی کی اس کے لینے میں۔ یہ خبر سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو پہنچی وہ کھڑے ہوئے اور کہا: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع کرتے تھے سونے کو سونے کے بدلے میں بیچنے سے اور چاندی کو چاندی کے بدلے اور گیہوں کو گیہوں کے بدلے اور جو کو جو کے بدلے اور کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے مگر برابر برابر نقدا نقد پھر جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو» ربا« ہوگیا۔“ یہ سن کر لوگوں نے جو لیا تھا پھیر دیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی وہ خطبہ پڑھنے لگے کھڑے ہو کر، کیا حال ہے لوگوں کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کو ہم نے نہیں سنا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، پھر عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور قصہ بیان کیا بعد اس کے کہا: ہم تو وہ حدیث ضرور بیان کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا معلوم ہو یا یوں کہا: اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذلت ہو میں پرواہ نہیں کرتا اگر ان کے ساتھ نہ رہوں ان کے لشکر میں تاریک رات میں۔ حماد نے کہا یا ایسا ہی کہا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۸۷)۔

امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۳۲) کے اندر نقل کیا ہے:

وأخبرني محمد بن علي، أن مهنا حدثهم قال: سألت أحمد عن معاوية بن أبي سفيان؟ فقال: له صحبة. قلت: من أين هو؟ قال: مكي قطن الشام.

ترجمہ: امام مہنا کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ صحابی رسول ہیں، میں نے پوچھا: وہ کہاں سے ہیں؟ فرمایا: وہ مکہ سے ہیں لیکن شام میں رہتے تھے۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

۲-خصوصی طور پر بعض صحابہ کے بارے احادیث و آثار وارد ہوئے ہیں انہیں میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں، چنانچہ آپ کی منقبت اور فضیلت میں کئی احادیث اور سلف کے اقوال وارد ہوئے ہیں، ان سب کو میں نے فضائل معاویہ کے باب میں اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے سلف کے مدحیہ اقوال کے باب میں نقل کر دیا ہے۔

دوسرا: اسحق بن راہویہ سے جو یہ مروی ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔

تو اس روایت کو ابن الجوزی نے اپنی کتاب الموضوعات (۲ / ۲۶۳) میں نقل کیا ہے۔

اسی روایت کو امام سیوطی نے اپنی کتاب اللآ لی المصنوعۃ (۱ / ۳۸۸) میں ابن عراق کنانی نے اپنی کتاب تنزیہ الشریعہ (۲ / ۷) میں اور علامہ شوکانی نے الفوائد المجموعہ (۴۰۷) کے اندر نقل کیا ہے۔

اگر اس بات کو صحیح بھی مان لیں تو اس کا جواب درج ذیل صورتوں میں دے سکتے ہیں:

- بہت سارے دیگر ائمہ محدثین ایسے بھی ہیں جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں احادیث بیان کرتے ہیں!

اس طرح یہ ان لوگوں کے خلاف ہیں جو کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے، ان ائمہ و محدثین کے بعد اقوال درج ذیل ہیں:

۱-امام آجری نے کتاب الشریعہ (۵ / ۱۵۲۴) کے اندر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور

منقبت میں ایک باب قائم کیا ہے جس کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کو جمع کیا ہے۔

۲- امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۳/ ۳۵۰) کے اندر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد کئی حدیثوں کو نقل کیا ہے۔

۳- حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱/ ۴۰۹) کے اندر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد احادیث کو نقل کرنے کے بعد کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں جو صحیح، حسن اور جید احادیث وارد ہیں ہم صرف انہیں پر اکتفا کرتے ہیں موضوع اور منکر روایات کو نظر انداز کرتے ہیں۔

اسی طرح ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱/ ۴۰۸) کے اندر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں: (اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به). اسکے بعد اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ابن عساکر نے اس حدیث کا بڑا اہتمام کیا ہے، اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی اور بڑی ہی نفیس اور مفید گفتگو کی ہے، اللہ آپ پر رحم فرمائے، کتنے ایسے علمی اور مفید نقاط اور باریک باتیں ہوتی ہیں جو صرف بڑے بڑے نقاد ماہرین علم ہی پر عیاں ہوتی ہیں۔

۴- اسی طرح ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹/ ۷۹) کے اندر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد کئی حدیثوں کو نقل کیا ہے۔

۵- اسی طرح ابن حجر ہیثمی نے بھی تطہیر الجنان (۱۱) کے اندر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد کئی حدیثوں کو نقل کیا ہے۔

دوسرے یہ کہ ائمہ میں سے جنہوں نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے بلا شبہ وہ یہ مانتے ہیں کہ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان عمومی نصوص میں داخل ہیں جو صحابہ کرام کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں برخلاف ان اہل بدعت کے جو بہت ساری ایسی ضعیف روایتوں کی تصحیح کرنے میں دسیوں صفحات سیاہ کررہے ہیں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں !!

اسی طرح ان احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں جن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت وارد ہوئی ہے!

اسی طرح یہ لوگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو شرف صحابیت سے بھی نکال دیتے ہیں!

اور یہ کہ جن لوگوں نے یہ روایت نقل کی ہے انکی مراد صرف یہ ہیکہ خصوصی طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے، ورنہ عمومی طور پر صحابہ کی فضیلت جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی شامل مانتے ہیں۔

چنانچہ ابن عبد البر رحمہ اللہ جن کی طرف یہ قول منسوب ہے وہ اپنی کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (۲۳) میں عدالت صحابہ پر علمائے اہل سنت والجماعہ کا اجماع نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

کسی کے قول سے حجت پکڑنے اور اسکی گواہی قبول کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم اسکے احوال زندگی، اسکے نام نسب اور اسکی سچائی اور عدالت سے واقف ہوں، صحابہ کرام کا مسئلہ دیگر ہے کہ جن کے بارے میں تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سارے صحابہ عادل ہیں، بس انکے ناموں اور حالات زندگی کے بارے میں ہم اسلئے جانیں گے تا کہ انہیں ہم اپنا آئیڈیل اور اسوہ بنا کر انکے نقش قدم پر چل سکیں کیونکہ امت کے بہتر لوگ ہیں جنہیں اسوہ اور آئیڈیل بنایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المنار المنیف (۹۳) کے اندر اسحق بن راہویہ کی روایت نقل کرنے کے بعد کہا:

" میں کہتا ہوں: انکی اور دیگران ائمہ کی مراد اس سے یہی ہے کہ خصوصی طور پر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے ورنہ ان حضرات کے نزدیک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان عمومی فضیلت میں شامل ہیں جو صحابہ اور قریش کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ بھی صحابی اور قرشی ہیں"۔

علامہ معلمی نے الانوار الکاشفہ (۹۲) کے اندر کہتے ہیں:

" اس سے ان صحیح حدیثوں کی نفی نہیں ہوتی ہے جن میں معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور یہ اس بات کا بھی متقاضی نہیں ہے کہ آپ کی فضیلت میں خصوصی طور پر جو احادیث مروی ہیں سبھی موضوع ہیں"۔

اسی طرح شیخ بکر ابو زید حفظہ اللہ اپنی کتاب التحدیث بما قیل لا یصح فیہ حدیث، ص ۱۴۲ کے اندر امام ابن القیم رحمہ اللہ کے مذکورہ کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کے قید (خصوصی طور پر) کو اپنے ذہن سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

اسی طرح امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المنار المنیف (۹۴) کے اندر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ کی مذمت میں وارد تمام روایتیں جھوٹی ہیں۔

تیسرے یہ کہ اگر ان ائمہ کے اقوال صحیح بھی مان لیں تو اس میں صحابہ کرام کی فضیلت اور انکی عدالت کا بیان ہے، اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور آپ کی صداقت اور عدالت کا بھی پتہ چلتا ہے کاش حسن مالکی جیسے لوگ اسے سمجھ سکتے؟!

صحابہ کرام میں سے کسی نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نہ تو کسی حدیث کو گڑھا اور نہ ہی جھوٹ بولا جس طرح کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود اپنی امانت داری اور دیانت داری کی وجہ سے نہ تو

اپنے لئے کبھی جھوٹ بولا اور نہ ہی اپنی فضیلت میں کوئی حدیث وضع کی اور نہ ہی کسی دوسرے کو اپنے لئے جھوٹ بولنے پر ابھارا!

علامہ معلمی نے الانوار الکاشفہ (۹۲) کے اندر کہتے ہیں:

"جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسئلہ ہے تو اس بارے میں ان میں سے کسی پر بھی یہ الزام نہیں لگا سکتے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہوگا، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال تک ملک شام کے گورنر رہے اور بیس سال تک خلیفہ رہے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام کی پوری ایک جماعت تھی ان میں سے کچھ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے تھے اور کچھ اسکے بعد اور پہلے بھی، ساتھ ہی آپ کے پاس مختلف علاقوں کے لوگ بھی رہتے تھے، اور آپ کیلئے جھوٹ بولنے کے تمام اسباب مہیا تھے، اگر اپنی ذات کیلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا ہوتا تو آپ کیلئے یہ بہت آسان تھا کہ کسی کو بھی اپنی طرف مائل کر کے اپنی فضیلت میں حدیث وضع کروا سکتے تھے، اور پھر بہت سارے تابعین اسے بیان کر دیتے جسے بعد میں آنے والے ائمہ حدیث انکی تصحیح کر دیتے"۔

قبل اس کے کہ ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ان احادیث کو بیان کریں جن کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے اور پھر ان لوگوں پر رد کریں پہلے امام بربہاری رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کرتے ہیں جسے آپ نے اپنی کتاب شرح السنہ (۱۰۶) میں نقل کیا ہے: (وإذا سمعت الرجل يطعن على الآثار، أو يرد الآثار، أو يريد غير الآثار، فاتهمه على الإسلام، ولا تشك أنه صاحب هوى مبتدع). ترجمہ: "جب آپ کسی کو دیکھیں کہ وہ احادیث پر طعن کر رہا ہے یا انکا انکار کر رہا ہے یا پھر انکے علاوہ کچھ اور چاہتا ہے تو اس کے دین واسلام میں شک کریں اور بلاشبہ یہ جان لیں کہ ہر ہوا پرست خواہش کا بندہ بدعتی ہوتا ہے"۔

* پہلی حدیث: (اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ)۔

اس حدیث کو امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۵ / ۲۴۰) کے اندر، ترمذی نے اپنے جامع (۳۸۴۲) کے اندر، ابن سعد نے الطبقات (۷ / ۴۱۷) کے اندر ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی (۳۱۲۹) کے اندر، آجری نے کتاب الشریعہ (۱۹۱۴) کے اندر اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱ / ۲۰۷) کے اندر ابو مسھر عبد الاعلی بن مسھر، عن سعید بن عبد العزیز، عن ربیعۃ بن یزید، عن عبد الرحمن بن ابی عمیرۃ کے طریق سے نقل کیا ہے۔

سنن ترمذی کے اندر پوری روایت اس طرح ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: " اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ ". قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: صحابی رسول عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ”اے اللہ! تو ان کو ہدایت دے اور ہدایت یافتہ بنادے، اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے“۔ (سنن ترمذی: ۳۸۴۲)۔

اور یہ دعا آپ کی ان دعاؤں میں سے نہیں ہے جو قبول نہیں ہوئیں تھیں، یہ مقبول دعاؤں میں سے ہے، ثابت ہوا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خود ہدایت پر تھے اور لوگوں کے لیے ہدایت کا معیار تھے، رضی

اللہ عنہ۔

اسی طرح اس حدیث کو امام احمد نے اپنی کتاب المسند (۱۶۹۳۹) کے اندر، ابونعیم نے الحلیہ (۸ / ۳۵۸) کے اندر ولید بن مسلم عن سعید بن عبد العزیز کے طریق سے نقل کیا ہے۔

اسی طرح بخاری نے التاریخ الکبیر (۵ / ۲۴۰) کے اندر، ابونعیم نے تاریخ اصفہان (۱ / ۱۸۰) کے اندر اور ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی (۳۱۲۹) کے اندر مروان بن محمد الطاطری عن سعید بن عبد العزیز کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۸۶) کے اندر ہشام بن عمار عن ابی السائب عبد العزیز بن ولید بن سلیمان عن ابیہ عن عمر بن خطاب کے طریق سے روایت کیا ہے۔

یہ سند منقطع ہے۔

اس کے اندر ولید بن سلیمان نامی راوی کی ملاقات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نہیں ہوئی ہے۔

اسی طرح اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنے سنن کے اندر نقل عمرو بن واقد، عن یونس بن حلبس، عن اپي إدريس الخولاني کی طریق سے روایت کیا ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ حَلْبَسٍ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، قَالَ: لَمَّا عَزَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُمَيْرَ بْنَ سَعْدٍ، عَنْ حِمْصَ وَلَّى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ النَّاسُ: عَزَلَ عُمَيْرًا وَوَلَّى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ عُمَيْرٌ: لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ , سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " اللَّهُمَّ اهْدِ بِهِ ".

ترجمہ: ابوادریس خولانی کہتے ہیں کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمیر بن سعد کو حمص سے معزول کیا اور ان کی جگہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو والی بنایا تو لوگوں نے کہا: انہوں نے عمیر کو معزول کر دیا اور معاویہ کو والی بنایا، تو عمیر نے کہا: تم لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلے طریقہ سے کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: (اللہم اہد بہ) "اے اللہ! ان کے ذریعہ ہدایت دے"۔ (سنن ترمذی: ۳۸۴۳)۔

امام ترمذی نے اس حدیث کے آخر میں کہا: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، قَالَ: وَعَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ يُضَعَّفُ.

یہ حدیث غریب ہے، عمرو بن واقد نامی راوی ضعیف ہے۔

* اس حدیث کو حسن مالکی نے کئی علتوں سے ضعیف قرار دیا ہے:

پہلی علت:

عبدالرحمن بن ابی عمیرہ کی حدیثیں ثابت نہیں ہیں اور نہ ہی انکی صحبت ثابت ہے، اس طرح یہ مجہول کے حکم میں ہو گئے، ابن عبدالبر نے کہا کہ انکی حدیث مضطرب ہے، صحابہ میں انکا نام نہیں ہے یہ شامی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عبدالرحمن بن عمیرہ کی صحابیت ثابت ہے درج ذیل دو وجوہات سے:

پہلی وجہ:

حدیث کی بعض روایتوں کے اندر عبدالرحمن بن عمیرہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کی صراحت کی ہے جس سے آپ کے صحابی ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے سماع کی صراحت بخاری کی التاریخ الکبیر (۵ / ۲۴۰) کے اندر آئی ہے جس کے اندر امام بخاری کہتے ہیں کہ آپ کا شمار شامیوں میں ہوتا ہے، ابو مسہر نے کہا کہ عبداللہ بن مروان نے سعید عن ربیعہ کے واسطے کہتے ہیں کہ عبدالرحمن نے اس حدیث کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے سماع کی صراحت آجری کی کتاب الشریعہ (۱۹۱۵) کے اندر بھی آئی ہے۔

اسی طرح سماع کی صراحت ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۸۳) میں بھی محمد بن سلیمان حرانی عن سعید بن عبدالعزیز کے طریق سے کی ہے۔

اور جب مختلف جگہوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے سماع کی صراحت موجود ہے تو پھر صرف صحابیت کے انکار کی کوئی وجہ نہیں رہ جاتی۔

حافظ ابن حجر الاصابہ (۴ / ۳۴۲) کے اندر لکھتے ہیں کہ مان لیتے ہیں کہ یہ حدیث جس کے اندر ابن عبدالبر نے از بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں انقطاع کی علت پائی جاتی ہے تو پھر دوستی روایتوں کا کیا جواب ہوگا جن کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے سماع کی صراحت آئی ہے؟!

دوسری وجہ:

اکثر علماء آپ رضی اللہ عنہ کے شرف صحابیت کو ثابت مانتے ہیں، بلکہ ابن عبدالبر کے سوا کوئی ایسا امام نہیں گزرا جس نے آپ کے شرف کا انکار کیا ہو، اسی لئے حافظ ابن حجر نے الاصابہ کے اندر اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔

جن ائمہ دین اور علمائے اسلام نے آپ کی صحابیت کو ثابت مانا ہے ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

-امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ۔کیونکہ آپ نے عبدالرحمن بن عمیرہ کے واسطے اس حدیث کو اپنی کتاب المسند (۱۷۹۲۹) کے اندر نقل کیا ہے، پتہ چلا کہ آپ کے نزدیک ابن ابی عمیرہ صحابی ہیں، ورنہ آپ اسے اپنے مسند میں نقل ہی نہ کرتے، کیونکہ یہ حدیث مرسل ہو جاتی نہ کہ مسند۔

-التاریخ الکبیر (۵/ ۲۴۰) کے اندر امام بخاری کہتے ہیں کہ آپ کا شمار شامیوں میں ہوتا ہے، ابومسہر نے کہا کہ عبداللہ بن مروان نے سعید عن ربیعہ کے واسطے کہتے ہیں کہ عبدالرحمن نے اس حدیث کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

-سعید بن عبدالعزیز تنوخی اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں جسے امام ترمذی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے، جنہوں نے صراحت کیا ہے کہ ابن ابی عمیرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔

-ابن سعد نے الطبقات (۷/ ۴۱۷) کے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ مزنی ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں، آپ شام میں رہتے تھے۔

-امام مزی نے اپنی کتاب تہذیب الکمال (۱۷/ ۳۲۱) کے اندر کہا کہ عبدالرحمن بن ابی عمیرہ مزنی ہیں، آپ کو ازدی برنی بھی کہا گیا ہے، جب کہ یہ وہم ہے، کیونکہ آپ مزنی ہیں نہ کہ ازدی، آپ محمد بن ابی عمیرہ کے بھائی اور صحابی ہیں، شام کے شہر حمص میں رہتے تھے، آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

-ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۳۵/ ۲۲۹) میں کہا کہ آپ مزنی ہیں اور ازدی بھی کہا جاتا

ہے، آپ محمد بن ابی عمیرہ کے بھائی اور صحابی ہیں۔

-ابن حجر نے الاصابہ (۴ / ۳۴۲) کے اندر کہا کہ یہ احادیث گرچہ کلام سے خالی نہیں ہیں مگر مجموعی اعتبار سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عبد الرحمن بن ابی عمیرہ صحابی ہیں۔

-ابوحاتم رازی، ابن السکن، ابن البرقی ابن حبان وغیرہ سب نے آپ کا شمار صحابہ میں کیا ہے جیسا کہ ابن حجر نے الاصابہ (۴ / ۳۴۲) کے اندر نقل کیا ہے۔

* دوسری علت:

ابن ابی حاتم نے العلل (۲ / ۳۶۳) کے اندر اپنے والد کے واسطے نقل کیا ہے کہ ابن ابی عمیرہ نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی ہے، بلکہ اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں:

ابوحاتم کو وہم ہوا ہے کیونکہ ابومسہر اور مروان بن محمد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور دونوں کے طریق میں معاویہ رضی اللہ عنہ کا واسطہ نہیں ہے بلکہ ابن ابی عمیرہ نے بلا کسی واسطہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

چنانچہ ابومسہر کے طریق سے امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۵ / ۲۴۰) کے اندر، ترمذی نے اپنے جامع (۳۸۴۲) کے اندر، ابن سعد نے الطبقات (۷ / ۴۱۷) کے اندر ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی (۲۱۲۹) کے اندر، آجری نے کتاب الشریعہ (۱۹۱۴) کے اندر اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱ / ۲۰۷) کے اندر نقل اس حدیث کو نقل کیا ہے: سند اس طرح ہے:

ابو مسهر عبد الاعلی بن مسہر، عن سعید بن عبد العزیز، عن ربیعة بن یزید، عن عبد الرحمن بن ابی عمیرة۔

اسی طرح مروان بن محمد طاطری کے طریق سے بخاری نے التاریخ الکبیر (۵ / ۲۴۰) کے اندر، ابونعیم نے تاریخ اصفہان (۱ / ۱۸۰) کے اندر اور ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی (۳۱۲۹) کے اندر نقل کیا ہے۔ سند اس طرح ہے: مروان بن محمد الطاطری عن سعید بن عبد العزیز۔

اور ان دونوں طریق کے اندر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے واسطے کا ذکر نہیں ہے۔

* تیسری علت:

عبد الرحمن بن ابی عمیرہ کے شاگرد اور سعید بن عبد العزیز کے شیخ ربیعہ بن یزید سلمی ہیں احتمالی پیمانے پر نہ کہ یقینی طور پر، مگر یہ ضعیف ہیں بطور خاص اسلئے بھی کہ انکے اندر ناصبیت پائی جاتی ہے جن کے بارے میں ابن عبد البر نے کہا کہ یہ نواصب میں سے ہیں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے تھے۔ ابو حاتم نے انکے بارے میں کہا کہ ان سے روایت نہیں کی جائے گی۔

اسکا جواب دو وجوہات سے دیا گیا ہے:

۱- آخر محدثین میں سے کس نے یہ کہا ہے کہ سعید بن عبد العزیز ربیعہ بن یزید سلمی" ناصبی" سے روایت کرتے ہیں؟!

اہل علم میں سے کسی نے یہ صراحت نہیں کی ہے کہ سعید بن عبد العزیز کے شیوخ میں سے کسی کا نام ربیعہ بن یزید سلمی ہے۔

۲- دراصل ربیعہ بن یزید سلمی کے بارے میں اختلاف ہے، بعض لوگ انہیں صحابہ میں شمار

کرتے ہیں جیسے کہ:

- امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۳/ ۲۸۰) کے اندر کہا ہے کہ ربیعہ بن یزید سلمی کو شرف صحابیت حاصل ہے۔

-ابن حبان نے کتاب الثقات (۳/ ۱۲۹) کے اندر کہا کہ ربیعہ بن یزید سلمی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ صحابی ہیں۔

-ابن ابی حاتم رازی نے الجرح والتعدیل (۳/ ۴۷۲) میں کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ صحابی ہیں، میں نے اپنے والد سے ایسا ہی کہتے ہوئے سنا ہے۔

-ابن حجر نے الاصابہ (۲/ ۴۷۷) میں کہا کہ عسکری کہتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ صحابی ہیں، ابن فتحون، ابوعلی غسانی اور ابن معوز نے ابوعمر پر استدراک کیا ہے اور بخاری کے قول پر اعتماد کیا ہے۔

* پانچویں علت:

سعید بن عبد العزیز دمشقی گرچہ ثقہ ہیں، صحیح مسلم اور سنن کے رجال میں سے ہیں اور اہل شام کے نزدیک بڑے جلیل القدر ہیں لیکن آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

اس کا جواب درج ذیل دو وجوہات سے دیا گیا ہے:

-سعید بن عبد العزیز دمشقی گرچہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، لیکن حدیث کی ایک سند میں ان سے روایت کرنے والے ابومسہر عبد الاعلی بن مسہر ہیں، اس سند کو امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۵/ ۲۴۰) کے اندر، ترمذی نے اپنے جامع (۳۸۴۲) کے اندر، ابن سعد نے الطبقات

(۷ / ۴۱۷) کے اندر ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی (۳۱۲۹) کے اندر، آجری نے کتاب الشریعہ (۱۹۱۴) کے اندر اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱ / ۲۰۷) کے اندر نقل کیا ہے۔

ابومسہر ان راویوں میں سے ہیں جنہوں نے سعید بن عبد العزیز دمشقی سے پہلے روایت کیا ہے اور یہ انہیں اوزاعی پر مقدم کرتے تھے، جیسا کہ ابو حاتم نے تہذیب الکمال (۱۰ / ۵۴۳) کے اندر کہا ہے، پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک طرف انہیں اوزاعی پر مقدم کریں اور دوسری طرف ان سے اختلاف کے بعد روایت کریں؟!

-ابومسہر سعید بن عبد العزیز دمشقی سے روایت کرنے میں منفرد نہیں ہیں، بلکہ ان کی متابعت چار راویوں نے کی ہے، اور یہ بعید ہے کہ ان چاروں نے ان سے اختلاط کے بعد روایت کیا ہو۔ اور وہ چاروں راوی یہ ہیں:

۱-ولید بن مسلم دمشقی جیسا کہ مسند احمد (۱۷۹۲۹) میں اور دیگر کتب میں موجود ہے۔

۲- مروان بن محمد طاطری جیسا کہ بخاری کی التاریخ الکبیر (۵ / ۲۴۰) کے اندر اور دیگر کتب کے اندر موجود ہے۔

۳-عمر بن عبد الواحد جیسا کہ خلال کی کتاب السنہ (۲ / ۴۵۰) اور سبن عساکر کی تاریخ دمشق (۵۹ / ۸۳) کے اندر وارد ہو ہے۔

۴-محمد بن سلیمان حرانی جیسا کہ ابن عساکر کی تاریخ دمشق (۵۹ / ۸۳) میں وارد ہوا ہے۔

* ساتویں علت:

اس حدیث کا ایک شان ورود بتایا جاتا ہے جسے سعید کے شیخ ربیعہ نے بیان کیا ہے، کہتے ہیں کہ

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب حمص کی گورنری سے عمیر بن سعد انصاری کو ہٹا کر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بنا دیا، یہ واقعہ سن ۲۴ ھ کا ہے، ربیعہ ہی اس واقعے کے ناقل ہیں، اور یہ حدیث بیان کی جارہی ہے ۱۲۰ ھ میں، اس طرح واقعے اور اسکے نقل کرنے کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ربیعہ اور عبد الرحمن بن ابی عمیرہ کے درمیان واضح انقطاع ہے۔

اس کا جواب درج ذیل تین وجوہات سے دیا گیا ہے:

۱- عبد الرحمن بن ابی عمیرہ کی حدیث میں ربیعہ بن یزید سلمی کی متابعت پائی جاتی ہے، اسے روایت کرنے میں یہ منفرد نہیں ہیں، یونس بن میسرہ نے انکی متابعت کی ہے جیسا کہ طبرانی نے اسے اوسط (۶۵۶) میں، اور امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۵۱) کے اندر نقل کیا ہے۔

۲- ربیعہ بن یزید نے عبد الرحمن بن ابی عمیرہ سے اپنے سماع کی صراحت کی ہے، اور عبد الرحمن بن ابی عمیرہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے سماع کی صراحت کی ہے جیسا کہ بخاری نے التاریخ الکبیر (۵/ ۲۴۰) کے اندر نقل کیا ہے، پھر انقطاع اور ارسال کہاں ہے!!

۳- اور جہاں تک حدیث کے شان ورود کی بات ہے تو یہ واقعہ ثابت نہیں ہے اسے ترمذی (۳۸۴۲) نے روایت کیا ہے اور آخر میں کہا ہے کہ یہ روایت غریب ہے، اس میں عمرو بن واقد نامی راوی ضعیف ہے۔

* آٹھویں علت:

ابن ابی عمیرہ کے اندر اضطراب پایا جاتا ہے، کبھی عبد الرحمن بن ابی عمیرہ کہتے ہیں تو کبھی عبد الرحمن بن عمیرہ کہتے ہیں، اسی طرح کبھی مزنی کہتے ہیں تو کبھی انصاری کہتے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے

کہ یہ شخصیت مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اسکا جواب تفصیل سے گزر چکا ہے۔

*نویں علت:

اسے کبھی سعید بن عبدالعزیز عن ربیعہ کے طریق سے روایت کیا ہے اور بعض نے کبھی سعید عن یونس بن میسرہ کے طریق سے، اگر یہ صحیح ہے تو پھر سعید بن عبدالعزیز کے اندر بھی اختلاط پایا جاتا ہے۔

* دسویں علت:

کبھی سعید عن ربیعہ عن ابن ابی عمیرہ کہتے ہیں تو کبھی سعید عن ربیعہ عن ابی ادریس عن ابن ابی عمیرہ کہتے ہیں، اور شاید یہ بھی سعید ہی کا اختلاط ہے۔

*گیارہویں علت:

کبھی سعید اور ابن ابی عمیرہ کے درمیان ایک شیخ کا واسطہ ہے اور کبھی دو شیخ کا واسطہ ہے، اور کبھی سعید بلا واسطہ روایت کرتے ہیں، اور شاید یہ بھی سعید ہی کا اختلاط ہے۔

میں کہتا ہوں:

ان ساری علتوں کا مدار اضطراب پر ہے، اور یہ اضطراب غیر موثر ہے۔اس میں صحیح سند یہ ہے: سعید بن عبدالعزیز عن ربیعہ بن یزید عن عبدالرحمن بن ابی عمیرہ۔

اسے ایک جماعت نے روایت کیا ہے جو یہ ہیں:

۱-ولید بن مسلم دمشقی جیسا کہ مسند احمد (۱۷۹۲۹) میں اور دیگر کتب میں موجود ہے۔

۲- مروان بن محمد طاطری جیسا کہ بخاری کی التاریخ الکبیر (۵ / ۲۴۰) کے اندر اور دیگر کتب کے اندر موجود ہے۔

۳- عمر بن عبد الواحد جیسا کہ خلال کی کتاب السنہ (۲ / ۴۵۰) اور سبن عساکر کی تاریخ دمشق (۵۹ / ۸۳) کے اندر وارد ہو ہے۔

۴- محمد بن سلیمان حرانی جیسا کہ ابن عساکر کی تاریخ دمشق (۵۹ / ۸۳) میں وارد ہوا ہے۔

۵- ابو مسہر سعید بن عبد العزیز دمشقی جیسا کہ بخاری کی التاریخ الکبیر (۵ / ۲۴۰) کے اندر اور دیگر کتب وارد ہوا ہے۔

ان پانچوں نے سعید بن عبد العزیز عن ربیعہ بن یزید عن عبد الرحمن بن ابی عمیرہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اسی لئے ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۸۴) میں کہا ہے کہ جماعہ کا قول ہی درست ہے۔

اس اضطراب کے بارے میں شیخ البانی نے (الصحیحہ : ۴ / ۶۱۶) کے اندر کہا کہ یہ اس قسم میں سے نہیں ہے جس سے حدیث ضعیف ہوتی ہے کیونکہ یہ اضطراب قوت میں برابر نہیں ہیں۔



* دوسری حدیث:

ام حرام رضی اللہ عنہا کی سمندری غزوہ کے بارے میں:

اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے:

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَلِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ، قَالَ عُمَيْرٌ: فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:" أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا"، قَالَتْ: أُمُّ حَرَامٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ، قَالَ:" أَنْتِ فِيهِمْ" ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ"، فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ:" لَا".

ترجمہ: ہم سے اسحاق بن یزید دمشقی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثور بن یزید نے بیان کیا، ان سے خالد بن معدان نے اور ان سے عمیر بن اسود عنسی نے بیان کیا کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کا قیام ساحل حمص پر اپنے ہی ایک مکان میں تھا اور آپ کے ساتھ (آپ کی بیوی) ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر نے بیان کیا کہ ہم سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے جہاد کے لیے جائے گا، اس نے (اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت) واجب کر لی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں

نے کہا تھا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، تم بھی ان کے ساتھ ہو گی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر (رومیوں کے بادشاہ) کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا ان کی مغفرت ہو گی۔ میں نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ (صحیح بخاری: ۲۹۲۴)۔

اس حدیث کے اندر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت اور منقبت ہے، کیونکہ سب سے پہلا سمندری غزوہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں ہوا ہے۔

چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے وہ صحابی ہیں جنہوں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سمندری غزوہ کیا تھا۔

ابن حجر نے فتح الباری (۶ / ۱۲۰) میں کہا کہ امام مہلب اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت اور منقبت ہے، کیونکہ سب سے پہلا سمندری غزوہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

ابن حجر نے فتح الباری (۶ / ۱۲۱) میں مزید کہا کہ واجب ہونے کا مطلب یہ ہیکہ انہوں نے ایسا عمل کیا جس سے جنت واجب ہو گئی۔

امام مناوی نے فیض القدیر (۳ / ۸۳) کے اندر کہا کہ انہوں نے ایسا عمل کیا جس سے جنت واجب ہو گئی، یا انہوں نے اپنے لئے مغفرت اور رحمت کو واجب کر لیا۔

* حدیث پر شذوذ کا الزام:

حسن مالکی صفحہ(۲۷۱) پر کہتا ہے کہ یہ حدیث شاذ ہے، اور صحیح وہ حدیث ہے جس میں لفظ دوسرا ہے اور وہ زیادہ قوی ہے۔

یہ روایت صحیحین میں مروی ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، قَالَتْ: نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ، فَقُلْتُ: مَا أَضْحَكَكَ، قَالَ: أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ يَرْكَبُونَ هَذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ، قَالَتْ: فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا، ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ، فَفَعَلَ مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: مِثْلَ قَوْلِهَا فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ، فَلَمَّا انْصَرَفُوا مِنْ غَزْوِهِمْ قَافِلِينَ فَنَزَلُوا الشَّأْمَ، فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب ہی سو گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، میں عرض کیا کہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو غزوہ کرنے کے لیے اس بہتے دریا پر سوار ہو کر جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر چڑھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ میرے لیے بھی دعا کر دیجئیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی کیا (بیدار ہوتے ہوئے مسکرائے)

ام حرام رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی عرض کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہو گی چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کے سب سے پہلے بحری بیڑے میں شریک ہوئیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں غزوہ سے لوٹتے وقت جب شام کے ساحل پر لشکر اترا تو ام حرام رضی اللہ عنہا کے قریب ایک سواری لائی گئی تا کہ اس پر سوار ہو جائیں لیکن جانور نے انہیں گرا دیا اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (صحیح بخاری: ۲۷۹۹، صحیح مسلم: ۱۹۱۲)۔

اس کا جواب کئی وجوہات سے دیا گیا ہے:

۱- کسی محدث نے اسے شاذ نہیں کہا ہے، آخر وہ کون سے محدثین ہیں جنہوں نے اس حدیث کو شاذ کہا ہے؟!

اس مالکی کا یہ کہنا کہ عمرو بن اسود نے اس حدیث کے اندر انس کی مخالفت کی ہے، اور خالد بن معدان جو کہ راوی ہیں عمرو بن اسود کے انکی چار ثقہ راویوں نے مخالفت کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں پر مخالفت کہاں ہے، پہلی حدیث دوستی حدیث کے ہم معنی ہے، اس طرح یہاں پر کوئی مخالفت نہیں ہے۔

۲- اور اگر پہلے لفظ کے ساتھ حدیث کو شاذ مان لیں تو بھی دوسرے لفظ کے ساتھ حدیث ثابت ہے جس سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے۔

اسی لئے امام لالکائی نے اپنی کتاب شرح اصول اعتقاد اھل السنہ (۸ / ۱۵۲۴) کے اندر اس حدیث کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے فضائل کے باب کے تحت نقل کیا ہے۔

ابن عبدالبر نے التمہید (۱/ ۲۳۵) کے اندر کہا کہ اس حدیث سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ آپ ہی نے پہلا سمندری غزوہ کیا ہے، اور انبیاء کا خواب سچا ہوتا ہے۔

ابن حجر نے فتح الباری (۱۱/ ۷۳) میں کہا کہ حدیث کے الفاظ: (میری سمت کے کچھ لوگ غازی کی شکل میں مجھ پر پیش کئے گئے) سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش ہو کر ہنسنے لگے تھے، کیونکہ انکا مقام ومرتبہ آپ کی نگاہ میں بہت بڑا معلوم ہوا۔

* حدیث پر ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا کہ اس کے تمام راوی ناصبی ہیں!

میں کہتا ہوں کہ بدعتی کی روایت کا کیا حکم ہے پہلے اس پر گفتگو کرنے کی ضرورت تھی۔

چنانچہ اس حدیث کے تعلق سے حسن مالکی کا قول مضطرب ہے، وہ خود اپنے ہی قول سے اپنی بات کو توڑ رہا ہے!

چنانچہ اگر راوی شیعی ہے تو اسکی روایت مقبول ہے گرچہ اسکی بدعت کی تائید ہو رہی ہو، اسکی بہت ساری مثالیں موجود ہیں، چنانچہ نصر بن مزاحم رافضی متروک کذاب ہے پھر بھی اسکی روایت کو قوی کہا ہے، اسی طرح تلید بن سلیمان رافضی خبیث کذاب ہے پھر اسکی حدیث کو قوی کہا ہے۔

لیکن اگر راوی ناصبی ہے تو اسکی حدیث پر طعن کیا ہے گرچہ وہ بہت بڑا ثقہ راوی ہو۔ مثال کے طور پر ربیعہ بن یزید دمشقی، سعید بن عبدالعزیز دمشقی، ثور بن یزید، خالد بن معدان اور عمیر بن اسود یہ سارے راوی جماعہ کے رجال ہیں اور سب ثقہ ہیں، مگر ان پر اکثر یہ بندہ ناصبی ہونے کا الزام لگا کر حدیثوں کو رد کر دیتا ہے۔

جبکہ اس مسئلے میں راجح قول یہی ہے کہ بدعتی کی روایت مطلق طور پر قبول کی جائے گی گرچہ وہ

اپنے مذہب کا داعی ہو جب تک کہ اسکی بدعت مکفرہ نہ ہو۔

ویسے اس مسئلے میں اہل علم کے کئی اقوال ہیں:

پہلا قول:

مطلق طور پر بدعتی کی روایت رد کر دی جائے گی۔

یہ امام مالک کا قول ہے، یہی قول قاضی ابوبکر باقلانی کا بھی ہے۔

کہتے ہیں کہ بدعتی کی روایت قبول کرنے سے اس کی بدعت کی ترویج ہوتی ہے اور اسکی تعریف ہوتی ہے۔

لیکن ابن الصلاح نے علوم الحدیث (۱۰۴) کے اندر اس قول کو رد کرتے ہوئے کہا کہ مطلقا رد کرنے والا قول بعید ہے، ائمہ حدیث کے یہاں ایسا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ انکی کتابیں بدعتی غیر داعی کی روایتوں سے بھری پڑی ہیں۔

یہی قول ابواسحق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی کی ہے جو بطور خاص شیعہ کی روایت رد کر دیتے تھے سوائے چند کے جو ضبط واتقان میں معروف تھے۔

دوسرا قول:

اس میں تفصیل ہے: اگر راوی اپنی بدعت کا داعی ہے تو اسکی حدیث قبول نہیں کی جائے گی بصورت دیگر قبول کی جائے گی، اور یہی قول اکثر اہل علم کا بھی ہے۔

خطیب بغدادی نے اسی قول کو امام احمد کی طرف بھی منسوب کی ہے۔

چنانچہ امام احمد شبابہ بن سوار کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے اس کی روایت ترک کر دی ہے اسکے ارجاء کی وجہ سے میں اس کی روایت نہیں لکھتا ہوں، کہا گیا: ابومعاویہ نے کہا ہے کہ شبابہ اپنی

بدعت کا داعی تھا۔

یہی بات خطیب نے الکفایہ (۱۴۹) کے اندر کہی ہے کہ اکثر علماء ان بدعتیوں کی روایت قبول کرتے ہیں جو بدعت کے داعی نہیں ہیں، لیکن جو داعی ہیں تو ان سے احتجاج نہیں کیا جائے گا یہی قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

امام نووی نے تقریب (۴۳) میں کہا کہ یہی مشہور اور راجح قول ہے۔

اسی طرح ابن الصلاح نے علوم الحدیث کے اندر بھی اسی کو راجح کہا ہے۔

ابن کثیر نے بھی اختصار علوم الحدیث (۱/ ۲۹۹) کے اندر کہا کہ اکثر لوگ یہی تفصیل کرتے ہیں۔

بلکہ ابن حبان نے الثقات (۶/ ۱۴۰) کے اندر اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔

اسی طرح امام حاکم نے بھی اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔

امام ذہبی نے المغنی فی الضعفاء (۱/ ۵۲۳) کے اندر نقل کیا ہے کہ جو راوی غالی اور داعی ہوتے جمہور سلف ان سے ڈراتے تھے اور ان سے حدیث روایت کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

اسی طرح میزان الاعتدال (۲/ ۶) کے اندر وارد بن حصین کے ترجمہ میں کہتے ہیں کہ ابن حبان نے کہا کہ انکے اندر خوارج کس عقیدہ تھا، مگر یہ داعی نہیں تھے، جو بدعت کے داعی ہوتے ہیں ان کی روایتوں سے اجتناب ضروری ہے۔

حافظ ابن حجر لسان المیزان (۱/ ۱۱۱) میں کہتے ہیں کہ ہم بدعتی کی روایت کو قبول کرنے کے قابل ہیں اگر رک صدیق ہو اور اپنی بدعت کی طرف داعی نہ ہو، اور جس حدیث کو اس کے روایت کیا ہے وہ اس کی بدعت پر دلیل نہ ہو، کیونکہ اس وقت میں اسے ہوا پرستی پر مامون نہیں سمجھتا۔

نخبۃ الفکر (۱۳٦) کے اندر کہتے ہیں کہ پھر بدعت یا تو مکفرہ ہوگی یا مفسقہ:
اگر پہلی قسم ہے تو ایسی صورت میں اسے جمہور قبول نہیں کرتے۔

اور اگر دوسری صورت ہے تو قبول کرتے ہیں اس شرط کے ساتھ راجح قول کے مطابق کہ وہ بدعت کا داعی نہ ہو، ہاں اگر وہ روایت اسکی بدعت کو طاقت بخشے تو ایسی صورت میں اسکی روایت رد کردی جائے گی یہی قول مختار ہے جیسا کہ امام نسائی کے شیخ جوزجانی نے صراحت کی ہے۔

اور ھدی الساری (۵۴۹) کے اندر کہا کہ یہی معتدل اور راجح قول ہے یعنی بدعتی کی روایت قبول کی جائے گی اگر وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت نہ دیتا ہو۔

تیسرا قول:

بدعت سے راوی پر کوئی اثر نہیں ہوگا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ حافظ وضابط اور صادق ہے، جھوٹا نہیں ہے، اسلئے کہ اسکی دینداری اور امانت داری اسے جھوٹ بولنے سے مانع ہوتی ہے، اور جمہور متقدمین علماء کا یہی قول ہے، جیسے بخاری، مسلم، علی بن المدینی، یحی بن سعید القطان، ابن خزیمہ اور دیگر ائمہ حدیث۔

چنانچہ بخاری نے اپنی کتاب کے اندر عمران بن حطان کی ایک روایت نقل کی ہے بطور متابعت کے۔

اور عمران بن حطان خوارج میں سے تھا، ابن حجر نے ھدی الساری (۴۳۲) میں لکھا کہ وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا تھا۔

اسی طرح بخاری نے عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی کی روایت بھی نقل کی ہے جو کہ ارجاء کا داعی تھا۔

صحیحین میں مروی ہے:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُولُ: إِنَّ آلَ أَبِي، قَالَ عَمْرٌو: فِي كِتَابِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ بَيَاضٌ لَيْسُوا بِأَوْلِيَائِي، إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللَّهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ۔

ترجمہ: ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا، ان سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فلاں کی اولاد (یعنی ابوسفیان بن حکم بن عاص یا ابولہب کی اولاد) یہ عمرو بن عباس نے کہا کہ محمد بن جعفر کی کتاب میں اس وہم پر سفید جگہ خالی تھی (یعنی تحریر نہ تھی) میرے عزیز نہیں ہیں (گو ان سے نسبی رشتہ ہے) میرا ولی تو اللہ ہے اور میرے عزیز تو ولی ہیں جو مسلمانوں میں نیک اور پرہیزگار ہیں (گو ان سے نسبی رشتہ بھی نہ ہو)۔ (صحیح بخاری: ۵۹۹۰، صحیح مسلم: ۲۱۵)۔

قیس بن ابی حازم پر ناصبیت کا الزام ہے، اور اس حدیث سے بظاہر اسکی بدعت کی تائید بھی ہوتی ہے، پھر بھی بخاری اور مسلم نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

ابن حجر نے فتح الباری (۱۰ / ۵۱۵) میں کہا کہ ابو بکر ابن العربی نے سراج المریدین میں کہا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں اصل (آل ابی طالب) ہے جو بدل کر آل ابی فلان ہو گیا ہے، لیکن بعض لوگوں نے ان پر تشیع کا الزام لگاتے ہوئے ان پر حملہ کیا ہے اور کہا کہ یہ آل ابی طالب

سے دشمنی کا نتیجہ ہے، کیونکہ جب مبہم لفظ وارد ہوا ہے تو پھر اس سے آل ابی طالب مراد لینا اس گھرانے میں نقص کا متقاضی ہے۔

اسی طرح امام مسلم نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے:

عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: "لَقَدْ عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يَبْغَضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ". قَالَ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ: أَنَا مِنَ الْقَرْنِ الَّذِينَ دَعَا لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "تم سے صرف مومن ہی محبت کرتا ہے اور منافق ہی بغض رکھتا ہے"۔

عدی بن ثابت کہتے ہیں: میں اس طبقے کے لوگوں میں سے ہوں، جن کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم: ۲۳۷)۔

(اس سے شرعی محبت اور عداوت مراد ہے، مثلاً ایک آدمی علی سے تو محبت رکھتا ہے مگر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتا ہے تو اس کی محبت ایمان کی علامت نہیں ہو گی، اور جہاں تک بغض کا معاملہ ہے، تو صرف علی رضی اللہ عنہ سے بھی بغض ایمان کی نفی کے لیے کافی ہے، خواہ وہ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے محبت ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ اور عدی بن ثابت کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اس دعائے نبوی کے افراد میں شامل ہوں کیونکہ میں علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں۔ مترجم)۔

عدی بن ثابت کے بارے میں آتا ہے کہ وہ شیعوں کے قصہ گو تھے۔

امام ذہبی نے میزان الاعتدال (۳ / ۶۱) میں کہا کہ عدی بن ثابت شیعوں کے عالم، امام

مسجد اور قصہ گو تھے۔

اس کے باوجود امام مسلم نے ان کی حدیث روایت کی ہے۔

امام خطیب نے الکفایہ (۱۵۷) کے اندر نقل کیا ہے کہ علی بن المدینی نے کہا کہ میں نے یحی بن سعید القطان سے کہا کہ عبد الرحمن بن مہدی نے کہا کہ میں ہر اس شخص سے روایت نہیں کرتا جو بدعت میں سردار ہو، تو یہ سن کر یحی بن سعید القطان ہنس پڑے اور کہا کہ قتادہ کا کیا کرو گے؟! عمر بن ذر ہمدانی کا کیا کرو گے؟! ابن ابی رواد کا کیا کرو گے؟! اور اس طرح اور بہت سے لوگوں کا نام گنایا پھر کہا: عبد الرحمن اگر اس طرح ترک کریں گے تو بہت سے لوگوں کو ترک کرنا پڑے گا۔

اسی طرح علی بن المدینی نے کہا کہ اگر قدریہ کی وجہ سے روایتیں ترک کرو گے تو اہل بصرہ کو ترک کرنا پڑے گا اور اگر تشیع کی وجہ سے ترک کرو گے تو اہل کوفہ کو ترک کرنا پڑے گا اس طرح کتابیں برباد ہو جائیں گی۔

بہر حال اسی پر عمل ہے، اسی لئے صحیحین میں بعض اہل بدعت کی روایت پائی جاتی ہے، جو کہ داعی بھی تھے کیونکہ وہ سچائی میں معروف تھے۔

جیسا کہ امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۷ / ۲۱) میں کہا کہ قدر کی بدعت میں ایک بڑی جماعت ملوث تھی مگر انکی روایت صحیحین میں مروی ہے کیونکہ وہ صدق و اتقان میں معروف تھے۔

علامہ معلمی نے التنکیل (۱ / ۵۰) کے اندر کہا کہ ائمہ حدیث نے بدعتیوں کی بڑی جماعت کی توثیق کی ہے اور انکی حدیثوں کو اپنی کتابوں میں جگہ بھی دی ہے اور ان سے احتجاج بھی کیا ہے۔ اور اہل علم نے ان کی بدعت کی وجہ سے ان حدیثوں میں کوئی طعن نہیں کیا ہے۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۷ / ۱۵۴) میں کہا کہ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ ایک قدری،

معتزلی اور جہمی اگر روایت کرنے میں سچا اور تقوی شعار ہے اور اپنی بدعت کا داعی نہیں ہے تو اکثر اہل علم نے اسکی روایت کو قبول کیا ہے اور اس حدیث پر عمل بھی کیا ہے، البتہ بدعت کی طرف دعوت دینے والے کے بارے میں تردد ہے کہ اسکی روایت کی جائے گی یا نہیں؟ تو اکثر محدثین کے نزدیک اسکی روایت سے اجتناب کیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ اگر وہ بدعت مکفرہ نہیں ہے تو اسے بھی قبول کیا جائے گا۔ بہر حال یہ مسئلہ مجھ پر واضح نہیں ہے البتہ یہ صاف ہے کہ جو بدعتی ہو لیکن بدعت میں غلو کرنے والا نہ ہو اور نہ بدعت کا سردار ہو تو اسکی روایت مقبول ہے۔

امام ذہبی نے میزان الاعتدال (۱/ ۵) کے اندر ابان بن تغلب کے ترجمے میں کہا کہ یہ صدوق ہیں، انکی سچائی ہمارے لئے اور انکی بدعت انکے ذمہ ہے۔

اور سیر اعلام النبلاء (۱۹/ ۳۶۸) کے اندر ابراہم بن ابی داود سلیمان بن داود اسدی کے ترجمے میں کہا کہ اس مسئلے میں راجح یہی ہے کہ ایک مسلم راوی کی سچائی دیکھی جائے، اگر کوئی بدعتی ہے تو اسکی روایت لی جائے اور اسکی بدعت سے اعراض کیا جائے، ہاں اگر کوئی کبیرہ گناہوں میں معروف ہو تو اس سے دور رہنا بہتر ہے، واللہ اعلم۔

ابن حجر نے لسان المیزان (۱/ ۱۰) میں کہا کہ وہ بدعتی جس کی بدعت مکفرہ نہ ہو اسکی روایت قبول کرنا جائز ہے یہ قول امام مالک، قاضی ابو بکر باقلانی وغیرہ کا ہے کہ اس کی روایت مطلق طور پر قبول کی جائے گی، سوائے اسکے جو جھوٹ کو حلال سمجھتا ہو، جب کہ اکثر محدثین تفصیل کے قائل ہیں بلکہ ابن حبان نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کیونکہ ایک بدعتی جب اپنی بدعت کا داعی ہوگا تو وہ ایسی روایتیں ہی روایت کرے گا جن سے اسکی بدعت کو تقویت مل سکے۔

میں کہتا ہوں کہ بدعت اگر مکفرہ ہے تو ایسی صورت میں اسکی روایت رد کر دی جائے گی، نووی

نے اس پت اجماع نقل کیا ہے۔

امام نووی کہتے ہیں: بدعت کی بنیاد پر جسکی تکفیر ہو چکی ہو اسکی روایت بالاتفاق قبول نہیں کی جائے گی۔

اسی طرح ابن کثیر نے بھی اختصار علوم الحدیث (۱/ ۲۹۹) کے اندر کہی ہے کہ بدعت کی بنیاد پر جسکی تکفیر ہو چکی ہو اسکی روایت بالاتفاق قبول نہیں کی جائے گی۔

ابن حجر نے نزھۃ النظر (۱۳۸) کے اندر کہا کہ تحقیقی بات یہی ہے کہ پر بدعتی کی روایت رد نہیں کی جائے گی کیونکہ ہر جماعت اپنے مخالف کو بدعتی کہتی ہے، یہاں تک کہ کچھ لوگ مبالغہ کرتے ہوئے تکفیر بھی کر دیتے ہیں، اسلئے قابل اعتماد بات یہی ہے کہ جو کسی متواتر تسلیم شدہ دینی امر کا منکر ہو یا تکفیری اعتقاد رکھتا ہو اسکی روایت رد کی جائے گی۔

علامہ معلمی نے التنکیل (۱/ ۴۲) کے اندر کہا کہ بلا شبہ بدعتی اپنی بدعت مکفرہ کی بنیاد پر اگر دین اسلام کے دائرے سے خارج ہو جائے تو اسکی روایت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ قبول روایت کی ایک شرط اسلام بھی ہے۔

٭متن حدیث پر اعتراض:

حدیث کے متن پر مالکی نے بہت سارے اعتراضات کئے ہیں تاکہ وہ اپنے شاذ قول اور بدعقیدگی کو جواز بنا سکے، جبکہ اسکے سارے اشکالات، اعتراضات اور طعن و تشنیع مردود ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اسکے اشکالات و اعتراضات کو ذیل میں درج کر رہے ہیں:

۱۔صحیح بخاری کے اندر بعض روایتوں میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت ام

حرام رضی اللہ عنہا کی زیارت کی تھی اس وقت وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، اور بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ اس وقت انہیں نے شادی ہی نہیں کی تھی۔

چنانچہ جہاں تک بخاری کی یہ روایت کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت ام حرام رضی اللہ عنہا کی زیارت کی تھی اس وقت وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، تو یہ خبر دینے کے باب سے ہے، یعنی اس وقت گرچہ وہ انکی بیوی نہیں تھیں مگر بعد میں انکی بیوی ہوئیں، اسی کی طرف اشارہ کیا ہے امام نووی نے قاضی عیاض کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے۔

۲-بعض لوگوں نے غیر محرم عورت کی زیارت کرنے کا اشکال پیش کیا ہے، کہ یک کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیر محرم عورت کی زیارت کرنے جائیں اور پھر اپنا سر اسکی گود میں رکھ دیں اور وہ آپ کے سر کو صاف کرے؟!

اس اشکال کا جواب درج ذیل دو وجوہات سے دیا گیا ہے:

-ام حرام رضی اللہ عنہا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رضاعی رشتہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں اور خالہ دونوں کی طرف سے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ام حرام رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن تھیں، اسی قول کو بہت سارے علماء نے یقین سے کہا ہے جیسے کہ ابن عبد البر، ابن الجوزی اور ابن بطال وغیرہ۔

-یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے، ابن حجر نے فتح الباری (۱۱/ ۸۱) میں اسے نقل کیا ہے چنانچہ کئی جوابات نقل کرنے کے بعد کہا کہ خصوصیت کا دعوی سب سے بہترین جواب ہے۔

۳-ایک اشکال یہ بھی پیش کیا گیا کہ اس روایت کے اندر دو سمندری غزوہ کا ذکر ہے، جبکہ عمیر

بن اسود کی شاذ روایت میں صرف ایک سمندری غزوہ کا ذکر ہے اور دوسرا زمینی غزوہ کا ذکر ہے جس میں قیصر کے شہر کا نام ہے!

میں کہتا ہوں کہ قیصر کے شہر سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے جس کا کنارہ خشکی پر ہے اور دوسرا کنارہ سمندری اور ساحلی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " سَمِعْتُمْ بِمَدِينَةٍ جَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَرِّ، وَجَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَحْرِ؟ "، قَالُوا: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: " لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَغْزُوَهَا سَبْعُونَ أَلْفًا مِنْ بَنِي إِسْحَاقَ، فَإِذَا جَاءُوهَا نَزَلُوا، فَلَمْ يُقَاتِلُوا بِسِلَاحٍ وَلَمْ يَرْمُوا بِسَهْمٍ، قَالُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، فَيَسْقُطُ أَحَدُ جَانِبَيْهَا، قَالَ: ثَوْرٌ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا، قَالَ: الَّذِي فِي الْبَحْرِ، ثُمَّ يَقُولُوا الثَّانِيَةَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، فَيَسْقُطُ جَانِبُهَا الْآخَرُ، ثُمَّ يَقُولُوا الثَّالِثَةَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، فَيُفَرَّجُ لَهُمْ فَيَدْخُلُوهَا، فَيَغْنَمُوا فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُونَ الْمَغَانِمَ إِذْ جَاءَهُمُ الصَّرِيخُ، فَقَالَ: إِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَتْرُكُونَ كُلَّ شَيْءٍ وَيَرْجِعُونَ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے سنا ہے ایسا شہر جس کے ایک جانب خشکی ہے اور ایک جانب سمندر ہے؟" اصحاب نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! ہم نے سنا ہے (یعنی قسطنطینیہ ہے) ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ لڑیں گے اس شہر سے ستر ہزار سیدنا اسحاق کی اولاد سے، سو جب اس شہر کے پاس آئیں گے تو اتر پڑیں گے، سو ہتھیار سے نہ لڑیں گے اور نہ تیر ماریں گے (لا الہ الا اللہ واللہ اکبر) کہیں

گے، تو اس کی ایک طرف جو دریا میں ہے گر پڑے گی، پھر دوسری بار (لا الہ الا اللہ واللہ اکبر) کہیں گے تو اس کی دوسری طرف گر پڑے گی۔ پھر تیسری بار (لا الہ الا اللہ واللہ اکبر) کہیں گے تو ہر طرف سے کھل جائے گا۔ سو اس شہر میں گھس پڑیں گے اور لوٹیں گے جب لوٹ کے مال بانٹ رہے ہوں گے کہ اچانک ایک چیخنے والا آئے گا اور کہے گا: دجال نکلا، تو وہ ہر چیز کو چھوڑ دیں گے اور دجال کی طرف پلٹیں گے۔" (صحیح مسلم: ۲۹۲۰)۔

اسی طرح طبرانی نے اسے معجم اوسط میں هشام بن عمار ثنا يحيى بن حمزة ثنا ثور بن يزيد عن خالد بن معدان عن عمرو بن الأسود کے طریق سے روایت کیا ہے: أنه أتى عبادة بن الصامت وهو فى ساحل حمص فى بناء له ومعه امرأته أم حرام قال عمرو فحدثتنا أم حرام وثلاثمائة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول أول جيش من أمتي يغزون هذا البحر قد أوجبوا فقالت أحرام يا رسول الله انا منهم فقال أنت منهم ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم فقالت أم حرام يا رسول الله أنا منهم قال لا۔

۴- اس روایت سے ظاہر یہی ہے کہ ام حرام رضی اللہ عنہا جس غزوہ میں شریک تھیں وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا تھا جبکہ ام حرام رضی اللہ عنہا اس سے قبل وفات پا چکی تھیں، اور اسی طرح انکے شوہر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے قبل وفات پا چکے تھے۔

میں کہتا ہوں:

یہ دراصل سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورخلافت کی بات ہے جس وقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ملک شام کے گورنر تھے، اور یہ واقعہ ۲۸ھ کا ہے، کیونکہ یہ قصہ اس شخص کے حق میں ہے جو سب سے پہلے سمندری غزوہ کرے گا اور یہ معلوم ہے کہ سب سے پہلے سمندری غزوہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورخلافت میں ہوا ہے۔

ابن حجر نے فتح الباری (۱۱/ ۷۸) میں کہا کہ اس حدیث سے بظاہر یہی لگتا ہے کہ یہ غزوہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورخلافت میں ہوا ہے مگر ایسی بات نہیں ہے، بعض لوگ اسکے ظاہری سیاق سے دھوکہ کھا گئے، دراصل یہ حدیث ان لوگوں کے حق میں ہے جنہوں نے پہلا سمندری غزوہ کیا ہے۔

۵- یہ بھی کہا گیا کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ ام حرام رضی اللہ عنہا شہر قیصر میں گھوڑے سے گری تھیں جبکہ دوسری روایات میں وارد ہوا ہے ملک شام کے اندر ساحل حمص میں گھوڑے سے گری تھیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو متعدد واقعہ ہے:

پہلے واقعے میں ام حرام رضی اللہ عنہا گھوڑے سے گری تھیں جنہیں قبرص میں دفن کیا گیا ہے۔

دوسرے واقعے میں انکی ایک بہن ام عبد اللہ گھوڑے سے گری تھیں جنہیں ساحل حمص میں دفن کیا گیا۔

چنانچہ ابن حجر نے فتح الباری (۱۱/ ۸۱) میں کہا کہ یہ دو متعدد واقعات ہیں: پہلے واقعے میں ام حرام رضی اللہ عنہا گھوڑے سے گری تھیں جنہیں قبرص میں دفن کیا گیا ہے۔

دوسرے واقعے میں انکی ایک بہن ام عبد اللہ گھوڑے سے گری تھیں جنہیں ساحل حمص میں دفن کیا گیا۔

-اس لشکر کے امیر منذر بن زبیر تھے نہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ!

حسن مالکی نے اس پر اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے عبد الرزاق نے اپنے المصنف (۵/ ۲۸۵) کے اندر اور اسی طریق سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المسند (۲۷۴۹۴) کے اندر نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ امْرَأَةً حَدَّثَتْهُ قَالَتْ نَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ تَضْحَكُ مِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا وَلَكِنْ مِنْ قَوْمٍ مِنْ أُمَّتِي يَخْرُجُونَ غُزَاةً فِي الْبَحْرِ مَثَلُهُمْ مَثَلُ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ قَالَتْ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ أَيْضًا يَضْحَكُ فَقُلْتُ تَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنِّي قَالَ لَا وَلَكِنْ مِنْ قَوْمٍ مِنْ أُمَّتِي يَخْرُجُونَ غُزَاةً فِي الْبَحْرِ فَيَرْجِعُونَ قَلِيلَةً غَنَائِمُهُمْ مَغْفُورًا لَهُمْ قَالَتْ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا قَالَ فَأَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ فَرَأَيْتُهَا فِي غَزَاةٍ غَزَاهَا الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ إِلَى أَرْضِ الرُّومِ هِيَ مَعَنَا فَمَاتَتْ بِأَرْضِ الرُّومِ۔

ترجمہ: خاتون صحابیہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی میرے گھر میں قیولہ فرما رہے تھے کہ اچانک مسکراتے ہوئے بیدار ہو گئے، میں نے عرض کیا کہ میرے باپ آپ پر قربان ہوں آپ کس بناء پر مسکرا رہے ہیں؟ نبی نے فرمایا میرے سامنے میری امت کے کچھ لوگوں کو پیش کیا گیا جو اس سطح سمندر پر اس طرح سوار چلے جا رہے ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر براجمان ہوتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ اللہ سے دعاء کر دیجیے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل فرمادے، نبی نے فرمایا اے اللہ! انہیں بھی ان میں شامل فرمادے۔ چنانچہ وہ اپنے شوہر حضرت عبادہ صامت کے ہمراہ سمندری جہاد میں شریک

ہوئیں اور اپنے ایک سرخ وسفید خچر سے گر کر ان کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مرگئیں۔

ابن حجر نے فتح الباری (۱۱/ ۷۶) میں کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح کے شرط پر ہے۔

مصنف عبدالرزاق کے اندر حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کی صراحت آئی ہے!

مالکی نے کہا کہ شاید کسی راوی سے وہم ہوگیا ہے اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی کہنے کی بجائے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کہہ دیا!

جی ہاں، مالکی نے ایسا ہی کہا ہے!

جبکہ صحیح یہ ہیکہ مسند احمد اور مصنف عبدالرزاق کی اس روایت میں جن خاتون صحابیہ کا ذکر آیا ہے ان سے مراد رمیصاء ام عبداللہ ہیں جو کہ ام حرام رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں!

اس پر درج ذیل دلیلیں دلالت کرتی ہیں:

۱- چنانچہ اسی مذکورہ طریق سے امام ابو داود رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سنن کے اندر روایت کیا ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُخْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ الرُّمَيْصَاءِ، قَالَتْ: نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ وَكَانَتْ تَغْسِلُ رَأْسَهَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَضْحَكُ مِنْ رَأْسِي؟ قَالَ: لَا، وَسَاقَ هَذَا الْخَبَرَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ.

ترجمہ: سیدہ ام سلیم رمیصاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوئے پھر بیدار ہوئے، اور وہ اپنا سر دھو رہی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، انہوں نے کہا: اللہ کے

رسول! کیا آپ میرے بال دیکھ کر ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں"، پھر انہوں نے یہی حدیث کچھ کمی بیشی کے ساتھ بیان کی۔ (سنن ابی داود: ۲۴۹۲)۔

یہ روایت بخاری کی شرط پر ہے۔

۲- دوسرے یہ کہ عطاء بن یسار کی ملاقات ام حرام رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں ہے!!

حدیث کے اندر یہ مذکور ہے کہ عطاء بن یسار نے بیان کیا کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے جس وقت یہ حدیث بیان کی اس وقت وہ چھوٹے تھے، کیوں کہ انکی پیدائش ۱۹ھ میں کوئی ہے جب کہ یہ واقعہ ۲۸ھ کا ہے۔

اسی لئے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱۱/ ۷۹) میں کہا کہ صحیح یہی ہے کہ عطاء بن یسار عن ام حرام رضی اللہ عنہا کی حدیث کی بنیاد پر جنہوں نے کہا ان سے وہم ہوا ہے، یقیناً یہ رمیصاء ہیں!

۳- جس واقعے میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس لشکر کے امیر منذر بن زبیر تھے وہ کئی وجوہات سے بالکل مخالف ہے ام حرام رضی اللہ عنہا کے واقعے سے!

پہلی وجہ:

ام حرام رضی اللہ عنہا کی میں وارد ہوا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سو رہے تھے اس وقت ام حرام رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی صفائی کر رہی تھیں، جب کہ دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے سر کو دھل رہی تھیں، جیسا کہ سنن ابی داود کے اندر وارد ہوا ہے۔

دوسری وجہ:

ام حرام رضی اللہ عنہا کی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرا لشکر ہوگا جو خشکی کا غزوہ کرے گا جبکہ دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سمندری غزوہ کرے گا۔

تیسری وجہ:

ام حرام رضی اللہ عنہا کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ پہلے لشکر میں شامل تھیں، جب کہ دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ دوسرے لشکر میں شامل تھیں!

۴- ام حرام رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس لشکر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، جبکہ دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اسکے امیر منذر بن زبیر تھے!

حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱۱ / ۷۹) میں کہا کہ اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ متعدد واقعہ ہے، ایک ام حرام رضی اللہ عنہا کا اور دوسرا انکی بہن ام عبداللہ کا، اور شاید ان میں پہلی ساحل قبرص میں مدفون ہوئیں اور دوسری ساحل حمص میں۔

۵- منذر بن زبیر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بچے تھے، ان جیسے بچے غزوات میں شریک نہیں ہوتے تھے چہ جائیکہ ان جیسے چھوٹے بچوں کو امیر لشکر بنایا جائے!!

دراصل منذر بن زبیر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے تھے اور پہلا سمندری غزوہ ۲۸ھ میں پیش آیا ہے۔

-خلفائے بنی امیہ اور جہاد فی سبیل اللہ:

حسن مالکی نے دعوی کیا ہے کہ خلفائے بنی امیہ نے جہاد اللہ کی خاطر نہیں کی تھی بلکہ دنیاوی مال ومتاع کی خاطر کی تھی!!

اور ان کے دور میں جو فتوحات ہوئے انہیں استعماری قبضہ کہہ سکتے ہیں۔

سبحان اللہ! کیا اس نے انکے دلوں کو پھاڑ کر اس نے دیکھا ہے!!

کیانبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت نہیں رہی ہے کہ ہم لوگوں کے ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں اور اسرار اور دلوں کی بات اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔

* اجمالی خطاب سے عموم لازم نہیں آتا:

حسن مالکی کا یہ بھی دعوی ہے کہ اجمالی خطاب میں تمام افراد شامل نہیں ہوتے، اس بنیاد پر یہ حدیث معاویہ کی فضیلت پر دلالت نہیں کرتی ہے کیونکہ کئی حدیثیں ایسی بھی ہیں جو ان کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں۔

اس کا جواب درج ذیل ہے:

حقیقت یہ ہے کہ اجمالی خطاب میں تمام افراد شامل ہوتے ہیں سوائے اس کے جسے کوئی خاص دلیل مستثنی کردے، دیکھیں فتح الباری (۶ / ۱۰۲)، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں خصوصی احادیث وارد ہوئی ہیں جیسے کہ یہ حدیث: (اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ)، از حدیث کی صحت اور ضعیف کہنے والے پر رد گزر چکا ہے، اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں وارد احادیث کا جواب بھی گزر چکا ہے۔

-ام حرام رضی اللہ عنہا کو قتل کس نے کیا؟!

جس کی جراءت جہاں تک ہو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مارنے کی کوشش کی!

جس کا یہ بھی دعوی ہو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور سعد بن ابی وقاص

رضی اللہ عنہ کو زہر دیا اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا!

اس سے یہ بعید نہیں ہے کہ اور نہ ہی کوئی تعجب ہے کہ وہ یک بھی دعوی کر دے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہی ہے ام حرام رضی اللہ عنہا کو قتل کیا ہے!

چنانچہ حسن مالکی کا دعوی ہے کہ راجح یہی ہے ام حرام کو معاویہ ہی نے قتل کیا ہے، اس کی دو دلیلیں ہیں ایک ظنی اور دوسری قطعی!

پہلی دلیل:

روایت میں وارد ہوا ہے کہ انکے لئے ایک خچر پیش کیا گیا تا کہ وہ اس پر سوار ہو جائیں۔

سوال یہ ہیکہ اس پاگل خچر کو کس نے پیش کیا؟! جو غیر مانوس اجنبی شخص کو لے اڑے اور اسے زمین پر گرا کر اسکی گردن توڑ دے؟!

دوسری دلیل:

بعض صحیح روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ اس خچر کا رنگ خاکی مائل سفید تھا، اور یہ رنگ معاویہ کے خچروں کا ہے۔

پہلی دلیل کا جواب درج ذیل دو وجوہات سے دیا گیا ہے:

۱- مالکی نے اپنے دعوے کی بنیاد ظن و گمان پر رکھی ہے، اور ظن جھوٹ کی سب سے بڑی قسم ہے، اور مزید یہ کہ یہ سوء ظن کسی دوسرے کے ساتھ نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے تئیں ہے، چنانچہ مالکی نے صحابہ کرام کے بارے میں ایسی بات کہی ہے کہ اس طرح پہلے کسی نے جراءت نہیں کی تھی۔

۲- اور جہاں تک اس کا یہ کہنا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ انکے لئے ایک خچر پیش کیا گیا تا کہ

وہ اس پر سوار ہو جائیں۔

سوال یہ ہیکہ اس پاگل خچر کو کس نے پیش کیا؟! جو غیر مانوس اجنبی شخص کو لے اڑے اور اسے زمین پر گرا کر اسکی گردن توڑ دے؟!

تو اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خچر کسی دوسرے کا معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہیں خود ام حرام رضی اللہ عنہا کا ہی تھا، اس پر خود صحیح بخاری (۱۱ / ۷۸) کی ایک روایت دلالت کرتی ہے جس کے اندر وارد ہوا ہے کہ وہ جس وقت سمندر سے باہر نکلیں تو اپنی سواری سے گر گئیں اور اسی میں انکی وفات ہو گئی۔

دوسری دلیل کا جواب:

مسند احمد (۲۷۰۷۷) کے اندر وارد ہوا ہے کہ انہیں ان کے خچر نے نیچے گرا دیا۔ چنانچہ حسن مالکی کا یہ کہنا کہ بعض صحیح روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ اس خچر کا رنگ خاکی مائل سفید تھا، اور یہ رنگ معاویہ کے خچروں کا ہے۔

تو میں اس پر یہی کہوں گا کہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے خچر کی صفت بھی یہی تھی!!

چنانچہ مسند احمد کی مذکورہ روایت ہی میں حماد بن سلمہ کے طریق سے وارد ہوا ہے کہ ام حرام رضی اللہ عنہا کو انکے جس خچر نے زمین پر گرا دیا تھا اور وہ اسی وقت رہی ہو گئی تھیں اس خچر کا رنگ خاکی مائل سفید تھا!!



*تیسری حدیث:

(إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ) ترجمہ: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔

پوری حدیث صحیح بخاری کے اندر اس طرح وارد ہوئی ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ، يَقُولُ:" اسْتَقْبَلَ وَاللَّهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الْجِبَالِ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنِّي لَأَرَى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّي حَتَّى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: وَكَانَ وَاللَّهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ، أَيْ عَمْرُو إِنْ قَتَلَ هَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ مَنْ لِي بِأُمُورِ النَّاسِ بِنِسَائِهِمْ مَنْ لِي بِضَيْعَتِهِمْ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ: عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ، فَقَالَ: اذْهَبَا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَيْهِ، وَقُولَا لَهُ، وَاطْلُبَا إِلَيْهِ، فَأَتَيَاهُ، فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهُ فَطَلَبَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ، وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَائِهَا، قَالَا: فَإِنَّهُ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا، وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ، قَالَ: فَمَنْ لِي بِهَذَا؟ قَالَا: نَحْنُ لَكَ بِهِ، فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهِ، فَصَالَحَهُ، فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ، يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ، وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً

وَعَلَيْهِ أُخْرَى، وَيَقُولُ: إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: إِنَّمَا ثَبَتَ لَنَا سَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ أَبِي بَكْرَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

ترجمہ: ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابوموسیٰ نے بیان کیا کہ میں نے امام حسن بصری سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ قسم اللہ کی جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما (معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں) پہاڑوں میں لشکر لے کر پہنچے، تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا (جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص تھے) کہ میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مقابل کو نیست و نابود کیے بغیر واپس نہ جائے گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا اور قسم اللہ کی، وہ ان دونوں اصحاب میں زیادہ اچھے تھے، کہ اے عمرو! اگر اس لشکر نے اس لشکر کو قتل کر دیا، یا اس نے اس کو قتل کر دیا، تو (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) لوگوں کے امور (کی جواب دہی کے لیے) میرے ساتھ کون ذمہ داری لے گا، لوگوں کی بیوہ عورتوں کی خبر گیری کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہوگا۔ لوگوں کی آل اولاد کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہوگا۔ آخر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کے یہاں قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے دو آدمی بھیجے۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز، آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے یہاں جاؤ اور ان کے سامنے صلح پیش کرو، ان سے اس پر گفتگو کرو اور فیصلہ انہیں کی مرضی پر چھوڑ دو۔ چنانچہ یہ لوگ آئے اور آپ سے گفتگو کی اور فیصلہ آپ ہی کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم بنو عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہم کو خلافت کی وجہ سے روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہوگئی ہے اور ہمارے ساتھ یہ لوگ ہیں، یہ خون خرابہ کرنے میں طاق ہیں، بغیر روپیہ دیئے ماننے والے نہیں۔ وہ

کہنے لگے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا اتنا روپیہ دینے پر راضی ہیں اور آپ سے صلح چاہتے ہیں۔ فیصلہ آپ کی مرضی پر چھوڑا ہے اور آپ سے پوچھا ہے۔حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی ذمہ داری کون لے گا؟ ان دونوں قاصدوں نے کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔حسن نے جس چیز کے متعلق بھی پوچھا، تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔آخر آپ نے صلح کر لی، پھر فرمایا کہ میں نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا مجھ سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا کہ ہمارے نزدیک اس حدیث سے حسن بصری کا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت ہوا ہے۔

(صحیح بخاری: ۲۷۰۴)۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے اندر بہت سے فوائد مستنبط ہوتے ہیں:

۱-حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف کی گئی ہے۔

۲-لڑنے والی دونوں جماعتیں اسلام پر ہوں گی۔

۳-حسن رضی اللہ عنہ کی جو تعریف کی گئی ہے وہ اس لئے کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے۔

۴- جو لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ پر کفر یا نفاق کا طعن کرتے ہیں نعوذ باللہ، وہ بالواسطہ حسن رضی اللہ عنہ پر بھی طعن کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ آپ ایک منافق کے ہاتھ پر خلافت سے دستبردار کیسے ہو سکتے

ہیں جسکی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذمت کی ہو!!

اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۴/۴۶۶) میں کہا کہ حسن رضی اللہ عنہ نے جو کام کیا اسکی تعریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ)

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف اسی بنا پر کی ہے کہ آپ ایک دن مسلمانوں کی دو جماعت کے درمیان صلح کرائیں گے۔

اور یہ اس وقت ہوا جب آپ نے خلافت کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دی، جبکہ اس وقت دونوں ایک دوسرے کے خلاف بڑی بڑی فوج لیکر نکل پڑے تھے۔

چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف کی انکے اصلاح کرنے اور قتال ترک کر دینے کی وجہ سے تو یہ اس بات پر دال ہے کہ دو گروہوں کے درمیان صلح کرانا اللہ کے نزدیک قتال کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انہیں قتال کا حکم نہیں تھا، اور اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کافر ہوتے تو ایک کافر کو حاکم تسلیم کرنا اور خلافت کو اسکے حوالے کرنا ایک ایسی چیز ہے جس سے نہ تو اللہ راضی ہوگا اور نہ ہی اسکے رسول راضی ہوں گے۔

بلکہ اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی سب مسلمان تھے،

اسی طرح اس طرح حسن رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر ساتھی مسلمان تھے، اور حسن رضی اللہ عنہ نے جو کام کیا وہ اللہ کے نزدیک اور اسکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک محبوب عمل تھا۔

جس طرح کہ صحیحین میں وارد ہوا ہے:

حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ وَهُوَ ابْنُ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک فرقہ جدا ہو جائے گا جب مسلمانوں میں پھوٹ ہو گی اور اس کو قتل کرے گا وہ گروہ جو قریب ہو گا دونوں گروہوں میں حق سے۔" (صحیح مسلم: ۱۰۶۴)۔

یہ حدیث بھی اس بات کی کہ دونوں گروہ خواہ وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا گروہ ہو یا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ ہو، حق پر ہیں، ہاں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور آپ کا گروہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور انکے گروہ کے مقابلے حق سے زیادہ قریب تھے۔

چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ (۴ / ۵۲۹) کے اندر کہا کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں گروپوں کے درمیان صلح کرانا ایسا محبوب عمل تھا جسے اللہ اور اسکے رسول دونوں پسند کرتے ہیں، اور حسن نے اس تعلق سے جو کچھ بھی کیا وہ آپ کے فضائل اور مناقب میں شمار کیا جائے گا جسکی تعریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی وارد ہوئی ہے۔

اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اتال کرنا واجب یا مستحب ہوتا تو واجب یا مستحب کو ترک

کرنے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف نہ کی ہوتی۔

حافظ ابن کثیر نے اختصار علوم الحدیث (۲/ ۴۹۹) کے اندر نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا مصداق حسن رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اپنے والد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلافت سے دستبرداری اختیار کرلی تھی اور پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر تمام مسلمان متحد ہو گئے تھے اور اس سال کو عام الجماعہ کہا گیا یعنی اجتماعیت کا سال، اور وہ ۵۰ ھ کا سال تھا۔

دونوں اطراف کے لوگوں کو مسلمان کہا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[9] إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ [9] مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الحجرات: ۱۰)۔

دونوں گروپوں کے آپس میں لڑنے کے باجود انہیں مومن اور بھائی کہا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حسن مالکی کو اس حدیث سے دشمنی ہے، اور اسی لئے اس نے اسے مرسل کہہ دیا اور کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اس میں صرف اتنا ثابت ہے کہ میرا بیٹا سید ہے، اور حدیث کا باقی

حصہ ضعیف ہے یا مدرج ہے!!

* مذکورہ حدیث پر حسن مالکی کے اعتراضات اور جواب:

پہلا اعتراض:

محدثین کے نزدیک یہی معروف ہے کہ حسن بصری کا سماع ابو بکرہ سے ثابت نہیں ہے، اور یہاں جس سماع کی صراحت آئی ہے یہ سفیان بن عیینہ کہ طرف سے ایک وہم ہے۔

اسکا جواب درج ذیل دو وجوہات سے دیا گیا ہے:

ا- حسن بصری نے اس حدیث کو ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنی ہے، اسی لیے امام بخاری نے اور علی بن المدینی نے حسن بصری کا سماع ابو بکرہ سے ثابت مانا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں اسکی صراحت آئی ہے:

حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى، عَنِ الْحَسَنِ، سَمِعَ أَبَا بَكْرَةَ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ إِلَى جَنْبِهِ يَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَإِلَيْهِ مَرَّةً، وَيَقُولُ: " ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ".

ترجمہ: ہم سے صدقہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوموسیٰ نے بیان کیا، ان سے حسن نے، انہوں نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے، آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور پھر حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید

ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ (صحیح بخاری: ۳۷۴۶)۔

۲- اس حدیث کو روایت کرنے والے تمام راوی ثقہ ہیں، سفیان بن عیینہ عن ابی موسیٰ عن الحسن عن ابی بکرہ تک۔

اور یہ بہت بعید از قیاس ہے کہ راویوں میں سے کسی کو وہم ہوا ہے کیونکہ سفیان بن عیینہ نے ابو موسیٰ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حسن بصری سے اور انہوں نے سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے اپنے سماع کی صراحت کی ہے۔

* دوسرا اعتراض:

دارقطنی نے الالزامات کے اندر ابو بکرہ سے حسن بصری کے سماع کو ضعیف قرار دیا ہے، انہیں میں سے یہ حدیث بھی ہے۔

دارقطنی نے کہا ہے کہ حسن بصری دراصل احنف کے واسطے ابو بکرہ سے روایت کرتے ہیں۔

اسلئے میرا گمان یہی ہے کہ دارقطنی کا کلام حسن بصری کا سماع ابو بکرہ سے مطلق طور پر ضعیف ہونے میں بالکل واضح ہے۔

اس کا جواب درج ذیل کئی وجوہات سے دیا گیا ہے:

حسن بصری یہ حدیث کسی سندوں سے مروی ہے، مگر امام بخاری نے ابو موسیٰ کی سند پر اعتماد کیا ہے جس کے اندر ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کی صراحت ہے، اور اسے امام بخاری نے کتاب الصلح کے اندر مطول انداز میں نقل کیا ہے، اور آخر میں کہا کہ مجھ سے علی بن عبد اللہ نے کہا کہ ہمارے

نزدیک اس حدیث میں حسن بصری کا سماع ابوبکرہ سے ثابت ہے۔

حافظ ابن حجر نے ھدی الساری (۳۸۶) کے اندر کہا کہ مجھے دار قطنی پر تعجب ہے کہ کیسے آپ نے یقینی طور پر یہ کہہ دیا کہ حسن بصری کا سماع ابوبکرہ سے ثابت نہیں ہے! جبکہ یہ حدیث صحیح بخاری کے اندر مروی ہے!

دار قطنی نے جو یہ استدلال کیا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس دوسری سند سے روایت کیا ہے جس میں حسن بصری اور ابوبکرہ کے درمیان احنف کا واسطہ ہے، تو ان دونوں سندوں میں کوئی تعارض نہیں ہے؛ کیونکہ احنف کی زیادتی مزید توضیح کیلئے ہے اور اس پر ابوبکرہ کی حدیث کی کوئی بنیاد نہیں ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ھدی الساری میں کہا ہے۔

تیسرا اعتراض:

سفیان بن عیینہ نے اس حدیث کے اندر حسن کا سماع ابوبکرہ سے ثابت کیا ہے جبکہ یہ کئی امور کی بنیاد پر صحیح نہیں ہے:

۱- سفیان بن عیینہ نے دیگر ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے جنہوں نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا ہے:

پہلی روایت:

نعیم بن حماد نے کتاب الفتن (۴۱۷) کے اندر مرسل نقل کیا ہے:

حدثنا هشيم، عن يونس، عن الحسن، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للحسن بن علي: (ابني هذا سيد، وسيصلح الله على يديه بين

فئتين من المسلمين عظيمتين)۔

دوسری روایت:

امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ (۲۵۶) کے اندر ھشام بن حسان عن الحسن کے طریق سے مرسل روایت کیا ہے۔

تیسری روایت:

اسحق بن راھویہ نے اپنی کتاب المسند (۱۸۹۹) کے اندر سہیل بن ابی الصلت عن الحسن کے طریق سے مرسل نقل کیا ہے۔

چوتھی روایت:

ابن ابی شیبہ نے المصنف (۳۲۱۷۸) کے اندر حسین بن علی الجعفی عن ابی موسی عن الحسن کے طریق سے مرسل روایت کیا ہے۔

پانچویں روایت:

امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ (۲۵۴) کے اندر عوف عن الحسن کے طریق سے مرسل روایت کیا ہے۔

چھٹی روایت:

امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ (۲۵۵) کے اندر داود بن ابی ھند عن الحسن کے طریق سے مرسل روایت کیا ہے۔

اس کا جواب درج ذیل ہے:

جہاں تک پہلی روایت کا تعلق ہے جسے حسن مالکی نے دلیل بنایا ہے: (نعیم بن حماد نے کتاب

الفتن (۴۱۷) کے اندر مرسل نقل کیا ہے: حدثنا ھشیم، عن یونس، عن الحسن)۔

تو یہ روایت ضعیف ہے؛ نعیم بن حماد خزاعی ضعیف ہیں، امام نسائی نے انہیں ضعیف کہا ہے، ابن معین نے کہا: لیس بشیء۔

ھشیم بن بشیر واسطی نے عنعنہ سے روایت کیا ہے اور سماع کی صراحت نہیں کی ہے۔

اور جہاں تک دوسری روایت کا تعلق ہے جسے امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ (۲۵۶) کے اندر ھشام بن حسان عن الحسن کے طریق سے مرسل روایت کیا ہے۔

تو اس کے اندر ھشام بن حسان دوسروں سے روایت کرنے میں گرچہ ثقہ ہیں مگر حسن بصری سے روایت کرنے میں ضعیف ہیں۔

اسماعیل بن علیہ نے کہا: حسن بصری سے مروی ھشام بن حسان کی روایت کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔

اور جہاں تک تیسری روایت کا تعلق ہے جسے اسحق بن راہویہ نے اپنی کتاب المسند (۱۸۹۹) کے اندر سہیل بن ابی الصلت عن الحسن کے طریق سے مرسل نقل کیا ہے۔

تو اس میں سہیل بن ابی الصلت صدوق ہیں انکی روایت منفرد ہے۔

یحی بن سعید القطان انکی روایت سے راضی نہیں ہیں۔

اور جہاں تک چوتھی روایت کا تعلق ہے جسے ابن ابی شیبہ نے المصنف (۳۲۱۷۸) کے اندر

حسین بن علی الجعفی عن ابی موسی عن الحسن کے طریق سے مرسل روایت کیا ہے۔

اسی طرح پانچویں روایت جسے امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ (۲۵۴) کے اندر عوف عن الحسن کے طریق سے مرسل روایت کیا ہے۔

اور اسی طرح چھٹی روایت جسے امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ (۲۵۵) کے اندر داود بن ابی ھند عن الحسن کے طریق سے مرسل روایت کیا ہے۔

تو میں ان ساری روایتوں کے بارے میں کہوں گا کہ یہ ساری مرسل روایتیں دسیوں متصل روایتوں کی مخالفت کرتی ہیں جن میں کچھ روایتیں معنعن ہیں تو کچھ میں حسن بصری اور ابو بکرہ کے درمیان سماع کی صراحت ہے۔میں یہاں پر ان میں سے صرف پانچ متصل روایتوں کا ذکر کروں گا جن میں سے تین معنعن ہیں اور دو روایتوں کے اندر حسن بصری اور ابو بکرہ کے درمیان سماع کی صراحت ہے:

۱۔حسین بن علی الجعفی کی متصل معنعن روایت:

امام بخاری نے اسے صحیح بخاری (۳۴۳۰) کے اندر محمد بن عبداللہ المسندی عن یحی بن آدم عن حسین بن علی الجعفی عن ابی موسی عن الحسن عن ابی بکرہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

مگر مالکی نے بڑی مکاری سے عجیب وغریب گمان اور تخمینہ کے ذریعے جسے آج تک کسی نے سوچا بھی نہ ہوگا، اس روایت کو بھی رد کر دیا ہے یہ کہہ کر امام بخاری کو وہم ہوگیا ہوگا!

یا امام بخاری کے شیخ عبداللہ بن محمد المسندی کو وہم ہوگیا ہوگا!

یا یہ کہ یحی بن آدم نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا ہوگا، کیونکہ یہ خالد بن عقبہ بن ابی معیط کی نسل سے ہیں۔

سبحان اللہ! ایسی تعلیل آج تک کسی نے نہیں کی ہوگی حتی کہ شیعوں نے بھی ایسی بات نہیں کہی ہوگی!

جبکہ یہ تمام اصحاب سنن اور صحاح کے رجال میں سے ہیں۔

اس طرح تو ہر کوئی بخاری کی ہر روایت کو رد کرسکتا ہے یہ کہہ کر کہ بخاری کو وہم ہوگیا ہوگا، اور اس طرح کے گھٹیا ظن وگمان کی بنیاد پر حدیثیں رد کرنے لگ جائیں تو پھر ہمارے پاس کوئی حدیث بچے گی ہی نہیں۔

۲- ایک متصل اور معنعن روایت جسے محدثین کی ایک بڑی جماعت نے الاشعث، عن الحسن، عن ابی بکرۃ کے طریق سے روایت کیا ہے جن میں ترمذی، ابوداود، نسائی، حاکم، طبرانی اور ابن عساکر وغیرہ شامل ہیں:

عن الاشعث هو ابن عبد الملك، عن الحسن، عن ابي بكرة، قال: صعد رسول الله صلى الله عليه وسلم المنبر فقال: " إن ابني هذا سيد يصلح الله على يديه فئتين عظيمتين ". قال: هذا حسن صحيح، قال: يعني الحسن بن علي.

ترجمہ: سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر فرمایا: "میرا یہ بیٹا سردار ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا"۔(سنن ترمذی: ۳۷۷۳)۔

(حدیث کا مفہوم: یعنی میرا یہ نواسہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کا سبب بنے گا، چنانچہ خلافت کے مسئلہ کو لے کر جب مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے، ایک گروہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے

ساتھ اور دوسرا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، تو حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر کے مسلمانوں کو قتل و خونریزی سے بچا کر اس امت پر بڑا احسان کیا اور یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ مترجم)۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

۳- متصل معنعن روایت جسے ابو داود طیالسی نے اپنی کتاب المسند (۸۷۴) کے اندر نقل کیا ہے اور اسی طرح طبرانی معجم کبیر (۲۵۹۱) کے اندر مبارک بن فضالہ عن الحسن عن ابی بکرہ کے طریق سے نقل کیا ہے۔

۴- چوتھی متصل سند جس کے اندر حسن بصری کا ابو بکرہ سے سماع کی صراحت آئی ہے: سفیان بن عیینہ عن ابی موسیٰ عن الحسن عن ابی بکرہ۔

صحیح بخاری میں اسکی دو جگہ صراحت آئی ہے؛

-علی بن المدینی نے ایک جگہ صراحت کی ہے: (۲۵۵۷)۔

-عبداللہ بن محمد المسندی نے ایک جگہ صراحت کی ہے: (۴۰۷۲)۔

۵- پانچویں متصل روایت جس کے اندر حسن بصری کا ابو بکرہ سے سماع کی صراحت آئی ہے۔

اسے ابن حبان نے اپنی صحیح (۶۹۶۴) کے اندر ابو نعیم نے الحلیہ (۲ / ۳۵) کے اندر، بزار نے اپنے مسند (۳۶۵۶) میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۱۳ / ۲۳۷) میں ابو الولید طیالسی حدثنا فضالہ عن الحسن عن ابی بکرہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المسند (۲۰۴۶۶) کے اندر ھاشم بن قاسم حدثنا فضالہ عن الحسن عن ابی بکرہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

* کیا سفیان بن عیینہ نے ان حفاظ محدثین کی مخالفت کی ہے جنہوں نے اس حدیث کو معنعن روایت کیا ہے؟

اس کا جواب درج ذیل دو وجوہات سے دیا گیا ہے:

۱- سفیان بن عیینہ ثقہ امام ہیں، یہ بہت بعید ہے کہ اس حدیث میں آپ سے وہم ہوا ہوگا، آپ سے اس حدیث کو کبار محدثین نے روایت کیا ہے جس میں حسن بصری اور ابو بکرہ کے درمیان سماع کی صراحت کی ہے۔

۲- وہ ساری معنعن روایتیں جو سفیان بن عیینہ کی روایت کے مخالف ہیں ان سب کو حسن مالکی نے ضعیف قرار دے دیا ہے۔

* کیا سفیان بن عیینہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے کہ آپ کو سندوں کے اندر وہم ہو جاتا تھا؟

سفیان بن عیینہ کو اختلاط ہوا تھا مگر اس اختلاط سے حدیث کو کوئی نقصان نہیں ہے۔

دراصل اختلاط کی دو قسمیں ہیں:

- ایک وہ اختلاط جو موثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے راوی کی حدیث رد کر دی جاتی ہے۔

- دوسرے وہ تھوڑا اختلاط جو موثر نہیں ہوتا جس کی وجہ سے راوی کی حدیث رد نہیں کی جاتی ہے۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۱۰ / ۸۴) میں کہا کہ ہر وہ تغیر اور اختلاط جو مرض الموت کے وقت پیش آئے وہ قادح نہیں ہے، کیونکہ اکثر ایسے وقت میں تغیر ہو جاتا ہے۔

اور سفیان بن عیینہ کو جو اختلاط ہوا تھا وہ اسی دوسری قسم کے قبیل سے تھا جسے صرف یحی بن سعید القطان نے ذکر کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ بخاری اور مسلم وغیرہ نے انکی روایتوں سے حجت پکڑا ہے۔

اور اگر یہ مان بھی لیں کہ انہیں مرض الموت سے قبل بھی اختلاط ہوا تھا تو بھی یہاں پر کتب ستہ کے محدثین نے اختلاط سے پہلے ہی روایت کیا ہے۔

اسی لئے امام ذہبی نے میزان الاعتدال (۲/ ۱۷۱) میں نقل کیا ہے کہ غالب گمان یہی ہے کہ ائمہ ستہ کے شیوخ نے سفیان بن عیینہ سے ۱۹۷ھ سے قبل ہی سنا ہے۔ یعنی اختلاط سے قبل۔

* کیا سفیان بن عیینہ کو اس حدیث کے اندر سماع اور عنعنہ کے درمیان مضطرب ہیں؟

اسکا جواب درج ذیل وجوہات سے دیا گیا ہے:

۱-سفیان بن عیینہ کو اختلاط ہوا تھا مگر بہت تھوڑا جو غیر موثر ہے۔

۲- جنہوں نے سفیان بن عیینہ سے متصل روایت کی ہے انکی تعداد بھی زیادہ ہے اور وہ حدیث کی باریکیوں کو بھی زیادہ جانتے ہیں ان لوگوں کے مقابلے میں جنہوں نے عنعنہ سے روایت کیا ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ مثبت کو نافی پر مقدم کیا جائے گا۔

اس سے واضح ہوا کہ مالکی کا یہ قول باطل ہے کہ اس حدیث کے اندر حسن بصری کا سماع ابو بکرہ سے ثابت نہیں ہے!

* چوتھا اعتراض:

روایت کے اندرادراج پایاجاتا ہے!

حسن مالکی نے کہا کہ ابو ہریرہ نے اس حدیث کو (إنه لَسيؤ) کے الفاظ سے روایت کیا ہے، اسی طرح ابوجحیفہ نے بھی روایت کیا ہے۔

اس لئے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگلا جملہ صلح والا ابو بکرہ کی طرف سے مدرج ہے، اور اس علت کی طرف اشارہ کسی نے نہیں کیا ہے!

اس کا جواب درج ذیل وجوہات سے دیا گیا ہے:

۱- متقدمین اور متاخرین میں سے کسی محدث نے یہ نہیں کہا ہے کہ یک کلام مدرج ہے، حسن مالکی کی طرف سے یہ نئی بات اور جھوٹ ہے تاکہ اس کا سہارا لیکر اس حدیث کو جھٹلایا جاسکے۔

۲- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس روایت کے اندر (إنه لَسيؤ) آیا ہے وہ روایت ضعیف ہے، اسے امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ (۲۵۰) کے اندر محمد بن صالح المدنی عن مسلم بن ابی مریم عن سعید المقبری عن ابی ھریرہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

محمد بن صالح المدنی کو ابن حبان نے الثقات اور الضعفاء دونوں میں ذکر کیا ہے!

اور کہا ہے کہ یہ منکر روایتیں روایت کرتے ہیں۔

ابوحاتم نے کہا: یہ شیخ تھے۔

ابن حجر نے التقریب (۵۹۶۴) میں مقبول کہا ہے۔

اور اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیں تو اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ حدیث کے اندر آخری جملہ (وإنی لأرجو أن یصلح اللہ بہ بین فئتین من المسلمین) مدرج ہے!



فصل

ان اباطیل وبکواسات کے بیان میں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بکے گئے ہیں:

اس فصل کے اندران اباطیل ،خرافات اور بہتان والزام کو بیان کروں گا جنہیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کہا گیا ہے،اور جنہیں دشمنان بنی امیہ جیسے متعصب رافضی اخباریوں اور کذاب لال بجھکڑوں نے بلا سند اور اصول کے داستان کے انداز میں بیان کیا ہے، ان میں سب سے زیادہ بھیانک کردار اہل بدعت اور روافض نے نبھایا ہے بطور خاص درج ذیل متعصب اخبار نویسوں نے:

۱-ابو مخنف لوط بن یحی ہے جوکہ کذاب متروک اخباری ہے۔

ابن عدی نے کہا کہ ابو حاتم نے اسے ترک کر دیا ہے۔

ابن معین نے کہا: یہ ثقہ نہیں ہے۔

دارقطنی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

عقیلی نے اسے الضعفاء الکبیر کے اندر نقل کیا ہے۔

۲-اسی طرح ایک بہت بڑا کذاب اور وضاع نصر بن مزاحم رافضی متروک بھی ہے جس نے صفین پر پورا داستان بنا کر لکھ دی ہے۔

۳-اسی طرح ایک اور داستان گو محمد بن سائب الکلبی ہے جو متروک ہے۔

۴-اسی طرح محمد بن عمر واقدی ہے یہ بھی متروک الحدیث ہے۔

امام بخاری نے کہا کہ یہ متروک ہے۔

۵-اسی طرح احمد بن یحیی بن جابر البلاذری ہے جس کی کتاب انساب الاشراف ہے، یہ گرچہ فی نفسہ صدوق ہے مگر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں بہت ساری جھوٹی روایتوں کو اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے۔

*کیا معاویہ رضی اللہ عنہ شراب کی تجارت کرتے تھے؟

اس شبہہ کا جواب درج ذیل ہے:

ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۲۶/ ۱۹۸) میں يحيى بن سليم عن عبد الله بن عثمان بن خثيم عن إسماعيل بن عبيد بن رفاعة عن أبيه أن عبادة بن الصامت کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے:

أن عبادة بن الصامت مرت عليه قطارة وهو بالشام تحمل الخمر، فقال: ما هذه؟ أزَيْتٌ؟. قيل: لا، بل خمر تباع لفلان. فأخذ شفرة من السوق فقام إليها فلم يَذَرْ فيها راوية إلا بَقَرَها، وأبو هريرة إذا ذاك بالشام. فأرسل فلان إلى أبي هريرة فقال: ألا تمسك عنَّا أخاك عبادة بن الصامت، أما بالغدوات فيغدو إلى السوق فيفسد على أهل الذمة متاجرهم، وأما بالعشي فيقعد بالمسجد ليس له عمل إلا شتم أعراضنا وعيبنا، فأمسك عنا أخاك.

فأقبل أبو هريرة يمشي حتى دخل على عبادة فقال: يا عبادة ما لك

ولمعاوية، ذَرْهُ وما حمل فإن الله يقول: {تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ} (البقرة:١٣٤).

قال: يا أبا هريرة لم تكن معنا إذا بايعنا رسول الله - صلى الله عليه وآله وسلم -. بايعناه على السمع والطاعة في النشاط والكسل، وعلى النفقة في العسر واليسر، وعلى الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وأن نقول في الله لا تأخذنا في الله لومة لائم، وعلى أن ننصره إذا قدم علينا يثرب فنمنعه مما نمنع منه أنفسنا وأزواجنا وأهلنا ولنا الجنة. ومن وَفّى وَفّى الله له الجنة مما بايع عليه رسول الله - صلى الله عليه وآله وسلم -. ومن نكث فإنما ينكث على نفسه.

فلم يكلمه أبو هريرة بشيء فكتب فلان إلى عثمان بالمدينة: إن عبادة بن الصامت قد أفسد عليَّ الشام وأهله فإما أن يكف عبادة وإما أن أخلي بينه وبين الشام. فكتب عثمان إلى فلان أن رحِّله إلى داره من المدينة. فبعث به فلان حتى قدم المدينة فدخل على عثمان الدار وليس فيها إلا رجل من السابقين بعينه ومن التابعين الذين أدركوا القوم متوافرين فلم يفْجَأْ عثمان به إلا وهو قاعد في جانب الدار فالتفت إليه فقال: ما لنا ولك يا عبادة. فقام عبادة قائمًا وانتصب لهم في الدار قال: إني سمعت رسول الله أبا القاسم يقول: سيلي أموركم بعدي رجال يعرفونكم ما تنكرون وينكرون عليكم ما تنكرون فلا طاعة لمن عصى فلا تعتلوا

بربكم، فوالذى نفس عبادة بيده إن فلانًا لمن أولئك.

مفهوم: ملک شام میں ایک قافلے کو دیکھا جس میں اونٹوں کی قطاریں موجود تھیں۔عبادة رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ جس پرلوگوں نے انہیں بتایا کہ یہ شراب ہے جسے فلاں نے فروخت کرنے کی غرض سے بھیجی ہے۔عبادۃ ایک چھری لے کرآئے اوراونٹوں پرلدی شراب کو چاک کردیاحتیٰ کہ تمام شراب بہ گئی۔

پھراسکے بعد عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اورابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ دکھایا گیا ہے، اورپھرعبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو مدینہ بھیج دیا جاتا ہے جہاں وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے شکایت کرتے ہیں مگرانکی کوئی نہیں سنی جاتی اورنہ ہی کچھ جواب ملتا ہے۔

***تبصرہ:**

یہ روایت صحیح نہیں ہے۔اسکی علت پیچھے گزرچکی ہے۔

اورجہاں تک متن کاتعلق ہےتواسے اگرصحیح بھی مان لیاجائےتواس روایت میں کوئی صراحت نہیں ہےکہ وہ شراب معاویہ رضی اللہ عنہ کی تھی بلکہ اس میں اہل ذمہ کاذکرآیاہے۔

اوراگرآپ کیلئے مان لیاجائےتو پھراس سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ پرالزام آئے گا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ شراب کی تجارت کرتے تھے اورآپ کومعلوم تھا مگرآپ اس پرانہیں کوئی سزانہیں دیتے تھے، بلکہ اس کے باوجود ملک شام کا گورنر بنائے ہوئے تھے،اورالٹا شکایت کرنے والے صحابی رسول عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کوسزادے رہے تھے کیونکہ انہوں نے اس پرنکیر کی تھی!!

*کیا معاویہ رضی اللہ عنہ سودی کاروبار کرتے تھے؟!

حسن مالکی اس سے مراد صحیح مسلم کی ایک روایت کو لیتا ہے جو اس طرح ہے:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، قَالَ: كُنْتُ بِالشَّامِ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ، فَجَاءَ أَبُو الْأَشْعَثِ ، قَالَ: قَالُوا: أَبُو الْأَشْعَثِ، أَبُو الْأَشْعَثِ، فَجَلَسَ فَقُلْتُ لَهُ: حَدِّثْ أَخَانَا حَدِيثَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: " نَعَمْ غَزَوْنَا غَزَاةً وَعَلَى النَّاسِ مُعَاوِيَةُ، فَغَنِمْنَا غَنَائِمَ كَثِيرَةً، فَكَانَ فِيمَا غَنِمْنَا آنِيَةٌ مِنْ فِضَّةٍ فَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا أَنْ يَبِيعَهَا فِي أَعْطِيَاتِ النَّاسِ، فَتَسَارَعَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ، فَبَلَغَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَقَامَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، عَيْنًا بِعَيْنٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ، فَقَدْ أَرْبَى فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوا، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ: أَلَا مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ قَدْ كُنَّا نَشْهَدُهُ وَنَصْحَبُهُ، فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُ، فَقَامَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَأَعَادَ الْقِصَّةَ، ثُمَّ قَالَ: لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ أَوَ قَالَ: وَإِنْ رَغِمَ مَا أُبَالِي أَنْ لَا أَصْحَبَهُ فِي جُنْدِهِ لَيْلَةً سَوْدَاءَ "، قَالَ حَمَّادٌ: هَذَا أَوْ نَحْوَهُ.

ترجمہ: ابو قلابہ سے روایت ہے، میں شام میں چند لوگوں کے بیچ میں بیٹھا تھا اتنے میں

ابوالاشعث آیا لوگوں نے کہا: ابوالاشعث، ابوالاشعث ۔ وہ بیٹھ گیا میں نے اس سے کہا: تم میرے بھائی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرو اس نے کہا: اچھا ہم نے ایک جہاد کیا اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سردار تھے تو بہت چیزیں لوٹ میں حاصل کیں ان میں ایک برتن بھی تھا چاندی کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اس کے بیچنے کا لوگوں کی تنخواہ پر اور لوگوں نے جلدی کی اس کے لینے میں ۔ یہ خبر سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو پہنچی وہ کھڑے ہوئے اور کہا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع کرتے تھے سونے کو سونے کے بدلے میں بیچنے سے اور چاندی کو چاندی کے بدلے اور گیہوں کو گیہوں کے بدلے اور جو کو جو کے بدلے اور کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے مگر برابر برابر نقدا نقد پھر جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو (ربا) ہوگیا۔" یہ سن کر لوگوں نے جو لیا تھا پھیر دیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی وہ خطبہ پڑھنے لگے کھڑے ہو کر، کیا حال ہے لوگوں کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کو ہم نے نہیں سنا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، پھر عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور قصہ بیان کیا بعد اس کے کہا: ہم تو وہ حدیث ضرور بیان کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا معلوم ہو یا یوں کہا: اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذلت ہو میں پرواہ نہیں کرتا اگر ان کے ساتھ نہ رہوں ان کے لشکر میں تاریک رات میں ۔ حماد نے کہا یا ایسا ہی کہا ۔ (صحیح مسلم: ۱۵۸۷) ۔

*تبصرہ:

اس کا جواب درج ذیل وجوہات سے دیا گیا ہے:

پہلا: اس کے اندر ربا الفضل کے جواز کی صورت بتائی گئی ہے، اور یہ کہ یہ صرف ادھار کی صورت میں حرام ہے، اور اس میں معاویہ رضی اللہ عنہ تنہا نہیں ہیں، بلکہ کئی صحابہ اسکے قائل ہیں، جن میں ابن عباس، ابن عمر، براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔

پھر آخر کیا وجہ ہے کہ حسن مالکی نے اس مسئلے میں دوسرے تمام صحابہ کرام کو چھوڑ کر صرف معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے؟!

چنانچہ صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيل بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: " سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: أَيَدًا بِيَدٍ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا بَأْسَ بِهِ، فَأَخْبَرْتُ أَبَا سَعِيدٍ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: أَيَدًا بِيَدٍ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا بَأْسَ بِهِ، قَالَ: أَوَ قَالَ ذَلِكَ: إِنَّا سَنَكْتُبُ إِلَيْهِ، فَلَا يُفْتِيكُمُوهُ، قَالَ: فَوَاللَّهِ لَقَدْ جَاءَ بَعْضُ فِتْيَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ، فَأَنْكَرَهُ، فَقَالَ: كَأَنَّ هَذَا لَيْسَ مِنْ تَمْرِ أَرْضِنَا، قَالَ: كَانَ فِي تَمْرِ أَرْضِنَا أَوْ فِي تَمْرِنَا الْعَامَ بَعْضُ الشَّيْءِ، فَأَخَذْتُ هَذَا وَزِدْتُ بَعْضَ الزِّيَادَةِ، فَقَالَ: أَضْعَفْتَ أَرْبَيْتَ لَا تَقْرَبَنَّ هَذَا إِذَا رَابَكَ مِنْ تَمْرِكَ شَيْءٌ، فَبِعْهُ ثُمَّ اشْتَرِ الَّذِي تُرِيدُ مِنَ التَّمْرِ ".

ترجمہ: ابونضرہ سے روایت ہے، میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا (صرف) کو یعنی سونے چاندی کی بیع کو چاندی سونے کے بدلے انہوں نے کہا: نقدا نقد؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا نقدا نقد میں کچھ قباحت نہیں ۔میں نے سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے سیدنا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا (صرف) کو انہوں نے کہا: نقدا نقد؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا: نقدا نقد میں کچھ قباحت نہیں، سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسا کہا۔ ہم ان کو لکھیں گے وہ تم کو ایسا فتویٰ نہیں دیں گے اور کہا اللہ کی قسم! بعض جوان آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور لے کر آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نیا سمجھا۔ اور فرمایا: ”یہ تو ہمارے ملک کی نہیں ہے۔“ انہوں نے کہا: اس سال میں ہمارے ملک کی کھجور میں کچھ نقصان تھا تو میں نے یہ کھجور لی اور اس کے بدلے میں زیادہ کھجوریں دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو نے زیادہ دیا تو سود دیا۔ اب اس کے پاس نہ جانا۔ جب تم کو اپنی کھجور میں نقصان معلوم ہو تو اس کو بیچ ڈالو پھر جو کھجور پسند کرو وہ خرید کرلو۔“ (صحیح مسلم: ۱۵۹۴)۔

اسی طرح صحیح مسلم ہی کے اندر وارد ہوا ہے کہ ابونضرہ سے روایت ہے، میں نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے پوچھا (صرف) کو۔ انہوں نے اس میں کوئی قباحت نہیں دیکھی (اگرچہ کمی بیشی ہو بشرطیکہ نقد ہو)۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: " سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، وَابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّرْفِ، فَلَمْ يَرَيَا بِهِ بَأْسًا، فَإِنِّي لَقَاعِدٌ عِنْدَ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: مَا زَادَ فَهُوَ رِبًا، فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ لِقَوْلِهِمَا، فَقَالَ: لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَهُ صَاحِبُ نَخْلِهِ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ طَيِّبٍ وَكَانَ تَمْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا اللَّوْنَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّى لَكَ هَذَا، قَالَ: انْطَلَقْتُ بِصَاعَيْنِ فَاشْتَرَيْتُ بِهِ هَذَا الصَّاعَ، فَإِنَّ سِعْرَ هَذَا فِي السُّوقِ كَذَا وَسِعْرَ هَذَا كَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: وَيْلَكَ أَرْبَيْتَ إِذَا أَرَدْتَ ذَلِكَ، فَبِعْ تَمْرَكَ بِسِلْعَةٍ ثُمَّ اشْتَرِ بِسِلْعَتِكَ أَيَّ تَمْرٍ شِئْتَ ". قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ أَحَقُّ أَنْ يَكُونَ رِبًا، أَمْ الْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، قَالَ: فَأَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ بَعْدُ، فَنَهَانِي وَلَمْ آتِ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَحَدَّثَنِي أَبُو الصَّهْبَاءِ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْهُ بِمَكَّةَ فَكَرِهَهُ.

ترجمہ: ابونضرہ سے روایت ہے، میں نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے پوچھا »صرف« کو۔انہوں نے اس میں کوئی قباحت نہیں دیکھی (اگرچہ کمی بیشی ہو بشرطیکہ نقد ہو) پھر میں بیٹھا تھا سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس ان سے میں نے پوچھا (صرف) کو۔انہوں نے کہا: جو زیادہ ہو وہ (ربا) ہے میں نے اس کا انکار کیا بوجہ سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم کے کہنے کے۔انہوں نے کہا: میں تجھ سے بیان نہیں کروں گا مگر جو سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کھجور والا ایک صاع عمدہ کھجور لے کر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھجور اسی قسم کی تھی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”یہ کھجور کہاں سے لایا۔“ وہ بولا: میں دو صاع کھجور لے کر گیا اور ان کے بدلے ایک صاع اس کا خریدا۔کیونکہ اس کا نرخ بازار میں ایسا ہے اور اس کا نرخ ایسا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خرابی ہو تیری سود دیا تو نے، جب تو ایسا کرنا چاہے تو اپنی کھجور کسی اور شے کے بدلے بیچ ڈال پھر اس شے کے بدلے جو کھجور تو چاہے خرید لے۔“ سیدنا ابوسعید نے کہا: تو کھجور جب بدلے کھجور کے دی جائے اس میں سود ہو تو چاندی جب چاندی کے بدلے دی جائے (کم یا زیادہ) تو اس میں سود ضرور ہوگا۔(اگرچہ نقدا نقد ہو)۔ابونضرہ نے کہا: پھر میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اس کے بعد تو انہوں نے بھی منع کیا اس سے (شاید ان کو سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث پہنچ گئی ہو) اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس میں نہیں گیا لیکن مجھ سے

ابوالصہباء نے حدیث بیان کی۔انہوں نے پوچھا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کو مکہ میں تو مکروہ کہا انہوں نے۔(صحیح مسلم: ۱۵۹۴)۔

ابن حجر نے فتح الباری (۴ / ۳۸۲) میں کہا کہ صرف کہتے ہیں کہ سونا دیکر چاندی لینا،اور اسکے برعکس بھی،اور اسکی دو شرطیں ہیں: ادھار نہ ہو اور اگر جنس ہونے کی صورت میں تفاضل نہ ہو۔ یہی جمہور اہل علم کا قول ہے۔مگر اس مسئلے میں ابن عمر نے اختلاف کیا ہے مگر آپ سے رجوع ثابت ہے، ای طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اختلاف کیا ہے لیکن آپ کا رجوع ثابت ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

لیکن امام نووی نے شرح صحیح مسلم (۱۱ / ۲۶) کے اندر کہا کہ ابن عمر اور ابن عباس نے بعد میں رجوع کر لیا تھا اور یہ رجوع اس وقت کیا جب دونوں کو ابوسعید خدری کی روایت پہونچی ہے جیسا کہ امام مسلم نے صراحت کے ساتھ دونوں کے رجوع کا ذکر کیا ہے۔

دوسرا:

دوسرے یہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی دیگر کئی صحابہ کرام نے ربا الفضل کو جائز کہا ہے یہ تاویل کرتے ہوئے کہ سود تو صرف ادھار میں ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۳۲ / ۲۳۸) میں کہا کہ یہ معلوم ہے کہ جنہوں نے متنازعہ فیہ نبیذ کو حلال سمجھا وہ سلف میں سے ہیں،اسی طرح جنہوں نے ربا الفضل (ایک ہی جنس کی چیز میں کمی بیشی کے ساتھ لین دین کرنا) کو جائز کہا ہے وہ بھی سلف میں سے ہیں اور ان لوگوں کے مقابلے ان کا مقام کہیں زیادہ بلند ہے،کیونکہ اسکے قائلین میں ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں جو تاویل کرتے تھے کہ ربا یعنی سود نقد احرام نہیں ہے بلکہ ادھار میں حرام ہے۔

تیسرا:

اسی طرح کچھ لوگوں نے اس بارے میں یہ بھی کہا ہے کہ جو لوگ ربا الفضل کے قائل تھے ان تک اسکی حرمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں پہونچی تھی۔ جیسا کہ صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: " الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ مِثْلًا بِمِثْلٍ مَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ، فَقَدْ أَرْبَى، فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ غَيْرَ هَذَا، فَقَالَ: لَقَدْ لَقِيتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ، فَقُلْتُ: أَرَأَيْتَ هَذَا الَّذِي تَقُولُ أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَقَالَ: لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ أَجِدْهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ، وَلَكِنْ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ ".

ترجمہ: ابوصالح سے روایت ہے، میں نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے دینار بدلے دینار کے اور درہم بدلے درہم کے برابر برابر بیچنا چاہیے جو زیادہ دے یا زیادہ لے تو سود ہے میں نے کہا: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اور کچھ کہتے ہیں انہوں نے کہا: میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملا اور میں نے کہا: تم جو یہ کہتے ہو تو کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یا قرآن میں پایا ہے؟ انہوں نے کہا: نہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، نہ قرآن مجید میں پایا بلکہ مجھ سے حدیث بیان کی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”«ربا ادھار میں ہے۔»“ (تو اس سے میں یہ سمجھا کہ اگر نقد کمی بیشی کے ساتھ بھی ہو تو ربا نہیں ہے۔) (صحیح

مسلم:۱۵۹۶)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کیا ہے:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: كُنْتُ بِالشَّامِ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ، فَجَاءَ أَبُو الْأَشْعَثِ، قَالَ: قَالُوا: أَبُو الْأَشْعَثِ، أَبُو الْأَشْعَثِ، فَجَلَسَ فَقُلْتُ لَهُ: حَدِّثْ أَخَانَا حَدِيثَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: " نَعَمْ غَزَوْنَا غَزَاةً وَعَلَى النَّاسِ مُعَاوِيَةُ، فَغَنِمْنَا غَنَائِمَ كَثِيرَةً، فَكَانَ فِيمَا غَنِمْنَا آنِيَةٌ مِنْ فِضَّةٍ فَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا أَنْ يَبِيعَهَا فِي أَعْطِيَاتِ النَّاسِ، فَتَسَارَعَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ، فَبَلَغَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَقَامَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، عَيْنًا بِعَيْنٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ، فَقَدْ أَرْبَى فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوا، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ: أَلَا مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ قَدْ كُنَّا نَشْهَدُهُ وَنَصْحَبُهُ، فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُ، فَقَامَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَأَعَادَ الْقِصَّةَ، ثُمَّ قَالَ: لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ أَوَ قَالَ: وَإِنْ رَغِمَ مَا أُبَالِي أَنْ لَا أَصْحَبَهُ فِي جُنْدِهِ لَيْلَةً سَوْدَاءَ ". قَالَ حَمَّادٌ: هَذَا أَوْ نَحْوَهُ.

ترجمہ: ابو قلابہ سے روایت ہے، میں شام میں چند لوگوں کے بیچ میں بیٹھا تھا اتنے میں

ابوالاشعث آیا لوگوں نے کہا: ابوالاشعث، ابوالاشعث ۔ وہ بیٹھ گیا میں نے اس سے کہا: تم میرے بھائی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرو اس نے کہا: اچھا ہم نے ایک جہاد کیا اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سردار تھے تو بہت چیزیں لوٹ میں حاصل کیں ان میں ایک برتن بھی تھا چاندی کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اس کے بیچنے کا لوگوں کی تنخواہ پر اور لوگوں نے جلدی کی اس کے لینے میں ۔ یہ خبر سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو پہنچی وہ کھڑے ہوئے اور کہا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع کرتے تھے سونے کو سونے کے بدلے میں بیچنے سے اور چاندی کو چاندی کے بدلے اور گیہوں کو گیہوں کے بدلے اور جو کو جو کے بدلے اور کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے مگر برابر برابر نقدا نقد پھر جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو (ربا) ہوگیا۔" یہ سن کر لوگوں نے جو لیا تھا پھیر دیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی وہ خطبہ پڑھنے لگے کھڑے ہو کر، کیا حال ہے لوگوں کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کو ہم نے نہیں سنا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، پھر عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور قصہ بیان کیا بعد اس کے کہا: ہم تو وہ حدیث ضرور بیان کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا معلوم ہو یا یوں کہا: اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذلت ہو میں پرواہ نہیں کرتا اگر ان کے ساتھ نہ رہوں ان کے لشکر میں تاریک رات میں ۔حماد نے کہا یا ایسا ہی کہا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۸۷)۔

آپ دیکھیں معاویہ رضی اللہ عنہ تعجب میں کہہ رہے ہیں کیا حال ہے لوگوں کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کو ہم نے نہیں سنا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔

اسی لئے امام نووی نے شرح صحیح مسلم (۱۱/ ۲۶) کے اندر کہا کہ یہ تمدن احادیث جنہیں امام مسلم نے نقل کیا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم تک تفاضل سے نہی والی حدیث نہیں پہونچی تھی سوائے ادھار والی کے، لیکن جب ان تک یہ حدیث پہونچ گئی تو رجوع کرلیا۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی جب یہ حدیث پہونچ گئی تو آپ نے بھی رجوع کرلیا۔

*کیا معاویہ رضی اللہ عنہ اہل ہند کو بت فروخت کرتے تھے؟

شاید مالکی اس الزام سے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جسے بلاذری نے انساب الاشراف (۵/ ۱۳۷) میں جریر عن اعمش عن ابی وائل کے طریق سے نقل کیا ہے:

عن مسروق - رحمه الله - قال: بعث معاوية - رضى الله عنه - بتماثيل من صفر تباع بأرض الهند فمر بها على مسروق - رحمه الله - قال: والله لو أني أعلم أنه يقتلني لغرقتها ولكني أخاف أن يعذبني فيفتنني والله لا أدري أي الرجلين معاوية رجل قد زين له سوء عمله أو رجل قد يئس من الآخرة فهو يتمتع في الدنيا وقيل: هذه تماثيل كانت أصيبت في الغنيمة فأمر معاوية - رضى الله عنه - ببيعها بأرض الهند ليتخذ بها الأسلحة والكراع للغزاة فيكون دليلا لأبي حنيفة - رحمه الله - في جواز بيع الصنم.

ترجمہ: مسروق (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ معاویہ نے تانبے کے بنے بت فروخت کرنے کے

مقصد سے ہندوستان بھجوائے اور انہوں (مسروق) نے وہاں پہنچا دیئے۔ مسروق کہتے ہیں کہ خدا کی قسم، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ معاویہ مجھے قتل کر دیں گے تو میں وہ تمام بت پانی میں ڈبو ڈالتا لیکن مجھے معلوم تھا کہ معاویہ مجھے اذیتیں دیتے ہوئے قتل کر دے گا۔ خدا کی قسم مجھے سمجھ نہیں آتا کہ معاویہ کس قسم کا آدمی ہے، آیا وہ ایسا انسان ہے کہ جسے تمام برائیاں اچھی نظر آتیں ہیں یا پھر وہ آخرت سے اتنا خوفزدہ ہے کہ وہ اس دنیا میں بھرپور لطف اٹھانا چاہتا ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ وہ بت مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئے تھے تو معاویہ نے انہیں ہندوستان میں فروخت کرنے کا حکم دیا تا کہ اس کی آمدنی سے ہتھیار اور اونٹ خریدے جا سکیں۔

*تبصرہ:

میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ یہ بہت ہی باطل اور جھوٹی روایت ہے!!

کیا یہ روایت صحیح حدیث کے مخالف نہیں ہے جس میں اللہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی تھی کہ اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا؟!

آخر اللہ انکے ذریعے لوگوں کو ہدایت کیسے دے گا جو کہ بے فروخت کر رہے ہیں جیسا کہ جھوٹوں کا دعوی ہے؟!

اسی لئے تمدن محدثین کرام نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔

دوسرے یہ کہ روایت کے اندر اعمش نے سماع کی صراحت نہیں کی ہے، جس سے تدلیس کا شبہ ہے اور اس طرح یہ روایت منکر ہے۔ جیسا کہ علامہ معلمی نے التنکیل (۱/۵۱) کے اندر اس جانب اشارہ کیا ہے۔

اور مزید یہ کہ سند کے اندر اگر کوئی علت نہ بھی پائی جائے بلکہ متن کے اندر نکارت ہو تو کبار محدثین کرام متن کے اسی نکارت کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ روایت جھوٹی ہے جیسے کہ درج ذیل یہ روایت ہے:

امام خلال نے المنتخب من العلل (۲۲۷) کے اندر کہا کہ مہنا کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ اعمش نے روایت کیا ہے کہ ابووائل نے کہا کہ معاویہ بتوں سے کھیلتے تھے، تو آپ نے کہا: یہ کوفہ والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیسی گھٹیا بات کرتے ہیں۔ آپ نے اس روایت پر نکیر کی اور اسے صحیح نہیں مانا، اور کہا کہ اسے کسی شیعہ نے کہا ہوگا۔

اب آپ خود سوچیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ایسی بات اس شخص کے تعلق سے کہہ رہے ہیں جو معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگاتا ہے کہ وہ بتوں سے کھیلتے تھے۔

آخر اس شخص کے تعلق سے سمدم احمد کیا فرماتے جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بت فروشی کا الزام لگاتا ہے؟!

* کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے جھوٹی قسم کھائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جھٹلا دیا؟

حسن مالکی نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہی دعوی کیا ہے اور اسے اپنی بدنام زمانہ کتاب الصحبۃ والصحابۃ (۱۹۹) کے اندر نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: دراصل اس نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جسے امام رویانی نے اپنے مسند (۱/ ۲۹۰) میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۲۰۴) میں سلمة بن الفضل عن

محمد بن إسحاق عن عاصم بن عمر بن قتادة عن محمد بن كعب کے طریق سے روایت کیا ہے:

عن محمد بن كعب قال: إنا جلوس مع البراء في مسجد الكوفة إذ دخل قاص فجلس فقص ثم دعا للخاصة والعامة ثم دعا للخليفة، ومعاوية بن أبي سفيان يومئذ خليفة. فقلنا للبراء: يا أبا إبراهيم ، دخل هذا فدعا للخاصة والعامة ثم دعا لمعاوية فلم يسمعك قلت شيئًا؟ فقال: إنا شهدنا وغبتم وعلمنا وجهلتم إنا بينا نحن مع رسول الله - صلى الله عليه وآله وسلم - بحنين إذ أقبلت امرأة حتى وقفت على رسول الله - صلى الله عليه وآله وسلم - فقالت: إن أبا سفيان وابنه معاوية أخذا بعيرًا لي فغيباه عليَّ. فبعث رسول الله - صلى الله عليه وآله وسلم - رجلًا إلى أبي سفيان بن حرب ومعاوية: أن رُدَّا على المرأة بعيرها. فأرسلا: إنا والله ما أخذناه، وما ندري أين هو. فعاد إليهما الرسول فقالا: والله ما أخذناه وما ندري أين هو.

فغضب رسول الله - صلى الله عليه وآله وسلم - حتى رأينا لوجهه ظلالًا ، ثم قال: انطلق إليهما، فقل لهما: بلى والله إنكما لصاحباه، فأَدِّيَا إلى المرأة بعيرها. فجاء الرسول إليهما وقد أناخا البعير وعقلاه. فقالا: إنا والله ما أخذناه، ولكن طلبناه حتى أصبناه، فقال لهما رسول الله - صلى الله عليه وآله وسلم -: اذهبا.

ترجمہ: محمد بن کعب کہتے ہیں کہ ہم براء کے ساتھ کوفہ کی مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک قصہ گو نے آ کر

وعظ و نصیحت کی اور عام و خاص سب کیلئے دعا کی اور خلیفہ کیلئے بھی دعا کی، اس وقت خلیفہ معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

ہم براء سے کہا: ابو ابراہیم! اس قصہ گو نے سب کیلئے دعا کی اور معاویہ کیلئے بھی دعا کی مگر آپ نے اس پر کچھ نہیں کہا؟ یہ سن کر کہنے لگے کہ ہم غزوہ حنین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک عورت نے آ کر شکایت کی اور کہا کہ ابوسفیان اور اسکے بیٹے نے میرا اونٹ لے کر اسے غائب کر دیا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور معاویہ کے پاس آدمی بھیجا کہ اسکا اونٹ واپس کر دو، مگر دونوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے نہیں لیا ہے اور نہ ہی ہم اسے جانتے ہیں!

یہ خبر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ غصبناک ہوئے اور اس آدمی کو دوبارہ بھیجا یہ کہلوا کر کہ تمہی دونوں نے اونٹ کو لیا ہے اسے اس عورت کے حوالے کر دو۔

چنانچہ جب وہ آدمی ان دونوں کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ اونٹ وہیں بیٹھا ہے جسے ان دونوں نے باندھ رکھا ہے!

اس آدمی کو دیکھ کر دونوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے اسے چرایا نہیں ہے بلکہ ہم نے تلاش کیا ہے! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں جہاں سے نکل جاؤ۔

*تبصرہ:

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں سلمہ بن فضل ابرش نامی راوی ضعیف ہے جس پر تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

یہ منکر اور غریب روایتیں روایت کرتا ہے۔
اسی طرح محمد بن اسحق نے معنعن روایت کیا ہے اور سماع کی صراحت نہیں کی ہے۔
اور خود ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۲۰۵) کے اندر اس حدیث کی نکارت کی طرف اشارہ کیا ہے۔
ابن عساکر کہتے ہیں کہ محمد بن اسحق اور سلمہ بن فضل ابرش دونوں کے یہاں تشیع پایا جاتا ہے۔

*کیا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی تکفیر کی ہے؟!

یہ بھی حسن مالکی کے دیگر اباطیل میں سے ایک بھیانک باطل اور بہتان ہے۔
میں کہتا ہوں:
دراصل اس نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۶۲ / ۲۱۷) میں أَبُو بكر بْن أَبِي خيثمة: حَدَّثَنَا هوذة بْن خليفة، قال: حَدَّثَنَا عوف، عَن أبي عثمان النهدي کے طریق سے روایت کیا ہے:

عَن أبي عثمان النهدي، قال: كنت خليلا لأَبِي بَكْرَةَ، فَقَالَ لي يوما: أيرى الناس أني إنما عتبت عَلَى هؤلاء فِي الدنيا، وقد استعملوا عُبَيد الله، يعني ابنه - عَلَى فارس واستعملوا روادا، يعني ابنه - عَلَى دار الرزق، واستعملوا عبد الرحمن، يعني ابنه - عَلَى الديوان وبيت المال، أفليس فِي هؤلاء دنيا؟ كلا والله إنما عتبت عليهم لأنهم كفروا صراحية أو صراحا.

ترجمہ: ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ میں ابو بکرہ کا ساتھی تھا، ایک دن آپ نے مجھ سے کہا: کیا یہ

لوگ سمجھتے ہیں کہ میں نے انکی ملامت دنیا پرستی پر کی ہے، انہوں نے عبید اللہ بن زیاد کو فارس کا گورنر بنا دیا ہے اور اسکے بیٹے کو وزیر مالیات بنا رکھا ہے، اور اسکے بیٹے عبد الرحمن کو دیوان اور بیت المال کا ذمہ دار بنا دیا ہے، کیا ان لوگوں کے اندر دنیاداری نہیں پائی جاتی؟ اللہ کی قسم! میں نے انکی ملامت اسلئے کی ہے کیونکہ یہ صریح کفر میں مبتلا ہیں۔

***تبصرہ:**

ویسے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

لیکن اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو اسکا جواب درج ذیل وجوہات سے دیا گیا ہے:

اس میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کہی ہے، بلکہ آپ نے یہ بات زیاد کے حق میں کہی ہے نہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں جیسا کہ ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۶۲ / ۲۱۷) میں نقل کیا ہے۔

مگر اس کی سند میں ھشام بن حسان ازدی نامی راوی ہے جسکی روایت حسن بصری سے مرسل ہے۔

اسماعیل بن علیہ کہتے ہیں کہ حسن بصری سے ھشام بن حسان ازدی کی روایت کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔

جریر بن حازم نے کہا کہ میں حسن بصری کے پاس سات سال تک تھا مگر ھشام کو آپ کے پاس کبھی نہیں دیکھا۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات معاویہ رضی اللہ عنہ کے

تعلق سے کہی ہے تو سوال یہ ہیکہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے فتنے سے علیحدگی اختیار کیوں کی اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال کیوں نہیں کیا جبکہ وہ جانتے تھے کہ معاویہ کافر ہیں؟!

حالانکہ صحیح بخاری میں اسکے بالکل برعکس ایک روایت وارد ہوئی ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَيُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قُلْتُ: أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ، قَالَ: ارْجِعْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا، فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ".

ترجمہ: ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن مبارک نے، کہا ہم سے بیان کیا حماد بن زید نے، کہا ہم سے بیان کیا ایوب اور یونس نے، انہوں نے حسن سے، انہوں نے احنف بن قیس سے، کہا کہ میں اس شخص (علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے کو چلا۔ راستے میں مجھ کو ابوبکرہ ملے۔ پوچھا کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا، اس شخص (علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے کو جاتا ہوں۔ ابوبکرہ نے کہا اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قاتل تو خیر (ضرور دوزخی ہونا چاہیے) مقتول کیوں؟ فرمایا "وہ بھی اپنے ساتھی کو مار ڈالنے کی حرص رکھتا تھا۔" (موقع پاتا تو وہ اسے ضرور قتل کر دیتا دل کے عزم صمیم پر وہ دوزخی ہوا)۔ (صحیح

بخاری: ۳۰)۔

* کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ ایک طرف ابو بکرہ رضی اللہ عنہ (ان ابنی ھذا سید) والی حدیث روایت کریں جس میں معاویہ اور حسن رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کرانے کی طرف اشارہ ہے اور دوسری طرف آپ معاویہ کی تکفیر کریں گے؟!

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۴ / ۴۶۶) میں کہا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح اور ترک قتال پر حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں گروپوں کے درمیان صلح کرانا اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب عمل ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ قتال کرنے کا حکم نہیں تھا، اور اگر معاویہ کافر ہوتے تو حسن رضی اللہ عنہ انہیں خلافت سونپ کر مسلمانوں کا حاکم نہ مان لیتے اور نہ ہی یہ اللہ اور اسکے رسول کو پسند ہے۔

حقیقت یہ ہیکہ یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی بھی اسی طرح مومن تھے جس طرح حسن رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مومن تھے، اور حسن رضی اللہ عنہ نے جو کارنامہ انجام دیا وہ اللہ اور اسکے رسول کے نزدیک ایک محبوب عمل تھا۔

* کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے صفین کے موقع پر ۲۵ / صحابہ کو قتل کیا؟

حقیقت یہ ہیکہ جنگ صفین میں بہت ہی کم صحابہ نے شرکت کی تھی، بلکہ کہا جاتا ہے کہ صرف ایک بدری صحابی نے شرکت کی تھی۔

امام احمد نے العلل فی معرفۃ الرجال (۱ / ۲۸۷) کے اندر اقف ابن عدی نے الکامل فی

الضعفاء (۲۳۹) کے اندر اور امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۶۵) کے اندر اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۶/ ۱۱۳) میں امیہ بن خالد عن شعبہ عن الحکم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ صفین میں اہل بدر سے ستر صحابہ شریک ہوئے۔ اللہ کی قسم! اس نے جھوٹ کہا ہے، ہم لوگوں نے اس مسئلے پر گفتگو کی ہے پتہ چلا کہ صفین میں خزیمہ بن ثابت کے سوا کوئی شریک نہیں تھا۔ اسکی سند جید ہے۔

شعبہ نے کہا کہ ابو الہیثم بن تیہان نے صفین میں شرکت نہیں کی ہے۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۷/ ۲۲۱) میں کہا کہ میں کہتا ہوں کہ صفین میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شریک نہیں ہوا۔

امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۶۶) کے اندر اسماعیل بن علیہ عن ایوب عن محمد بن سیرین کے طریق سے نقل کیا ہے کہ محمد بن سیرین نے کہا کہ جس وقت فتنہ کھڑا ہوا اس وقت دس ہزار صحابہ موجود تھے، ان میں سو لوگ بھی فتنے میں شریک نہیں ہوئے بلکہ تیس بھی نہیں ہوئے ہوں گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ (۶/ ۲۳۶) کے اندر کہا کہ یہ سب سے صحیح سند ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جو یہ کہتا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابہ میں سے ۲۴۰/ صحابہ صرف بدری تھے تو یہ مردود ہے کئی وجہوں سے:

۱- پہلی بات یہ کہ یہ معلوم ہی نہیں کہ یہ بات کا نے کہی ہے، اور امام حاکم نے المستدرک میں اسکی نسبت ابن سیرین کی طرف کی ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے۔

۲- دوسرے یہ کہ یہ قول انہیں کے روایت کردہ صفیں کے تعلق سے دوسرے صحیح آثار کے یہ

خلاف ہے جن سے ہم واضح ہوتا ہے کہ صفین میں بہت کم صحابہ نے شرکت کی تھی۔

چنانچہ صفین میں اہل بدر کی بہت ہی کم تعداد نے شرکت کی تھی، جیسا کہ معمر نے اپنی جامع (۲۰۷۳۹) میں یحی بن سعید عن ابن سیرین کی طریق سے روایت کیا ہے کہ جب پہلا فتنہ برپا ہوا تو اس وقت کوئی بدری صحابی نہیں تھا، پھر جب دوسرا فتنہ برپا ہوا تو اس وقت کوئی بھی اصحاب حدیبیہ میں سے نہیں تھا، اسکی سند صحیح ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری (۳۸۰۰) کے اندر معلق روایت کیا ہے کہ یحی بن سعید القطان پہلے فتنے کو شہادت عثمان اور دوسرے کو واقعہ حرہ سے تفسیر کی ہے۔

ابن حجر نے فتح الباری (۷ / ۳۲۵) میں کہا کہ یعنی وہ لوگ ان فتنوں سے قبل ہی وفات پا چکے تھے۔

جبکہ ابن شبہ نے اخبار المدینہ (۲۲۸۳) میں نقل کیا ہے کہ ابن سیرین نے کہا جس وقت فتنہ کھڑا ہوا اس وقت مدینہ میں دس ہزار صحابہ موجود تھے، ان میں سو لوگ بھی فتنے میں شریک نہیں ہوئے بلکہ تیس بھی نہیں ہوئے ہوں گے۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ جنگ جمل میں بھی بہت ہی کم صحابہ نے شرکت کی تھی، ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱ / ۴۷۴) کے اندر نقل کیا ہے کہ دونوں اطراف میں صحابہ کی تعداد بہت کم تھی۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف (۷ / ۵۳۸) کے اندر نقل کیا ہے کہ امام شعبی نے کہا جنگ جمل کے اندر انصار و مہاجرین صحابہ میں سے صرف علی، عمار اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم شریک ہوئے تھے، اگر کوئی پانچویں کا نام لے تو میں جھوٹا ہوں، اسکی سند صحیح ہے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱ / ۴۷۴) کے اندر کہا کہ میں کہتا ہوں کہ جنگ جمل میں

عائشہ، ابن زبیر، حسن وحسین، محمد بن ابی بکر اور سہل بن حنیف بھی شریک تھے۔

اسی طرح ابن کثیر نے اختصار علوم الحدیث (۲/ ۵۰۰) کے اندر کہا کہ یک بات کہی جاتی ہے دونوں اطراف سے صحابہ کرام میں سے سو لوگ بھی شریک نہیں ہوئے تھے اور امام احمد سے مروی ہے کہ انکی تعداد تیس سے بھی کم تھی۔

*کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلایا تھا؟

یہ بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف دیگر اباطیل اور الزامات میں سے ایک ہے۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۱۳/ ۲۸۴) کے اندر محمد بن سلام جمحی کے واسطے روایت کیا ہے:

ابن جعدة کہتے ہیں:

(كانت جعدة بنت الأشعب بن قيس تحت الحسن بن علي، فدسّ إليها يزيد أن سمي حسنا، إنّي مزوّجك، ففعلت، فلمّا مات الحسن بعثت إليه الجعدة، تسأل يزيد الوفاء بما وعدها، فقال: إنّا والله لم نرضك للحسن، فنرضاك لأنفسنا.) ترجمہ: جعدہ بنت الاشعث بن قیس سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔ یزید نے اسے بہلایا کہ تُو حسن کو زہر دے دے تو میں تجھ سے نکاح کرلوں گا۔اس نے ایسا کردیا۔جب حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے تو جعدہ نے یزید سے اپنے وعدے کو وفا کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے تجھے حسن کے لیے پسند نہیں کیا تھا، اپنے لیے کیسے کریں۔" (تاریخ ابن عساکر: ۲۸۴/ ۱۳)۔

ابن الجوزی نے المنتظم (۵/ ۲۲۶) میں اور ابن الاثیر نے (الکامل: ۳/ ۳۱۵) کے اندر نقل

کیا ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے ہی آپ کو زہر دیا تھا۔

* سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے اس الزام کا جواب درج ذیل ہے:

پہلا:

یہ روایت جھوٹی ہے، اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو اس میں یزید کا ذکر ہے نہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا!

دوسرا:

حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کو لیکر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی لڑائی نہیں کی، بلکہ وہ تو خود خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے، پھر آخر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو زہر کیوں دیں گے جبکہ آپ کو حسن رضی اللہ عنہ سے کوئی خوف اور خطرہ نہیں تھا؟!

ابن العربی المالکی نے العواصم من القواصم (۲۱۴) کے اندر کہا:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا تو ہم کہیں گے کہ یہ دو وجہوں سے محال ہے:

ان میں ایک یہ ہیکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو حسن رضی اللہ عنہ سے کسی خطرے کا خوف نہیں تھا کیونکہ آپ نے تو خود خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے، پھر آپ کو حسن رضی اللہ عنہ سے چھٹکارا پانے کی کیا ضرورت باقی رہ گئی تھی؟!

تیسرا:

یہ خبر جھوٹی ہے، تمام اہل علم کا اس کے جھوٹ ہونے پر اتفاق ہے۔

- ابن العربی المالکی نے العواصم من القواصم (۲۱۴) کے اندر حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کے تعلق سے کہا کہ یہ ایسا امر ہے جسے صرف اللہ جانتا ہے، آخر بغیر دلیل اور ثبوت کے ہم کسی پر یہ الزام کیوں لگائیں، بطور خاص ایسے لوگوں کی جھوٹی بیانات پر بھروسہ کر کے جو فتنہ پرور اور ہوا پرست ہیں، اسلئے ایسی صورت میں صرف وہی خبر اور گواہی مانی جائے گی جو معتبر اور صحیح سند سے ثابت ہو۔ (اور اس تعلق سے کوئی صحیح روایت نہیں ہے جس سے کسی کے نام کا پتہ چل سکے)۔

- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ (۴ / ۴۶۹) کے اندر ابن مطہر حلی پر رد کرتے ہوئے کہا کہ جہاں تک اسکا یہ کہنا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا تو بالکل اس طرح کی تاریخی روایتیں ملتی ہیں جنہیں بعض لوگوں نے نقل کیا ہے، مگر اس پر کوئی شرعی گواہ یا کسی کی طرف سے کوئی معتبر اقرار نہیں پایا جاتا ہے، اور نہ ہی اس تعلق سے کوئی صحیح روایت موجود ہے، اور اسکے علاوہ جانکاری کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے، اسلئے کسی پر اس طرح کا الزام لگانا بلا علم بات ہوگی، اور ایسے معاملے میں بالاتفاق کوئی شرعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

امام ذہبی نے تاریخ اسلام کے اندر کہا ہے: میں کہتا ہوں: یہ ثابت نہیں ہے پھر آخر کون ہے جو اس خبر سے مطلع ہوا؟

- ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱ / ۲۰۸) کے اندر کہا کہ یہ مروی ہے کہ یزید بن معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کے پاس پیغام بھیجا کہ حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلا دو، میں تم سے شادی کرلوں گا، تو اس نے ایسا ہی کیا، پھر جب حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو جعدہ نے یزید سے اپنے وعدے کو وفا کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے تجھے حسن کے لیے پسند نہیں کیا تھا، اپنے لیے کیسے کریں۔
ابن کثیر آگے کہتے ہیں کہ یہ خبر میرے نزدیک صحیح نہیں ہے، اور جب یہ خبر یزید کے تعلق سے صحیح

نہیں ہے تو اسکے والد معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے بدرجہ اولی صحیح نہیں ہوگی۔

*کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمن بن خالد بن ولید کو قتل کیا ہے؟

اس بہتان اور الزام کے جواب میں کہوں گا:

طبری نے اپنی تاریخ (۳/ ۲۰۲) کے اندر عمر بن شبه عن علی بن محمد المدائنی عن مسلمة بن محارب کے طریق سے روایت کیا ہے:

أن عبد الرحمن بن خالد بن الوليد كان قد عظم شأنه بالشام، ومال إليه أهلها، لما كان عندهم من آثار أبيه خالد بن الوليد، ولغنائه عن المسلمين في أرض الروم وبأسه، حتى خافه معاوية وخشي على نفسه منه، لميل الناس إليه، فأمر ابن أثال أن يحتال في قتله، وضمن له إن هو فعل ذلك أن يضع عنه خراجه ما عاش، وأن يوليه جباية خراج حمص.

فلما قدم عبد الرحمن بن خالد حمص منصرفًا من بلاد الروم دس إليه ابن أثال شربة مسمومة مع بعض مماليكه، فشربها فمات بحمص، فوفى له معاوية ما ضمن له، وولاه خراج حمص، ووضع عنه خراجه۔

ترجمہ: عبد الرحمن بن خالد بن ولید کا معاملہ ملک شام میں بہت بڑھ گیا تھا، اہل شام ان کی طرف مائل ہوئے لگے تھے، کیوں کہ انکے پاس انکے والد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے آثار تھے، مزید وہ رومی لڑائیوں میں عمدہ کردار کی وجہ سے مسلمانوں کے اندر اچھی شہرت رکھتے تھے، چنانچہ معاویہ ان سے خطرہ محسوس کرنے لگے اور ان سے ڈرنے لگے، اسی لئے انہوں نے ابن اثال کو انکے قتل کی

سازش کرنے کا حکم دیا، اور یہ ضمانت بھی دیدی کہ اگروہ اس سازش میں کامیاب ہو گئے تو زندگی بھر ان کا ٹیکس معاف ہو جائے گا اور حمص کا انہیں تحصیلدار بھی بنا دیا جائے گا، چنانچہ عبدالرحمن بن خالد بن ولید جب سرزمین روم سے حمص واپس آئے تو ابن اثال نے آپ کو زہر پلا دیا اور اسی کی وجہ سے آپ وفات پا گئے۔ سو معاویہ نے ابن اثال سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا با یں طور کہ انہیں حمص کا تحصیلدار بنا دیا اور ان کا ٹیکس معاف کر دیا۔

تبصرہ:

یہ خبر صحیح نہیں ہے۔

اس میں مسلمہ بن محارب زیادی نامی راوی مجہول ہے۔

دوسرے یہ کہ مسلمہ بن محارب از واقعے کے وقت موجود نہیں تھا، اور یہاں معاویہ رضی اللہ عنہ سے واسطے سے روایت کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اصل خبر میں واضح انقطاع ہے۔

اسی طرح علی بن محمد ابو سیف مدائنی انباری بھی متکلم فیہ ہے۔

اسی لئے طبری نے اس واقعے کو صیغہ تمریض (فیما قیل) کے ساتھ روایت کیا ہے! ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱ / ۱۷۴) کے اندر کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زہر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے پلایا گیا تھا تو یہ صحیح نہیں ہے۔

اسی واقعے کو بلاذری نے اپنی کتاب انساب الاشراف (۵ / ۱۱۸) میں محمد بن سعد عن الواقدی کے طریق سے روایت کیا ہے:

عن الواقدی قال: توفی خالد بن الولید بن المغیرۃ بحمص سنۃ عشرین،

وأوصى إلى عمر بن الخطاب، وكان عبدالرحمن بن خالد يلي الصوائف فيبلي ويحسن أثره، فعظم أمره بالشام، فدس إليه معاوية متطببًا يُقال له ابن أثال ليقتله وجعل له خراج حمص فسقاه شربة فمات فاعترض خالد بن المهاجر بن خالد. ويقال خالد بن عبدالرحمن بن خالد. ابنَ أثال فضربه بالسيف فقتله، فرفع أمره إلى معاوية، فحبسه أيامًا وأغرمه دِيَتَهُ ولم يُقِدْه به۔

ترجمہ: واقدی سے روایت ہیکہ ۲۰ھ میں حمص کے اندر خالد بن ولید بن المغیرہ کی وفات ہوگئی، آپ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی، اس وقت عبدالرحمن بن خالد بن ولید گرمائی فوج کی سرکردگی کر رہے تھے اور اچھا کارنامہ انجام دے رہے تھے، اہل شام کے یہاں آپ کی بڑی مقبولیت تھی، اسی لئے معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن اثال نامی طبیب کے ذریعے آپ کو زہر دے دیا، اس پر خالد بن عبدالرحمن نے احتجاج کیا تو ابن اثال نے انہیں کوڑے سے اس قدر مارا کہ وہ بھی فوت ہوگئے، یہ معاملہ معاویہ تک پہونچا تو ابن اثال کو کچھ ایام کیلئے قید کر دیا گیا پھر دیت دیکر بلا قصاص رہا کر دیا گیا۔

***تبصرہ:**

یہ خبر بھی جھوتی ہے کیونکہ اس خبر کا راوی واقدی متروک الحدیث ہے اس پر تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

*کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی کو قتل کیا ہے؟

میں کہتا ہوں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس تعلق سے اپنا عذر بیان کر دیا ہے، جیسا کہ ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۱۲/ ۲۳۰) کے اندر نقل کیا ہے:

عن ابن أبي مليكه: إن معاوية جاء يستأذن على عائشة، فأبت أن تأذن له، فخرج غلام لها يقال له: ذكوان، قال: ويحك أدخلني على عائشة فإنها قد غضبت عليَّ، فلم يزل بها غلامها حتى أذنت له، وكان أطوع مني عندها، فلما دخل عليها قال: أمّتاه فيما وجَدْتِ عليَّ يرحمكِ الله؟. قالت: ...وجدت عليك في شأن حِجْر وأصحابه أنك قتلتهم. فقال لها: ... وأما حِجْر وأصحابه فإني تخوفت أمرًا، وخشيت فتنة تكون، تهراق فيها الدماء، تستحل فيها المحارم، وأنت تخافيني، دعيني والله يفعل ما يشاء. قالت: تركتك والله، تركتك والله، تركتك والله.

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اجازت لینے کے لیے آئے تو انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ ذکوان نامی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام باہر آیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مجھ سے ناراض ہیں مجھے ان کے پاس پہنچا۔ ذکوان نے اس کے لیے ان سے اصرار کیا تو انہوں نے اس کی اجازت دے دی۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے: امی جان! اللہ تم پر رحم فرمائے، آپ مجھ سے ناراض کیوں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اس لیے کہ تم نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروا ڈالا۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:...... جہاں تک حجر اور ان

کے ساتھیوں کا تعلق ہے تو مجھے ایک ایسے فتنہ کا خوف دامن گیر ہوا جس میں خون بہائے جاتے اور حرمتیں پامال کی جاتیں۔آپ اس بات کو جانے دیں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: واللہ! میں نے تجھے چھوڑا۔واللہ! میں نے تجھے چھوڑا، واللہ! میں نے تجھے چھوڑا۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

(لما قدم معاوية دخل على عائشة، فقالت: أقتلت حجرًا؟.قال: يا أم المؤمنين، إني وجدت قتل رجلٍ في صلاح الناس، خيرًا من استحيائه في فسادهم)۔ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے حجر کو قتل کر دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ام المومنین! میں نے لوگوں کی بہتری کے لیے ایک آدمی کے قتل کو ان میں فساد برپا کرنے کے لیے باقی چھوڑنے سے بہتر سمجھا۔

ابن العربی المالکی نے العواصم من القواصم (۲۱۱) کے اندر کہا کہ اگر یہ کہا جائے کہ حجر بن عدی صحابی تھے، جنہیں باندھ کر قتل کر دیا گیا، تو ہم کہیں گے کہ حجر کو قتل کیا گیا ہے یہ ہم بھی جانتے ہیں لیکن کیا وہ صحابی تھے یا نہیں تھے اسی طرح کیا انہیں ظلماً قتل کیا گیا یا حق کی بنیاد پر اس میں اختلاف ہے۔

اگر کہا جائے کہ ظلماً قتل کیا گیا تو ہم کہیں گے کہ اسکے لئے دلیل چاہیئے۔

مگر دوسری طرف یہ معروف ہے کہ حجر زیاد پر کنکری پھینکتا تھا اور اسے گورنر نہیں مانتا تھا، بلکہ وہ فتنہ چاہتا تھا، اسی لئے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے فساد فی الارض میں شمار کیا۔اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کے دوران آپ نے یہی کہا تھا۔

*کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مالک بن حارث اشتر نخعی کو قتل کیا تھا؟

یہ بھی حسن مالکی کے دیگر الزامات اور اباطیل کی طرح ہے۔

طبقات ابن سعد (۶ / ۲۱۳) کے اندر وارد ہوا ہے: (وكان الأشتر من أصحاب علي بن أبي طالب وشهد معه الجمل وصفين ومشاهده كلها وولاه علي - رضي الله عنه - مصر فخرج إليها فلما كان بالعريش شرب شربة عسل فمات) ترجمہ: اشتر نخعی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھا، جمل وصفین اور دیگر لڑائیوں میں شریک تھا، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسے مصر کا گورنر بنایا تھا، جب وہ مصر جانے لگا تو جیسے ہی مصر کے قریب عریش نامی جگہ پر پہونچا تو وہاں زہر پی لی جو شہد میں ملا تھا اور وہیں پر فوت ہو گیا۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۴ / ۳۴) میں کہا: (ولما رجع علي من موقعة صِفِّين، جهز الأشتر واليًا على ديار مصر، فمات في الطريق مسمومًا، فقيل: إن عبدًا لعثمان عارضه، فسم له عسلًا) ترجمہ: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب صفین سے واپس ہوئے تو اشتر کو دیار مصر کا گورنر بنا کر بھیجا، مگر راستے ہی میں زہر کھا کر مر گیا، کہا جاتا ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے شہد میں ملا کر یہ زہر دیا تھا۔

آپ دیکھیں گے ان روایتوں میں کہیں بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے!!

اسی طرح کی ایک روایت حافظ ابن حجر نے بھی الاصابہ (۶ / ۱۶۲) میں نقل کیا ہے مگر وہاں بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

طبری نے بھی اپنی کتاب تاریخ طبری (۳ / ۱۲۷) میں ایک لمبی روایت نقل کی ہے جس میں یہ وارد ہوا ہے: (فبعث معاوية إلى الجايبستار، رجل من أهل الخراج، فقال له:

إن الأشتر قد ولي مصر، فإنْ أنت كَفَيْتَنِيهِ لم آخُذْ منك خراجًا ما بقيت، فاحْتَلْ له بما قدرتَ عليه، فخرج الجابيستار حتى أتى القلزم وأقام به، وخرج الأشتر من العراق إلى مصر، فلما انتهى إلى القلزم استقبله الجابستار، فقال: هذا منزل، وهذا طعام وعلف، وأنا رجل من أهل الخراج، فنزل به الأشتر فأتاه الدهقان بعلف وطعام، حتى إذا طعم أتاه بشربة من عسل قد جعل فيها سمًا فسقاه إياه فلما شربها مات...)

مفہوم: معاویہ نے ایک شخص کو پیغام بھیجا جس سے وہ خراج لیتے تھے کہ اگر تم مالک اشتر کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو جب تک میں اور تم زندہ ہو میں تم سے خراج نہیں لونگا۔ جب مالک اشتر قلزم نامی جگہ پر پہنچا تو اس شخص نے جسے معاویہ بن ابی سفیان نے مالک کے قتل پر مامور کیا تھا بھی اسی جگہ سے اس کا تعلق تھا، مالک اشتر کا استقبال کیا اور اسے وہاں قیام کرنے کی دعوت دی اور اس کے لیے کھانے کا بندوبست کیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوا تو مالک اشتر کے لیے زہر ملا ہوا شربت لایا گیا جب اس نے وہ شربت پی تو اس سے مسموم ہوا، اور روفات ہوگئی۔

* میں کہتا ہوں:

یہ واقعہ ابو مخنف لوط بن یحی اخباری کذاب کی گھڑی ہوئی ہے۔

اسی لئے ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۶ / ۳۷۶) میں اس قصے کو صیغہ تمریض کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور بلاذری نے انساب الاشراف (۳ / ۱۶۸) میں بغیر سند کے نقل کیا ہے۔

*کیا معاویہ رضی اللہ عنہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر لعن طعن اور سب وشتم کرتے تھے؟

اس کا جواب درج ذیل وجوہات سے دیا گیا ہے:

۱- ایسی کوئی روایت ثابت نہیں ہے جس سے پتہ چلے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے تھے، امام قرطبی اور حافظ ابن کثیر نے اسکی صراحت کی ہے۔

قرطبی نے المفھم (۶/ ۲۷۸) میں نقل کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جس طرح حلم و بردباری، اخلاق و کردار اور عقل و دین کے مالک تھے آپ سے یہ بہت بعید ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کریں گے۔اس تعلق سے جتنی باتیں مروی ہیں ان میں اکثر جھوٹ ہے۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۰/ ۵۷۶) کے اندر نقل کیا ہے کہ ایسی باتیں صحابہ کے تعلق سے صحیح نہیں ہیں۔

۲- اس تعلق سے اہل بدعت کی دلیلوں کا جواب درج ذیل ہے:

* پہلی دلیل:

اہل بدعت کا دعوی ہے کہ بنی امیہ منبروں پر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے تھے، اور اسکے لئے تاریخ طبری (۳/ ۱۱۲) کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جسے ابومخنف کذاب نے روایت کیا ہے:

عن أبي جناب الكلبي وفيه عن علي - رضي الله عنه -: وكان إذا صلى الغداة يقنت فيقول: اللهم العن معاوية وعمرًا وأبا الأعور السُّلمي وحبيبًا وعبدالرحمن بن خالد والضحاك بن قيس والوليد، فبلغ ذلك

معاوية فكان إذا قنت لعن عليًا وابن عباس والأشتر وحسنًا وحسينًا۔

ترجمہ: ابو جناب کلبی سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب فجر کی نماز پڑھتے تو یہ بددعا کرتے تھے: اے اللہ! معاویہ، عمرو، ابو الاعور سلمی، حبیب، عبد الرحمن بن خالد، ضحاک بن قیس اور ولید پر لعنت بھیج۔ اور جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہونچی تو آپ بھی قنوت کے اندر علی، ابن عباس، اشتر اور حسن وحسین پر بددعا کرنے لگے۔

*تبصرہ:

یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ابو مخنف کذاب نے اسے گڑھا ہے۔

* دوسری دلیل:

صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: " أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا، فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا التُّرَابِ؟ فَقَالَ: أَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا، قَالَهُنَّ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَنْ أَسُبَّهُ لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ لَهُ: خَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، خَلَّفْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَى

أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ "، قَالَ: فَتَطَاوَلْنَا لَهَا، فَقَالَ: ادْعُوا لِي عَلِيًّا، فَأُتِيَ بِهِ أَرْمَدَ فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ، وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ، وَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ سورة آل عمران آية 61، دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا، وَفَاطِمَةَ، وَحَسَنًا، وَحُسَيْنًا، فَقَالَ: اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي.

ترجمہ: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو امیر کیا تو کہا: تم کیوں برا نہیں کہتے ابوتراب کو؟ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تین باتوں کی وجہ سے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا نہیں کہوں گا، اگر ان باتوں میں سے ایک بھی مجھ کو حاصل ہو تو وہ مجھے لال اونٹوں سے زیادہ پسند ہے، میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب آپ نے کسی لڑائی پر جاتے وقت ان کو مدینہ میں چھوڑا، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہارا درجہ میرے پاس ایسا ہو جیسا ہارون علیہ السلام کا تھا موسیٰ علیہ السلام کے پاس، پر اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“ اور میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے خیبر کے دن: ”کل میں ایسے شخص کو نشان دوں گا جو محبت رکھتا ہے اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ اور رسول بھی محبت رکھتا ہے اس سے۔“ یہ سن کر ہم انتظار کرتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”علی کو بلاؤ۔“ وہ آئے تو ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ میں تھوک ڈالا اور نشان (علم) ان کے حوالے کیا، پھر

اللہ تعالیٰ نے فتح دی ان کے ہاتھ پر اور جب یہ آیت اتری (نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ) "بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو۔" (یعنی آیت مباہلہ) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو، پھر فرمایا: "یا اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔" (صحیح مسلم: ۲۴۰۴)۔

* اس کا جواب درج ذیل ہے:

پہلا:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رائے اور اجتہاد کو غلط سمجھنے اور میری رائے اور اجتہاد کو صحیح سمجھنے میں کیا چیز مانع ہے، ساتھ ہی یہ بھی معلوم رہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے تھے جو لڑائی اور فتنے سے الگ تھلگ تھے۔

دوسرا:

دراصل معاویہ رضی اللہ عنہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے موقف کو جاننا چاہتے تھے، اسی لئے ان سے یہ سبب جاننا چاہا کہ آخر وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رائے اور اجتہاد کو غلط کیوں نہیں کہتے؛ عزت واحترام میں یا خوف یا ورع کی وجہ سے۔

تیسرا:

معاویہ رضی اللہ عنہ اگر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالی دلوانا چاہتے تو یہ مطالبہ آپ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نہیں کرتے، کیونکہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تو لڑائی اور فتنے سے الگ

تھلگ رہنے والوں میں سے تھے، مزید وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے، بلکہ ایسے شخص سے کرتے جو آپ کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوتا اور آپ کے ماتحت ہوتا۔

چوتھا:

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے آپ سے استفادہ کرتے تھے، اور معاویہ دونوں کا اکرام کرتے تھے، کیا آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ معاویہ ان دونوں کے والد کو گالی دیں یا دلوائیں اور دونوں اس پر اعتراض بھی نہ کریں بلکہ دونوں انکی زیارت کرنے آئیں اور انکا ہدیہ بھی قبول فرمائیں؟! کیا اس میں حسنین کی تحقیر اور بزدلی نہیں ہے؟! آدمی کم از کم اپنے باپ اور خاندان کو گالی دینے والے سے دور تو رہے گا!!

پانچواں:

صحابہ کا یہ اخلاق نہیں تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو گالی دیں، اور لعن طعن کریں۔

چھٹا:

یہ معلوم ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تھا، اور اس سال کو عام الجماعہ کہا گیا، پھر یہ معقول نہیں ہے کہ حکومت پانے کے بعد معاویہ علی کو گالی دیں گے اور حسن معاویہ سے صلح جوئی کریں گے؟ بلکہ معاویہ کا تحفہ ہدایا بھی قبول کریں گے؟

ساتواں:

معاویہ کے بارے میں معروف ہے کہ آپ بردبار، رحم دل اور بڑے ہی معاف کرنے والے تھے، تحمل و برداشت آپ کی نمایاں صفت تھی، یہ ساری صفات عوام میں مشہور تھیں، معاویہ کسی ادنی شخص کو گالی نہیں دے سکتے پھر علی کو گالی کیسے دے سکتے ہیں؟

آٹھواں:

آخر صحابہ کہاں تھے؟ انہوں نے ٹو کا کیوں نہیں؟ کسی روایت میں یہ نہیں آتا کہ علی کو برسر منبر پر گالی دی جاتی ہو اور کسی صحابی نے روکا ٹوکا ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ ایک طرف معاویہ پر ایک معمولی دیہاتی بھی اعتراض کر کے چلا جاتا ہے اور دوسری طرف علی کو گالی دی جائے اور سارے صحابہ اس پر خاموش رہیں کوئی اعتراض نہ کرے؟! یہ دراصل رافضی سازش ہے انکے یہاں سارے صحابہ مرتد ہو گئے تھے پھر کون اعتراض کرے گا، نعوذ باللہ۔

نواں:

ابو مسلم خولانی معاویہ کے پاس آئے اور کہا کہ کیا علی آپ سے بہتر نہیں ہیں؟ تو آپ نے کھل کر کہا کہ علی مجھ سے افضل ہیں اور وہی خلافت کے مستحق ہیں، کیا عثمان مظلومانہ شہید نہیں کیئے گئے؟ میرا مطالبہ صرف قاتلین عثمان سے قصاص کا ہے۔ چنانچہ ابو مسلم نے علی کے پاس جا کر اس بات کی خبر دی کہ وہ صرف قاتلین عثمان سے قصاص کا مطالبہ کر رہے ہیں، آخر جو علی کو اپنے سے افضل مانتا ہو اسے گالی کیوں دے گا؟

دسواں:

رومی حاکم نے آپ کو خط لکھا کہ آپ کا علی سے اختلاف ہے، اگر کہیں تو انکے خلاف فوج کشی کیلئے میں اپنی فوج بھیجوں؟ تو معاویہ نے جواب دیا کہ ایسا کبھی حاشیہ خیال میں بھی نہ سوچنا، ہمارا علی سے اختلاف حکومت واقتدار کا نہیں ہے، اگر تم نے علی کے خلاف فوج کشی کی تو سن لو! میں اس وقت علی کی فوج کا ایک ادنی سپاہی بن کر تمہارے خلاف لڑوں گا۔

گیارہواں:

علی کی وفات کی خبر آئی تو معاویہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور سن کر فضائل بیان کر کے رونے لگے، انکی بیوی بے کہا: انہوں نے آپ سے لڑائی کی اور آپ ان پر رو رہے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: تمہیں کیا پتہ کہ علی کی وفات کے ساتھ علم و فضل بھی دفن ہو گیا۔

سو دونوں کے درمیان جو بھی لڑائی ہوئی تھی وہ بغض وعناد اور ذاتی دشمنی کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی، اور گالی گلوچ آدمی ذاتی دشمنی کی وجہ سے دیتا ہے۔

بارہواں:

اب سعد بن ابی وقاص کی حدیث کو دیکھتے ہیں، معاویہ نے علی کو ابوتراب کہا ہے، اور سوال کیا ہے کہ ابوتراب کی مخالفت (پر سب) کیوں نہیں کرتے ہیں؟ تو سعد اس کی تین وجہ بتاتے ہیں۔

آپ نے جو لقب استعمال کیا ہے وہ لقب علی کو بہت زیادہ پسند تھا، اور یہ سب جانتے تھے، یہ علی کا محبوب ترین لقب تھا کیونکہ یہ لقب نبی نے دیا تھا، سو ایک گالی دینے والا کسی کو اچھے لقب سے یاد نہیں کرے گا بلکہ برے لقب کا استعمال کرے گا۔

دوسری بات یہ کہ معاویہ جانتے تھے کہ سعد کون ہیں، وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، وہ گالی گلوچ کسی کو نہیں دے سکتے پھر علی کو کیونکر دے سکتے ہیں، لیکن سوال یہی ہے کہ آپ نے ان سے ایسا کیوں کہا؟ دراصل معاویہ علی کی افضلیت لوگوں کے سامنے ایک عشرہ مبشرہ صحابی کی زبانی لانا چاہتے تھے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ علی کون ہین، اسی لئے سعد نے علی کی فضیلت کے تین واقعات بیان کئے۔

تیسری بات یہ ہے کہ علی کی فضیلت میں وارد حدیث منزلہ کے ایک راوی خود معاویہ ہیں۔ تو کیا جو شخص گالی دیتا ہو کسی کو اسکی فضیلت میں حدیث بیان کرے گا؟

پتہ چلا کہ دونوں کے درمیان شرف صحابیت کی وجہ سے جو محبت تھی وہ اپنی جگہ برقرار تھی اس

میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا، آپسی اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا کہ پہلے قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے یا خلافت کو استقرار حاصل ہونے دیا جائے؟ اور یہ اجتہادی اختلاف دشمنی کا باعث نہیں ہے۔

اور جہاں تک برسر منبر گالی دینے کی بات ہے تو یہ سب جھوٹی خبریں ہیں جنہیں رافضیوں نے گڑھا ہے، کوئی ایک بھی روایت ثابت نہیں ہے۔

اور اگر ایسا ہوتا تو صحابہ اور تابعین اس پر خاموش نہیں رہتے اس پر ضرور ٹوکتے۔ مگر کوئی ایک بھی روایت ایسی نہیں ملتی ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ نہ تو علی معاویہ کو گالی دیتے تھے اور نہ ہی معاویہ علی کو گالی دیتے تھے۔ بلکہ دونوں جانثار صحابی تھے نبی کے متبع تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے، اگر دونوں کو گالی گلوچ دینے والا اور دلوانے والا مان لیں تو اس سے نبی کی تربیت پر اعتراض ہوگا، اور دشمنان اسلام روافض یہی چاہتے ہیں کہ صحابہ کو ایسا ہی ثابت کیا جائے، نعوذ باللہ۔

اللہ نے اس پاک جماعت کو اپنے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کیلئے اختیار کیا ہے، ان کی فضیلت بیان کی ہے، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم انکے ساتھ حسن ظن رکھیں، اور انکے لئے دعا کریں۔ اور انکے درمیان اختلاف اور دشمنی ثابت کرنے والوں پر رد کریں اور صحابہ کا منجملہ دفاع کریں۔ ایک ایک صحابی کا دفاع کریں جن کا دفاع اللہ نے کیا اور اسکے رسول نے کیا، صحابہ نے کیا اور سلف امت نے کیا۔ مترجم)۔



* ان اباطیل اور اتہامات کا بیان جنہیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگایا گیا ہے:

- سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت انصار ومہاجرین بدری اور غیر بدری بہت سارے صحابہ کی زبانی وارد ہوئی ہے!!

- سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت حسن بصری، اسود بن یزید اور دیگر کئی تابعین کی زبانی وارد ہوئی ہے!!

* جواب:

- جہاں یہ کہنا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت انصار ومہاجرین بدری اور غیر بدری بہت سارے صحابہ کی زبانی وارد ہوئی ہے۔

تو یہ محض جھوٹ اور بہتان ہے!

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے محدث اور ملہم صحابی رسول آپ کی تعریف کی ہے اور اپنی پوری خلافت کی مدت میں انہیں ملک شام کا گورنر بنا رکھا تھا۔

اسی طرح خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی پوری خلافت کی مدت میں انہیں ملک شام کا گورنر بنائے رکھا۔

آپ اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت کہہ سکتے ہیں۔

آپ جب تک ملک شام کے گورنر رہے کسی نے آپ پر کوئی شک یا کسی ظلم وجور کی تہمت نہیں لگائی۔

اور جہاں تک حسن مالکی یہ کہنا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت بہت سارے انصار ومہاجرین

صحابہ کی زبانی وارد ہوئی ہے، تو اس پر اس نے ایک بھی صحیح سند سے کوئی روایت اور ثبوت پیش نہیں کی ہے۔

ممکن ہے اس سے حسن مالکی کی مراد وہ روایتیں ہوں جن میں سیدنا علی، عبادہ بن صامت اور خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہم کی زبانی معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت وارد ہوئی ہے۔

تو معلوم ہونا چاہئے کہ ان میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔ ان پر مکمل گفتگو گزر چکی ہے۔

- جہاں تک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اثر کا تعلق ہے کہ جب آپ سے مطالبہ کیا گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک شام کا گورنر بنائے رکھیں تو آپ نے جواب میں قرآن کی اس آیت کی تلاوت کی تھی: (وما کنت متخذ المضلین عضدا)، تو اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۱۲۷) میں روایت کیا ہے، جسکی سند میں نصر بن مزاحم رافضی متروک کذاب ہے۔

- اور جہاں تک سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے اثر کا تعلق ہے تو تو اس پر بھی تفصیلی کلام گزر چکا ہے اور اسکے ضعف کی طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے۔

- اور جہاں تک سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اثر کا تعلق ہے تو اسے ابن سعد نے الطبقات (۳ / ۲۵۹) کے اندر، ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۱۶ / ۳۷۰) میں نقل کیا ہے جسکی سند میں واقدی متروک الحدیث ہے۔

- اور جہاں تک معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت حسن بصری کی زبانی وارد ہونے کا تعلق ہے تو یہ خبر صحیح نہیں ہے۔

دراصل ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ (۳ / ۲۳۲) کے اندر نقل کیا ہے کہ حسن بصری نے کہا کہ چار خصلتیں معاویہ میں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ان کے اندر ہوتی تو وہی آن کی ہلاکت

کیلئے کافی ہوتی۔ اور وہ چاروں خصلتیں درج ذیل ہیں:

۱- آپ نے خلافت کو بغیر مشورے کے حاصل کیا جب کہ اس وقت بہت سے صحابہ کرام موجود تھے۔

۲- اپنے بعد آپ نے اپنے شرابی اور لہو ولعب کرنے والے بیٹے کو ولی عہد بنا دیا۔

۳- آپ نے زیاد کا نسب اپنی طرف جوڑ لیا جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کیلئے پتھر ہے۔

۴- آپ نے حجر بن عدی اور انکے ساتھیوں کو قتل کر دیا جب کہ حجر اور انکے ساتھیوں کا کوئی قصور نہیں تھا۔

تو معلوم ہونا چاہئے کہ اسکی سند میں ابو مخنف نوح بن یحی اخباری کذاب راوی ہے، اس پر تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

اس روایت کو ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۸ / ۹۰) میں صیغہ تمریض کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جبکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح روایت حسن بصری سے اسکے بالکل برعکس ہے!

امام آجری نے کتاب الشریعہ (۵ / ۲۴۶۷) میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۲۰۶) میں قتادہ سے طریق سے روایت کیا ہے کہ حسن بصری نے کہا کہ کچھ لوگ گواہی دیتے ہیں کہ معاویہ اور انکا گھرانہ دوزخی ہے! اللہ کہ ایسے لوگوں پر لعنت ہو! انہیں کیسے معلوم کہ وہ دوزخی ہیں؟!

اسی طرح ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۲۰۶) میں محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ ابو اشہب نے کہا کہ حسن بصری سے دریافت کیا گیا: اے ابوسعید!

کچھ لوگ معاویہ اور زبیر رضی اللہ عنہما پر لعن طعن کرتے ہیں! تو آپ نے کہا: جو لوگ لعن طعن کرتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

-اور جہاں تک اسود بن یزید کی مذمت کا تعلق ہے کہ یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۱۴۵) میں ابو داود طیالسی کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابو اسحق کہتے ہیں کہ اسود بن یزید نے کہا: میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا آپ طلقاء میں سے اس شخص پر تعجب نہیں کرتی ہیں جو خلافت میں صحابہ کا مقابلہ کر رہا ہے؟ فرمایا: اس میں تعجب کس بات کی؟ یہ تو اللہ کی سلطنت اور بادشاہت ہے وہ جسے چاہے دے سکتا ہے خواہ وہ نیک یا ہو بد، فرعون مصر کا بادشاہ چار سو سال تک تھا۔

*تبصرہ:

یہ اثر بھی صحیح نہیں ہے۔

اس روایت کی سند میں ایوب بن جابر ابو سلیمان یمامی نامی ضعیف راوی ہے، اکثر اہل علم نے اسے ضعیف کہا ہے۔

اسی طرح اس سند میں عبد الرحمن بن محمد بن یحی بن یاسر الو جویری نامی راوی مجہول ہے جسکی وفات ۴۲۴ھ بتائی جاتی ہے۔

امام ذہبی نے اسے سیر اعلام النبلاء (۱۷ / ۴۱۵) میں ذکر کیا ہے مگر اسکے تعلق سے کسی جرح وتعدیل کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے۔

فصل

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت میں بہت ساری حدیثیں وارد ہوئی ہیں، انکی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: عام دلیلیں:

اس سے وہ حدیثیں مراد ہیں جو عام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی فضیلت اور منقبت میں وارد ہوئی ہیں، اور بلاشبہ ان میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہوں گے۔

آخر اس عموم سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو کون سی چیز نکالے گی؟!

ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المنار المنیف (۹۳) کے اندر نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام اور قریش کے تعلق سے جو عمومی فضائل اور مناقب وارد ہوئے ہیں ان میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔

دوسری قسم: خاص دلیلیں:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خصوصی فضائل اور مناقب بھی وارد ہوئے ہیں، اس تعلق سے کچھ احادیث اور آثار سلف درج ذیل ہیں:

۱۔سنن ترمذی وغیرہ کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، قَالَ: لَمَّا عَزَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُمَيْرَ بْنَ سَعْدٍ،

عَنْ حِمْصَ وَلَّى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ النَّاسُ: عَزَلَ عُمَيْرًا وَوَلَّى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ عُمَيْرٌ: لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ".

ترجمہ: ابوادریس خولانی کہتے ہیں کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمیر بن سعد کو حمص سے معزول کیا اور ان کی جگہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو والی بنایا تو لوگوں نے کہا: انہوں نے عمیر کو معزول کر دیا اور معاویہ کو والی بنایا، تو عمیر نے کہا: تم لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلے طریقہ سے کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: (اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ) ”اے اللہ! اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے ہدایت لوگوں تک پہنچا“۔ (مسند احمد: ۱۷۹۳۹، سنن ترمذی: ۳۸۴۳)۔

اس حدیث کو امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۵ / ۲۴۰) کے اندر، ترمذی نے اپنے جامع (۳۸۴۲) کے اندر، ابن سعد نے الطبقات (۷ / ۴۱۷) کے اندر ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی (۳۱۲۹) کے اندر، آجری نے کتاب الشریعہ (۱۹۱۴) کے اندر اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱ / ۲۰۷) کے اندر ابو مسھر عبد الاعلی بن مسھر، عن سعید بن عبد العزیز، عن ربیعة بن یزید، عن عبد الرحمن بن ابی عمیرة کے طریق سے نقل کیا ہے۔

۲- صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ، قَالَ: فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً، وَقَالَ: اذْهَبْ

وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ، قَالَ: فَجِئْتُ، فَقُلْتُ: هُوَ يَأْكُلُ، قَالَ، ثُمَّ قَالَ لِيَ: اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ، قَالَ: فَجِئْتُ، فَقُلْتُ: هُوَ يَأْكُلُ، فَقَالَ: لَا أَشْبَعَ اللَّهُ بَطْنَهُ، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قُلْتُ لِأُمَيَّةَ: مَا حَطَأَنِي؟ قَالَ: قَفَدَنِي قَفْدَةً".

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں ایک دروازہ کے پیچھے چھپ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے مجھے تھپکا (پیار سے) اور فرمایا: "جا معاویہ کو بلا لا۔" میں گیا، پھر لوٹ آیا اور میں نے کہا: وہ کھانا کھاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: "جا اور معاویہ کو بلا لا۔" میں پھر لوٹ کر آیا اور کہا: وہ کھانا کھاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔" (صحیح مسلم: ۲۶۰۴)۔

- حافظ ابن عساکر نے کہا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد احادیث میں یہ سب سے صحیح حدیث ہے۔

- امام نووی نے شرح صحیح مسلم (۱۶/ ۱۵۶) کے اندر کہا کہ امام مسلم نے اس حدیث سے یہ سمجھا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بد دعا کے مستحق نہیں ہیں اسی لئے اس باب میں اس حدیث کو نقل کیا ہے، اور اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں شمار کیا اسلئے کہ یہ حقیقت میں آپ کیلئے دعا ہے۔

- حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (۲/ ٦۹۹) میں کہا کہ یہ شاید معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے منقبت اور فضیلت ہے کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ! میں جس پر لعن طعن کروں یا اسے برا بھلا کہوں تو تو اسے اسکے لئے پاکیزگی اور رحمت بنا دے۔

-ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱/ ۴۲) کے اندر نقل کیا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس دعا سے دنیاوی اور دینی دونوں فائدہ ہوا ہے۔

۳-صحیحین میں وارد ہوا ہے:

اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے:

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَلِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ، قَالَ عُمَيْرٌ: فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا "، قَالَتْ: أُمُّ حَرَامٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ، قَالَ: " أَنْتِ فِيهِمْ " ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ "، فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: " لَا ".

ترجمہ: ہم سے اسحاق بن یزید دمشقی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثور بن یزید نے بیان کیا، ان سے خالد بن معدان نے اور ان سے عمیر بن اسود عنسی نے بیان کیا کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ کا قیام ساحل حمص پر اپنے ہی ایک مکان میں تھا اور آپ کے ساتھ (آپ کی بیوی) ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔عمیر نے بیان کیا کہ ہم سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے جہاد کے لیے جائے گا، اس

نے (اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت) واجب کرلی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے کہا تھا یارسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، تم بھی ان کے ساتھ ہوگی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر (رومیوں کے بادشاہ) کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا ان کی مغفرت ہوگی۔ میں نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ (صحیح بخاری: ۲۹۲۴)۔

اس حدیث کے اندر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت اور منقبت ہے، کیونکہ سب سے پہلا سمندری غزوہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں ہوا ہے۔

چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے وہ صحابی ہیں جنہوں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سمندری غزوہ کیا تھا۔

ابن حجر نے فتح الباری (۶ / ۱۲۰) میں کہا کہ امام مہلب اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت اور منقبت ہے، کیونکہ سب سے پہلا سمندری غزوہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

ابن حجر نے فتح الباری (۶ / ۱۲۱) میں مزید کہا کہ واجب ہونے کا مطلب یہ ہیکہ انہوں نے ایسا عمل کیا جس سے جنت واجب ہوگئی۔

امام مناوی نے فیض القدیر (۳ / ۸۳) کے اندر کہا کہ انہوں نے ایسا عمل کیا جس سے جنت واجب ہوگئی، یا انہوں نے اپنے لئے مغفرت اور رحمت کو واجب کرلیا۔

۴- صحیحین میں مروی ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، قَالَتْ: نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ، فَقُلْتُ: مَا أَضْحَكَكَ، قَالَ: أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ يَرْكَبُونَ هَذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ، قَالَتْ: فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا، ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ، فَفَعَلَ مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: مِثْلَ قَوْلِهَا فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ، فَلَمَّا انْصَرَفُوا مِنْ غَزْوِهِمْ قَافِلِينَ فَنَزَلُوا الشَّأْمَ، فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب ہی سو گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، میں عرض کیا کہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو غزوہ کرنے کے لیے اس بہتے دریا پر سوار ہو کر جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر چڑھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ میرے لیے بھی دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی کیا (بیدار ہوتے ہوئے مسکرائے) ام حرام رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی عرض کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہو گی چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن

صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کے سب سے پہلے بحری بیڑے میں شریک ہوئیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں غزوہ سے لوٹتے وقت جب شام کے ساحل پر لشکر اترا تو ام حرام رضی اللہ عنہا کے قریب ایک سواری لائی گئی تا کہ اس پر سوار ہو جائیں لیکن جانور نے انہیں گرا دیا اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔(صحیح بخاری:۲۷۹۹،صحیح مسلم:۱۹۱۲)۔

۵-سنن ابی داود کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ" , فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ كَلِمَةٌ سَمِعَهَا مُعَاوِيَةُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ نَفَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِهَا.

ترجمہ: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر تم لوگوں کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑو گے، تو تم ان میں بگاڑ پیدا کر دو گے، یا قریب ہے کہ ان میں اور بگاڑ پیدا کر دو۔

(کیونکہ راز فاش ہو جانے کی صورت میں ان کی جھجھک ختم ہو جائے گی، اور وہ کھلم کھلا گناہ کرنے لگیں گے۔)

ابو الدرداء کہتے ہیں: یہ وہ کلمہ ہے جسے معاویہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اللہ نے انہیں اس سے فائدہ پہنچایا ہے۔(سنن ابی داود:۴۸۸۸)۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ(۱۱/ ۴۱۹) کے اندر کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ عمدہ سیرت کے حامل، عفو و در گزر کرنے والے اور بہت زیادہ پردہ پوشی کرنے والے تھے، اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

*سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خاص فضیلت یہ ہیکہ آپ کاتب وحی ہیں:
صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ ، قَالَ: " كَانَ الْمُسْلِمُونَ لَا يَنْظُرُونَ إِلَى أَبِي سُفْيَانَ وَلَا يُقَاعِدُونَهُ، فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، ثَلَاثٌ أَعْطِنِيهِنَّ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: عِنْدِي أَحْسَنُ الْعَرَبِ وَأَجْمَلُهُ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ أُزَوِّجُكَهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ: وَمُعَاوِيَةُ، تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَتُؤَمِّرُنِي حَتَّى أُقَاتِلَ الْكُفَّارَ كَمَا كُنْتُ أُقَاتِلُ الْمُسْلِمِينَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ أَبُو زُمَيْلٍ: وَلَوْلَا أَنَّهُ طَلَبَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا أَعْطَاهُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُسْأَلُ شَيْئًا إِلَّا، قَالَ: نَعَمْ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسلمان ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی طرف دھیان نہیں کرتے تھے نہ ان کے ساتھ بیٹھتے تھے (کیونکہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کئی مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کر چکے تھے اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے) ایک بار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے نبی! تین باتیں مجھے عطا فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا۔" ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس وہ عورت ہے کہ تمام عربوں میں حسین اور خوبصورت ہے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا میری بیٹی، میں اس کا نکاح آپ سے کر دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا۔" دوسری یہ کہ میرے بیٹے معاویہ کو آپ اپنا کاتب بنائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا۔" تیسرے مجھ کو حکم دیجئیے کافروں سے لڑوں (جیسے اسلام سے پہلے) مسلمانوں سے لڑتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا۔"

ابو زمیل نے کہا: اگر وہ ان باتوں کا سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ دیتے اس لئے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ جس جس بات کا سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاں فرماتے اور قبول کرتے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۰۱)۔

مسند احمد (۲۶۵۱) کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنْتُ غُلَامًا أَسْعَى مَعَ الْغِلْمَانِ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِنَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفِي مُقْبِلًا فَقُلْتُ مَا جَاءَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا إِلَيَّ قَالَ فَسَعَيْتُ حَتَّى أَخْتَبِئَ وَرَاءَ بَابِ دَارٍ قَالَ فَلَمْ أَشْعُرْ حَتَّى تَنَاوَلَنِي فَأَخَذَ بِقَفَايَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً فَقَالَ اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ وَكَانَ كَاتِبَهُ فَسَعَيْتُ فَأَتَيْتُ مُعَاوِيَةَ فَقُلْتُ أَجِبْ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ عَلَى حَاجَةٍ.

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ میرے قریب سے گذر ہوا، لیئے میں اس وقت بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، میں ایک دروازے کے پیچھے جا کر چھپ گیا، مجھ پتہ ہی نہیں چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے گدی سے پکڑ کر پیار سے زمین پر پچھاڑ دیا، پھر مجھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس انہیں بلانے کے لئے بھیج دیا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، میں دوڑتا ہوا ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیے، انہیں آپ سے ایک کام ہے۔

اس حدیث کے اندر اس بات کی صراحت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔

اسی طرح مسند بزار (۲۴۹۱) کے اندر بھی کاتب وحی کا ذکر آیا ہے۔

اسی طرح امام آجری نے کتاب الشریعہ (۵ / ۲۴۶۶) کے اندر نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشی تھے، آپ کے سالے اور کاتب وحی تھے۔

رافضی ابن مطہر نے جب یہ لکھا کہ اہل سنت معاویہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ کاتب وحی تھے، مگر وحی کا لفظ کہیں نہیں آیا ہے۔

اسکے جواب میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ (۴ / ۴۲۷) میں کہا کہ اس نے یہ الزام بلا دلیل کے لگایا ہے، آخر یہ کہاں لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کہیں پر بھی وحی کا لفظ نہیں لکھا ہے، اسکے پاس اس پر کیا دلیل ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ صرف خطوط لکھتے تھے؟

چنانچہ آگے (۴ / ۴۴۲) پر لکھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبین وحی میں سے تھے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱ / ۳۹۷) کے اندر نقل کیا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور دیگر کاتبین وحی کی طرح ایک کاتب وحی تھے۔

امام خلال نے کتاب السنہ (۲ / ۴۳۴) کے اندر کہا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ میں معاویہ کو نہ تو کاتب وحی سمجھتا ہوں اور نہ ہی مومنوں کا ماموں بلکہ انہوں نے خلافت کو غصب کیا ہے تو ایسے لوگوں کے بارے میں امام احمد نے کہا ہے کہ یہ بہت ہی گھٹیا قول ہے اور یہ لوگ بہت ہی برے ہیں، ایسے لوگوں سے دور رہا جائے ان کی صحبت میں نہ بیٹھا جائے، میں ایسے لوگوں کا پردہ فاش کروں گا۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔



*سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک خاص فضیلت یہ ہیکہ آپ مومنوں کے ماموں ہیں:

ابو یعلی نے اپنی کتاب تنزیہ خال المومنین، ص ۱۰۶ کے اندر کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بھائی مومنوں کے ماموں ہیں، ہم یہ کہتے کہ وہ حقیقت میں ماموں ہیں جس طرح حقیقی ماؤں کی طرف سے نسبی ماموں ہوتے ہیں، بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ بعض احکام میں جیسے کہ تعظیم اور اکرام کے باب میں وہ مومنوں کے ماموں ہیں۔

امام خلال نے کتاب السنۃ (۳ / ۴۳۴) کے اندر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابو بکر مروذی نے کہا کہ میں نے ابوعبد اللہ سے ہارون بن عبد اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے پاس رقہ سے خط آیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم معاویہ کو مومنوں کا ماموں نہیں مانتے، تو یہ سن کر آپ غضب ناک ہو گئے اور کہا: آخر ان کے اعتراض سے کیا ہوگا؟! ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرلیں۔

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کتاب السنۃ للامام خلال (۲ / ۴۳۳) کے تعلق سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا معاویہ رضی اللہ عنہ مومنوں کے ماموں ہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما مومنوں کے ماموں ہیں؟ تو آپ نے کہا: جی ہاں، معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے سگے بھائی ہیں، اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے آگے بھائی ہیں۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

* معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب اور فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو ملک شام کا گورنر بنایا تھا اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں آپ کو اسی منصب پر برقرار رکھا، اور آپ کی فضیلت کیلئے یہی کافی ہے کہ سیدنا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما نے آپ کو بیس سال تک ملک شام کا گورنر بنائے رکھا، کیونکہ آپ نے اس ذمیداری کو بحسن وخوبی انجام دیا نہ تو کبھی عاجزی دکھائی اور نہ ہی کوئی خیانت کی۔

علامہ ہیتمی نے اپنی کتاب تطہیر الجنان (۲۰) کے اندر نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے تجربہ کار اور تقوی شعار خلفاء راشدین معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک شام کا گورنر بنایا جو آپ کی فضیلت اور منقبت کی بہت بڑی دلیل ہے، اور یہ کہ آپ ہی اس مقام کے مستحق تھے، اب اس سے بڑی فضیلت کیا ہوگی؟!

آپ دیکھیں گے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا جو کہ مقام ومرتبے میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے مگر پھر بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے معزول نہیں کیا اور اسی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی عہدے پر باقی رکھا کبھی معزول نہیں کیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا مقام خلفائے راشدین کی نگاہ میں کس قدر عظیم تھی۔

بہتوں کے بارے میں خلفائے راشدین سے شکایت کی گئی اور انہیں عہدوں سے ہٹا دیا مگر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دونوں خلفاء کے دور میں کسی نے بھی آپ کے خلاف کبھی کوئی شکایت نہیں کی اور نہ ہی آپ پر کبھی کسی نے ظلم وجور کا الزام لگایا۔ اس سے آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ بعد میں آنے والے دشمنان صحابہ کی طرف سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزامات لگانے والوں کی کیا حیثیت ہوگی؟!

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۳ / ۱۳۲) میں کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت کیلئے یہی کافی ہے کہ خلیفہ دوم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پھر خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے دورخلافت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک شام کا گورنر بنایا جسے آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا،لوگ آپ کی سخاوت اور حلم و بردباری سے خوش تھے، گرچہ کسی کو شاذ و نادر تکلیف بھی پہوچی ہو،تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جبکہ اس وقت آپ سے افضل صحابہ موجود تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے دنیا پر اپنی عقل وتدبیر اور حسن انتظام سے حکومت کی ہے، کچھ کمیاں بھی ہوں گی جنہیں اللہ معاف کرے گا۔

آپ رعایا کے اندر بڑے محبوب تھے، ملک شام کے آپ بیس سال تک گورنر تھے پھر اگلے بیس سال تک آپ خلیفہ عام بن گئے، اس درمیان آپ کی حکومت میں کسی نے بغاوت نہیں کی، بلکہ سب کو آپ نے قابو میں رکھا، اور اس طرح آپ نے عرب وعجم پر حکومت کی، آپ کی حکومت حرمین کے ساتھ مصر وشام، عراق، خراسان، فارس جزیرہ اور یمن ومغرب پر بھی تھی۔



*معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت یہ بھی ہے کہ اسلام کے اندر آپ سب سے افضل بادشاہ تھے:

اسے ذکر کیا ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۴/ ۴۷۸) کے اندر اسی طرح امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۳/ ۱۵۹) کے اندر۔

اسی طرح ابن ابی العز الحنفی نے شرح العقیدہ الطحاویہ (۲/ ۳۰۲) کے اندر کہا کہ مسلمانوں کے پہلے بادشاہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، اور سب سے بہتر بادشاہ تھے۔

اسی کو ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۱۱/ ۳۹۹) اور تفسیر القرآن (۲/ ۱۵) کے اندر نقل کیا ہے۔



*معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح وستائش سلف امت کی زبانی:

۱-امام بخاری نے نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: " هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ، قَالَ: إِنَّهُ فَقِيهٌ".

ترجمہ: ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں، انہوں نے وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ خود فقیہ ہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۷۶۵)۔

۲-امام طبرانی مسند الشامین (۲۸۳) کے اندر اور ابونعیم نے الحلیہ (۸ / ۲۷۵) کے اندر سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَارِثِ کے طریق سے روایت کیا ہے:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: " مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمِيرِكُمْ هَذَا يَعْنِي مُعَاوِيَةَ قِيلَ لِقَيْسٍ: أَيْنَ صَلَاتُهُ مِنْ صَلَاةِ عُمَرَ؟ قَالَ: لَا إِخَالُهَا إِلَّا مِثْلَهَا۔

ترجمہ: سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح سوائے تمہارے امیر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کی نماز نہیں دیکھا۔ راوی حدیث قیس

سے کہا گیا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نماز سے انکی نماز کا کیا مقابلہ ہے؟! کہا: میں سمجھتا ھوں کہ وہ بھی اسی طرح ہوتی تھی۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

ہیتمی نے اپنی کتاب المجمع (۹/ ۳۵۷) کے اندر نقل کیا ہے اور طبرانی نے کہا ہے کہ قیس بن حارث مذحجی کے سوا اس سند کے رواۃ صحیح کے ہیں اور یہ بھی ثقہ ہیں۔

۳- امام لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اھل السنہ (۲۷۸۱) کے اندر، امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۴۲) کے اندر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹/ ۱۷۳) کے اندر جبلہ بن سحیم کے طریق سے روایت کیا ہے:

عن ابن عمر - رضی الله عنه قال :" ما رأیت بعد رسول الله - صلی الله علیه وسلم - أسود من معاویة ، قیل : ولا عمر ؟ قال : کان عمر خیراً منه ، و کان هو أسود من عمر".

ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بڑا سردار کسی کو نہیں دیکھا، کہا گیا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی نہیں؟ کہا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان سے افضل تھے مگر وہ عمر سے بڑے سردار تھے۔

۴- ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹/ ۱۷۵) میں وہب بن منبہ کے طریق سے روایت کیا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ أَخْلَقَ لِلْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ كَانَ النَّاسُ يَرِدُونَ مِنْهُ عَلَى أَرْجَاءِ وَادٍ رَحْبٍ لَيْسَ كَالضَّيِّقِ الْحَصِرِ الْمُتَغَضِّبِ۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں: میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حکومت کرنے میں بہتر کسی کو نہیں پایا، آپ ؓ کو تمام لوگوں نے حد درجہ سخی اور کشادہ دل پایا، آپ تنگ نظر، تنگ دل اور متعصب نہ تھے۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

امام بلاذری نے انساب الاشراف (۵ / ۵۴) میں بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۵-ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۱۸۵) کے اندر ابن أبي الدنيا حدثني المفضل بن غسان نا علي بن صالح نا عامر بن صالح عن هشام بن عروة کے طریق سے روایت کیا ہے:

عن هشام بن عروة قال صلى بنا عبد الله بن الزبير يوما من الأيام فوجم بعد الصلاة ساعة فقال الناس لقد حدث نفسه ثم التفت إلينا فقال لا يبعدن ابن هند إن كانت فيه لمخارج لا نجدها في أحد بعده أبدا والله إن كنا لنفرقه وما الليث على براثنه بأجرأ منه فيتفارق لنا وإن كنا لنخدعه وما ابن ليلة من أهل الأرض بأدهى منه فيتخادع لنا والله لوددت أنا متعنا به ما دام في هذا الجبل حجر وأشار إلى أبي قبيس۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ہمیں نماز پڑھائی اور پھر نماز ادا کرنے کے بعد کچھ دیر کے لیے خاموش رہے اور پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: ابن ہند (معاویہ) دور نہ ہو! ان میں کچھ ایسی گنجائش موجود ہیں جو ہمیں ان کے بعد کسی میں نظر نہیں آتیں۔ اللہ کی قسم! ہم انہیں خوفزدہ کرتے تھے مگر وہ تو شیر سے بھی زیادہ دلیر تھے۔ وہ ہم سے کیسے خوفزدہ ہو سکتے تھے، ہم انہیں دھوکہ دینا چاہتے مگر وہ بڑے دانا اور بارعب تھے وہ

ہمارے دھوکے میں آنے والے نہیں تھے۔واللہ! میں چاہتا ہوں کہ جب تک اس (جبل ابوقبیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) میں ایک پتھر بھی موجود رہے ہم ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔

٦- ابن عساکر نے تاریخ دمشق (٥٩ / ٢١١) کے اندر اور اسی طرح امام آجری نے کتاب الشریعہ (٥ / ٢٤٦٦) کے اندر یہ روایت کیا ہے:

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جن کا شمار کبار محدثین وفقہاء میں ہوتا ہے، سے دریافت کیا گیا کہ حضرت معاویہ (صحابی) اور حضرت عمر بن عبدالعزیز (تابعی) میں کون افضل ہے؟ فرماتے ہیں:

"والله إن الغبار الذی دخل فی أنف فرس معاوية مع رسول الله صلی الله علیه وسلم أفضل من عمر بألف مرة، صلی معاوية خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: سمع الله لمن حمده، فقال معاوية رضی الله عنه: ربنا لك الحمد، فما بعد هذا الشرف الأعظم" ترجمہ: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کی غبار عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے ہزار درجہ افضل ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ربنا لک الحمد کہا، اس کے بعد اور بڑا افضل وشرف کیا ہوگا۔

٧- امام آجری نے کتاب الشریعہ (٥ / ٢٤٦٦) کے اندر، امام لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اھل السنہ (٢٧٨٥) کے اندر، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (١ / ٢٣٣) کے اندر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (٥٩ / ٢٠٨) کے اندر صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن رباح بن الجراح الموصلی قال: سمعت رجلًا يسأل المعافی بن

عمران فقال: يا أبا مسعود أيش عمر بن عبد العزيز من معاوية بن أبي سفيان؟.فغضب من ذلك غضبًا شديدًا وقال: لا يقاس بأصحاب رسول الله - صلى الله عليه وآله وسلم - أحد، معاوية صاحبه، وصهره، وكاتبه وأمينه على وحي الله -عز وجل-.

ترجمہ: رباح بن جراح موصلی کہتے ہیں: معافی بن عمران سے پوچھا گیا: معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ؟ تو وہ ناراض ہو کر سائل سے کہنے لگے: کیا تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تابعی کے برابر قرار دینا چاہتا ہے؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، سسرالی رشتے دار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب اور وحی الٰہی کے امین ہیں۔

۸- امام حماد رحمہ اللہ بن اسامہ کا قول امام حماد رحمہ اللہ بن اسامہ بن زید المتوفی ۲۰۱ھ کا شمار کبار محدثین میں ہوتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ، امام یحییٰ رحمہ اللہ، امام اسحاق رحمہ اللہ بن راھویہ، امام ابن ابی شیبہ جیسے اعیان کے وہ استاد تھے۔ ان سے کسی نے دریافت کیا: أيهما أفضل معاوية أو عمر بن عبدالعزيز؟.فقال: لا يقاس بأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أحداً، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خير الناس قرني.
(الشریعۃ: ۵/ ۲۴۶۵، السنۃ ص ۴۳۵، جامع بیان العلم: ۲/ ۱۸۵)۔

ترجمہ: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز، تو انہوں نے فرمایا: ''أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقاس بهم أحد'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کسی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر زمانہ میرا ہے۔

۹- امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۳۸) کے اندر، امام آجری نے کتاب الشریعہ (۵/ ۲۴۶۵) کے اندر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹/ ۱۷۲) کے اندر یہ روایت کیا ہے کہ امام مجاہد نے کہا کہ اگر تم لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے تو کہتے کہ یہی مہدی ہیں۔

۱۰- امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۴۴) کے اندر کہا کہ محمد بن شہاب زہری فرماتے ہیں

:عمل معاوية بسيرة عمر بن الخطاب سنين لا يخرم منها شيئاً۔

ترجمہ: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سال ہا سال سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت پر یوں عمل کیا، کہ اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں کی۔

۱۱- امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۳۲) کے اندر اور امام لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اھل السنہ (۸/ ۱۵۳۲) کے اندر نقل کیا ہے:

عن عبد الملك بن عبد الحميد الميموني قَالَ: قُلْتُ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: أَلَيْسَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ صِهْرٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ إِلَّا صِهْرِي وَنَسَبِي ؟ قَالَ: "بَلَى، قُلْتُ: وَهَذِهِ لِمُعَاوِيَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، لَهُ صِهْرٌ وَنَسَبٌ. قَالَ: وَسَمِعْتُ ابْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ: مَا لَهُمْ وَلِمُعَاوِيَةَ. نَسْأَلُ اللهَ الْعَافِيَةَ.

ترجمہ: عبدالملک بن عبدالحمید میمونی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر نسب اور ہر رشتے داری منقطع ہو جائے گی سوائے میری رشتہ داری اور میرے نسب کے؟ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ جی ہاں یہ حدیث پاک ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے سوال کیا کہ کیا یہ فضیلت سیدنا معاویہ کو بھی حاصل ہے؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ بے شک یہ فضیلت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو حاصل ہے کہ ان کا نسب اور

ان کی رشتہ داری نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ سیدنا معاویہ کے بارے میں نامناسب باتیں کرتے ہیں، (نامناسب باتوں اور ایسے لوگوں سے) اللہ عافیت میں رکھے۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

۱۲- امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۳۸) کے اندر نقل کیا ہے کہ ابو اسحق سبیعی نے کہا کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد انکی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔اس کی سند صحیح ہے۔

۱۳- ابو داود طیالسی نے روایت کیا ہے کہ محمد بن سیرین نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں تو متہم نہیں ہوتے۔(تاریخ دمشق: ۵۹/ ۱۶۷)۔

۱۴-خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱/ ۲۰۸) کے اندر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۸/ ۱۶۸) کے اندر کیا ہی خوبصورت روایت نقل کی ہے:

عن ابن شهاب الزهري حدثني عروة بن الزبير إن المسور بن مخرمة قدم وافداً على معاوية، فقضى حاجته ثم دعاه، فأخلاه فقال: يا مسور! ما فعل طعنك على الأئمة؟ فقال المسور: دعنا من هذا وأحسن فيما قدمنا له. قال معاوية: لا والله لتكلمن بذات نفسك، والذي تعيب علي. قال المسور: فلم أترك شيئاً أعيبه عليه إلا بينته له. قال معاوية - لا برء من الذنب -: فهل تعد يا مسور ما نلي من الإصلاح في أمر العامة؟ فإن الحسنة بعشر أمثالها؛ أم تعد الذنوب وتترك الحسنات؟ قال المسور: لا والله ما نذكر إلا ما نرى من هذه الذنوب. قال معاوية: فإنا نعترف لله بكل ذنب أذنبناه،

فهل لك يا مسور ذنوب في خاصتك تخشى أن تهلكك إن لم يغفرها الله؟ قال مسور: نعم. قال معاوية: فما يجعلك أحق أن ترجو المغفرة مني، فو الله لما ألي من الإصلاح أكثر مما تلي، ولكني والله لا أخير بين أمرين بين الله، وبين غيره إلا اخترت الله على ما سواه. وأنا على دين يقبل الله فيه العمل، ويجزي فيه بالحسنات، ويجزي فيه بالذنوب، إلا أن يعفو عمن شاء، فأنا أحتسب كل حسنة عملتها بأضعافها، وإذا رأى أموراً عظاماً لا أحصيها ولا يحصيها من عمل لله في إقامة صلوات المسلمين، والجهاد في سبيل الله، والحكم بما أنزل الله، والأمور التي ليست تحصيها وإن عددتها لك، فتفكر في ذلك، قال المسور: فعرفت أن معاوية قد خصمني حين ذكر لي ما ذكر.

قال عروة: فلم نسمع المسور بعد ذلك يذكر معاوية إلا صلى عليه.

ترجمہ: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ وہ ایک وفد کی صورت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے میری ضرورت پوری کردی، پھر مجھے علیحدگی میں بلا کر کہنے لگے: مسور! تم ائمہ پر لعن طعن کیا کرتے تھے اب اس کا کیا بنا؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارے بارے میں درگزر سے کام لیں اور ہم سے جو کچھ ہوا اسے جانے دیں۔اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم تمہیں میرے عیوب ونقائص کے بارے میں بتانا ہوگا۔

مسور کہتے ہیں ان کے اصرار پر میں نے وہ تمام عیوب ان کے سامنے گنوادیئے جو میں ان پر لگایا کرتا تھا۔معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گناہ سے تو کوئی بھی بری نہیں ہے مگر کیا تم میرے وہ

اصلاحی اقدامات بھی گنوا سکتے ہو جو میں نے عوام الناس کے لیے سر انجام دیئے اس لیے کہ نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے؟ یا تو میرے گناہ ہی گنتا رہے گا اور نیکیوں کو طاق نسیان پر رکھ دے گا؟ مسور کہنے لگے: ہم صرف انہی گناہوں کا ذکر کرتے ہیں جنہیں تم بھی دیکھ رہے ہو۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اللہ کے سامنے اپنے ہر گناہ کا اعتراف کرتے ہیں مگر کیا تم نے بھی کوئی ایسا گناہ کیا ہے کہ اگر اللہ نے تمہیں وہ گناہ معاف نہ کیا تو وہ تمہیں ہلاک کر ڈالے گا؟ مسور نے اس کا جواب اثبات میں دیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں کون سی چیز نے اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ تم مجھ سے زیادہ مغفرت کی امید کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! تم مجھ سے زیادہ اصلاحی امور سر انجام نہیں دیتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے ہمیشہ اللہ کو اس کے علاوہ ہر چیز پر پسند کیا اور میں اس دین کا پیروکار ہوں جس میں اللہ تعالیٰ عمل کو پسند کرتا ہے، حسنات کا بدلہ دیتا ہے اور گناہوں کی سزا دیتا ہے مگر جسے چاہے اسے معاف بھی فرما دیا کرتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ہر نیکی کا بدلہ کئی گنا دے گا، بحمد اللہ میں اللہ کے لیے ایسے بڑے بڑے امور سر انجام دیتا ہوں جنہیں نہ تو تم شمار کر سکتے ہو اور نہ ہی وہ میرے شمار میں ہیں۔ مثلاً اقامت صلاۃ کا اہتمام کرنا، فی سبیل اللہ جہاد کرنا، بما انزل اللہ کے مطابق فیصلے کرنا اور علاوہ ازیں متعدد امور۔ مسور نے کہا: مجھے معلوم ہو گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جن باتوں کا ذکر کیا ہے میرے پاس ان کا کوئی جواب نہیں ہے۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں: اس کے بعد مسور نے جب بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو یاد کیا ان کے لیے بخشش کی دعا کی۔

(اس خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو مطمئن کرنے اور مخالفین کے غصے کو فرو کرنے کے فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسور بن مخرمہ کو اپنی سیاسی حکمت عملی کو قبول کرنے پر نہ صرف یہ کہہ کر آمادہ کر لیا بلکہ وہ اس سے مطمئن بھی ہو گئے اور اگر پہلے وہ

ان پر جارحانہ انداز میں تنقید کیا کرتے تھے تو اب نہ صرف یہ کہ ان کی مدح وستائش کرنے لگ گئے بلکہ ان کے لیے دعائیں بھی کرنے لگ گئے۔اس خبر میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے جس تربیتی پہلو کی طرف توجہ دلائی وہ یہ ہے کہ بندہ مسلم کے لیے عادلانہ رویہ یہی ہے کہ جہاں وہ حکمرانوں کی برائیوں اور خطاؤں پر نظر رکھتا ہے وہاں ان کی نیکیوں اور اچھائیوں کو بھی پیش نظر رکھا کرے اور پھر ان دونوں پہلوؤں میں موازنہ کرے، ہوسکتا ہے کہ جن حکمرانوں پر وہ تنقید کے تیر برساتے رہتا ہے انہوں نے اتنے بڑے بڑے نیک اعمال کیے ہوں جن کے مقابلہ میں ان کے گناہ نہ ہونے کے برابر ہوں۔

۱۵-امام ابوزرعہ دمشقی نے اپنی تاریخ (۱/ ۱۸۹) کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

عن الأوزاعی قال: أدركت خلافة معاوية عدة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم: سعد بن أبي وقاص، وأسامة بن زيد، وجابر بن عبد الله وابن عمر، وابن عباس، وزيد بن ثابت، وسلمة بن خالد، وأبو سعيد الخدری، ورافع بن جدع، وأبو أمامة، وأنس بن مالك، ورجال أكثر مما سميت بأضعاف مضاعفة .. كانوا مصابيح الهدى، وأوعية العلم .. ومن التابعين كالمسور، وعروة .. لم ينزعوا يده عن مجامعة فی أمة محمد صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ: اوزاعی سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ خلافت معاویہ کا دور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پایا، مثلاً سعد، اسامہ، جابر، ابن عمر، زید بن ثابت، مسلمہ بن مخلد، ابوسعید خدری، رافع بن خدیج، ابو امامہ، انس بن مالک اور متعدد دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ یہ سب لوگ ہدایت کے چراغ اور علم کے ظروف تھے۔جنھوں نے نزول قرآن کا مشاہدہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر اخذ

کی۔اس دور کو پانے والے تابعین میں سے مسور بن مخرمہ، عبدالرحمن بن الاسود بن عبد یغوث، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن محیریز سر فہرست ہیں۔

(سلف کے ان ارشادات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے تابعی کی بھی کوئی حیثیت نہیں سمجھتے تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والے اختلافات کے باوجود وہ سب کا احترام کرتے ہیں اور کسی پر طعن و ملامت نہیں کرتے۔مترجم)۔



فصل

اقوال سلف ان ناہنجاروں کے بارے میں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے ہیں:

۱- ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۳۰۶)، اور امام آجری نے کتاب الشریعہ (۵ / ۲۴۶۷) کے اندر قتادۃ عن الحسن کے طریق سے روایت کیا ہے:

عن قتادہ قال: قلت یا أبا سعید: إن ناساً یشھدون علی معاویۃ وذویھم أنھم فی النار. فقال: لعنھم اللہ وما یدریھم أنھم فی النار.

ترجمہ: قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے ابوسعید! کچھ لوگ یہ حلفیہ گواہی دیتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا گھرانہ دوزخی ہے۔ یہ سن کر کہا: اللہ کی لعنت ہو ان پر، انہیں کیسے معلوم کہ وہ دوزخی ہیں۔

اسی طرح ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۳۰۶) کے اندر ایک دوسری طریق سے ان الفاظ میں ایک روایت نقل کیا ہے:

قیل للحسن: یا أبا سعید، إن ھھنا قوماً یشتمون أو یلعنون معاویۃ وابن الزبیر. فقال: علی أولئك الذین یلعنون لعنۃ اللہ.

ترجمہ: حسن بصری سے دریافت کیا گیا کہ اے ابوسعید! کچھ لوگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما پر لعن طعن کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے کہا: ان لعنتیوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

۲-ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۲۱۱) کے اندر اپنی سند سے روایت کیا ہے:

عن عبدالله بن المبارك - رحمه الله - قال: معاوية عندنا محنة فمن رأيناه ينظر إليه شزراً اتهمناه على القوم يعني، يعني الصحابة.

ترجمہ: عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ آپ نے کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے نزدیک آزمائش اور معیار ہیں چنانچہ ہم جسے دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کج نگاہی سے دیکھ رہا ہے، اسے ہم صحابہ کے تئیں متہم مان لیتے ہیں۔

۳-خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱/ ۲۰۹) میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۲۱۰) کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

عن الربيع بن نافع الحلبي - رحمه الله - قال: معاوية ستر لأصحاب محمد - صلى الله عليه وسلم -، فإذا كشف الرجل الستر اجترأ على ما وراءه.

ترجمہ: ربیع بن نافع الحلبی کہتے ہیں: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کرام کیلئے پردہ ہیں، جب کوئی اس پردے اور آڑ کو کراس کر جاتا ہے تو دوسرے صحابہ پر بھی جری ہو جاتا ہے۔

۴-ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۲۱۱) کے اندر محمد بن مسلم کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے:

عن إبراهيم بن ميسرة قال: ما رأيت عمر بن عبد العزيز ضرب إنساناً قط إلا إنساناً شتم معاوية فإنه ضربه أسواطاً.

ترجمہ: ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کو میں کسی شخص کو مارتے نہیں دیکھا سوائے اس شخص کے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہے، چنانچہ آپ اسے کوڑوں سے مارتے تھے۔

۵- امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۷ ۴ ۴) کے اندر نقل کیا ہے:

عن الإمام أحمد أنه سئل أيكتب عن الرجل إذا قال: معاوية مات على غير الإسلام أو كافر؟ قال: لا، ثم قال: لا يُكفر رجل من أصحاب رسول الله - صلى الله عليه وسلم -.

امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہتا ہو کہ وہ اسلام پر فوت نہیں ہوئے یا یہ کہتا ہو کہ وہ کافر تھے، کیا اس سے روایت لکھی جائے گی؟ فرمایا: نہیں، پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی بھی صحابی کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

۶- قاضی عیاض نے اپنی کتاب الشفاء في حقوق المصطفی ※ -صل※ الله علي※ وسلم- (۲/ ۲۶۷) کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

قال مالك - رحمه الله -: من شتم النبى - صلى الله عليه وسلم - قتل، ومن شتم أصحابه أُدِّب. وقال أيضاً: من شتم أحداً من أصحاب النبى - صلى الله عليه وسلم -: أبا بكر أو عمر أو عثمان أو على أو معاوية أو عمرو بن العاص فإن قال: كانوا على ضلال و كفر قتل، وإن شتمهم بغير هذا من مشاتمة الناس نكل نكالاً شديداً.

ترجمہ: امام مالک نے کہا: جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے گا اسے قتل کیا جائے گا اور جو صحابہ کرام کو گالی دے گا تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔

آپ نے مزید فرمایا: جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی گالی دے گا، مثلاً وہ ابوبکر یا عمر یا عثمان یا علی یا معاویہ یا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو گمراہ یا کافر کہے تو

اسے قتل کر دیا جائے گا، اور اگر گالی دے تو اسے سخت تعزیری سزا دی جائے گی۔

۷-امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۳۴) کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

عن محمد بن أبي هارون ومحمد بن جعفر أن أبا الحارث حدثهم قال: وجهنا رقعة إلى أبي عبدالله ما تقول رحمك الله فيمن قال: لا أقول: عن معاوية كاتب الوحي، ولا أقول إنه خال المؤمنين، فإنه أخذها بالسيف غصباً؟ قال أبو عبدالله: هذا قول سوء رديء، يجانبون هؤلاء القوم ولا يجالسون، ونبين أمرهم للناس. وسنده صحيح.

ترجمہ: محمد بن ابی ہارون اور محمد بن جعفر سے مروی ہے کہ ابو الحارث نے ان سے بیان کیا کہ ہم نے ابوعبداللہ (امام احمد) کو یہ رقعہ لکھا کہ جو یہ کہے کہ معاویہ کو میں کاتب وحی نہیں مانتا اور نہ ہی انہیں مومنوں کا ماموں مانتا ہوں، انہوں نے تو خلافت کو غصب کیا تھا، ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے کہا: یہ سن کر آپ نے کہا: یہ بہت ہی برا اور گھٹیا قول ہے، ایسے لوگوں سے دور رہا جائے ان کی صحبت میں نہ بیٹھا جائے اور انکے معاملے کو ہم لوگوں کے سامنے کھول دیں گے یعنی ایسے لوگوں کو ہم ایکسپوز کریں گے۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

۸-امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۴۸) کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

عن محمد بن موسى قال سمعت أبا بكر بن سندي قال: كنت أو حضرت أو سمعت أبا عبدالله وسأله رجل: يا أبا عبدالله لي خال ذكر أنه ينتقص معاوية وربما أكلت معه فقال أبو عبدالله مبادراً: لا تأكل معه. وسنده

صحيح.

ترجمہ: محمد بن موسیٰ سے روایت ہے کہ میں نے ابوبکر سندی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوعبد اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یا یہ کہ میں آپ کی مجلس میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے سوال کیا: اے ابوعبد اللہ! میرے ایک ماموں ہیں وہ معاویہ رضی اللہ عنہ پر نقد وجرح کرتے ہیں، اور بسا اوقات میں ان کے ساتھ کھانا کھاتا ہوں، یہ سن کر ابوعبداللہ نے فورا کہا کہ اسکے ساتھ مت کھاؤ۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

۹-امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۳۲) کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

عن عبد الملك الميموني: سمعت ابن حنبل يقول ما لهم ولمعاوية؟ نسال الله العافية.

ترجمہ: عبدالملک میمونی سے روایت ہیکہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کی کیا پڑی ہے؟ ہم ان سے اللہ کی عافیت چاہتے ہیں۔

۱۰-امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۴۷) کے اندر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹/ ۲۱۰) کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

عن الفضل بن زياد قال: سمعت أبا عبدالله وسئل عن رجل انتقص معاوية وعمرو بن العاص أيقال له رافضي. قال: إنه لم يجترء عليهما إلا وله خبيئة سوء ما انتقص أحد أحداً من أصحاب رسول الله إلا له داخلة سوء. قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: خير الناس قرني.

ترجمہ: فضل بن زیاد سے روایت ہیکہ امام احمد سے ایک ایسے شخص کے تعلق سے سوال کیا گیا

جو معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی عیب جوئی کرتا ہے کہ کیا اسے رافضی کہیں گے؟ تو آپ نے کہا کہ اس نے ان دونوں حضرات صحابہ پر اسی لئے حرج کیا ہے کہ ان کے دلوں میں بغض وعناد ہے، اور صحابہ پر نقد اور طعن وتشنیع وہی کرتا ہے جسکے دل میں بغض وعناد ہو، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے افضل زمانہ میرا ہے۔

۱۱- مسائل ابن ہانی النیسابوری (۱/ ۶۰) کے اندر امام نیساپوری کہتے ہیں: سمعت أبا عبداللہ یسأل عن الذی یشتم معاویة أیصلی خلفه؟ قال: لا، لا یصلی خلفه ولا کرامة.

ترجمہ: میں نے ابوعبد اللہ کو سنا جب آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا کہ کیا اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں، تو آپ نے کہا: نہیں، کسی رو رعایت کے بغیر اسکے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔

۱۲- امام خلال نے کتاب السنہ (۲/ ۴۴۸) کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

عن الإمام أحمد أنه سئل عن رجل شتم معاویة یصیر إلی السلطان؟ قال: أخلق أن یعتدی علیه. وسنده صحیح.

امام احمد سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا تھا کہ کیا اسکی شکایت حکومت تک پہونچائی جائے؟ تو آپ نے کہا: وہ اس لائق ہے کہ اسے سخت سے سخت سزا دی جائے۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

۱۳- مجموع الفتاوی (۳۵/ ۵۸) میں منقول ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے ایسے

شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہو کہ اس کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: الحمد للہ، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی گالی دے جیسے معاویہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، یا کسی دوسرے کو جوان سے بھی افضل ہوں جیسے ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ، یا جوان سے بھی افضل ہوں جیسے طلحہ، زبیر، عثمان، علی، ابو بکر وعمر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم یا کسی بھی دوسرے صحابی کو اگر کوئی گالی دیتا ہے تو ائمہ دین کے اتفاق کے ساتھ اسے سخت سے سخت تعزیری سزا دی جائے گی، البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا یا نہیں؟!



*علمائے اہل سنت والجماعہ کا اس بات پر اجماع ہیکہ صحابہ کرام کے مابین پیش آنے والے اختلافات پر سکوت اختیار کیا جائے گا:

حسن مالکی اپنی کتاب الصحبہ والصحابۃ (۲۲۴) کے اندر کہتا ہے کہ صحابہ کے درمیان پیش آنے والے اختلافات پر گفتگو اگر تلاش حق اور اخلاص کی خاطر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ فرض کفایہ ہے، اگر بعض اہل علم یہ فریضہ ادا کر رہے ہیں تو دیگر امت کیلئے یہ کافی ہے لیکن اسے بالکل ترک کر دینا کسی صورت میں جائز نہیں ہے!! انتہی کلامہ الخبیث

اس طرح حسن مالکی علمائے اہل سنت والجماعہ کے اس اجماع کا صریح اختلاف کر رہا ہے جس کا ماحصل یہ ہیکہ صحابہ کرام کے مابین پیش آنے والے اختلافات پر سکوت اختیار کیا جائے گا۔

اور صحابہ کرام کے درمیان پیش آنے والے اختلافات کے تعلق سے جو آثار وارد ہوئے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں:

۱- کچھ آثار جھوٹ ہیں۔

۲- کچھ آثار کے اندر کمی بیشی کی گئی اور اسکا مفہوم غلط بتایا گیا۔

۳- کچھ آثار جو صحیح ہیں ان میں وہ معذور ہیں، یا تو وہ مجتہد مخطی ہیں یا مجتہد درست ہیں۔

اور صحابہ کرام کی اتنی فضیلتیں اور دینی کارنامے ہیں کہ ان کی ساری غلطیاں معاف ہو جائیں گی۔

اللہ تعالی ان تمام امور سے باخبر تھا جو سب صحابہ کرام سے صادر ہوئے مگر پھر بھی اللہ نے ان کی تعریف کی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ (۲/ ۲۲) کے اندر نقل کیا کہ ابن بطہ

نے صحیح سند کی روشنی میں کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ اللہ تعالی نے ان کے حق میں استغفار کا حکم دیا ہے جبکہ اسے معلوم تھا کہ یہ بعد میں چل کر آپس میں قتال کریں گے۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۱۰/ ۹۲) میں کہا کہ ویسے تو صحابہ کے درمیان پیش آنے والے اختلافات پر سکوت اختیار کرنے پر اجماع ہے مگر اس تعلق سے جتنی روایتیں مروی ہیں ان میں اکثر منقطع ،ضعیف اور جھوٹ ہیں۔

* امام ابن بطہؒ کا فرمان:

امام ابو عبداللہ رحمہ اللہ عبیداللہ بن محمد ابن بطۃ العکبری المتوفی ۳۸۷ھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سلف کے اسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موقف کی وضاحت بیان کرتے ہوئے الابانہ (۲۹۴) پر لکھتے ہیں:

ومن بعد ذلك نكف عما شجر بين أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقد شهدو المشاهد معه وسبقوا الناس بالفضل فقد غفر الله لهم وأمرك بالاستغفار لهم والتقرب اليه بمحبتهم وفرض ذلك على لسان نبيه وهو يعلم ما سيكون منهم وانهم سيقتتلون وانما فضلوا على سائر الخلق لأن الخطأ والعمد قد وضع عنهم وكل ما شجر بينهم مغفور لهم ولا ينظر فى كتاب صفين والجمل وواقعة الدار وسائر المنازعات التى جرت بينهم ولا تكتبه لنفسك ولا لغيرك ولا تروه عن أحد ولا تقرأه على غيرك

ولا تسمعه ممن يرويه فعلى ذلك اتفق سادات علماء هذه الأمة من النهى عما وصفناه عنهم حماد بن زيد و يونس بن عبيد وسفيان الثورى وسفيان بن عيينة وعبدالله بن ادريس ومالك بن أنس وابن أبي ذئب وابن المنكدر وابن المبارك وشعيب بن حرب وأبو اسحاق الفزاری ویوسف بن أسباط وأحمد بن حنبل وبشر بن الحارث وعبدالوهاب الوراق كل هولاء قد رأوا النهى عنها والنظر فيها والاستماع اليها و حذروا من طلبها والاهتمام بجمعها"۔

ترجمہ: اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین مشاجرات سے ہم خاموشی اختیار کرتے ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوئے اور باقی لوگوں سے فضل وشرف میں سبقت لے گئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا' ان کے بارے میں استغفار کا حکم دیا، ان سے محبت کرنا اپنے تقرب کا ذریعہ قرار دیا۔ اور یہ سب اپنے نبی کی زبان سے فرض ٹھہرایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ان سے ہونے والا تھا اسے جانتے تھے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ باہم لڑائی جھگڑوں میں مبتلا ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باقی سب لوگوں پر اس بنا پر فضیلت دی گئی ہے کہ قصداً و ارادۃً ان سے غلطی کا صدور نہیں ہوتا اور جو ان کے مابین اختلافات تھے ان کو معاف کر دیا گیا۔ ان کے مابین جو اختلافات جنگ صفین، جنگ جمل اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرنے اور اسی نوعیت کے دیگر نزاعات تھے ان کی طرف نظر التفات نہ کی جائے، نہ ان واقعات کو اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے لکھا جائے نہ کسی سے یہ نقل کیا جائے اور نہ کسی کے سامنے انہیں بیان کیا جائے اور نہ کسی بیان کرنے والے سے یہ سنے جائیں۔

اسی موقف پر اس امت کے حسب ذیل سادات علمائے کرام کا اتفاق ہے:

امام حماد بن زید۔

یونس بن عبید۔

سفیان ثوری۔

سفیان بن عیینۃ۔

عبداللہ بن ادریس۔

مالک بن انس۔

ابن ابی ذئب۔

محمد بن المنکدر۔

عبداللہ بن مبارک۔

شعیب بن حرب۔

ابواسحاق الفزاری۔

یوسف بن اسباط۔

احمد بن حنبل۔

بشر بن الحارث۔

عبدالوہاب الوراق رحمھم اللہ۔

یہ تمام حضرات مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیان کرنے، ان پر بحث ومناظرہ کرنے، ان کو سننے، ان واقعات کو تلاش کرنے اور ان کو جمع کرنے سے منع کرتے تھے۔"

(امام ابن بطہ رحمہ اللہ کے اس تفصیلی بیان سے مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں سلف امت کے موقف کو سمجھا جا سکتا ہے۔ایمان کی صحت وسلامتی کا بھی یہی تقاضا ہے اور صحابہ کرام کے مقام ومرتبہ کے بھی یہی لائق ہے کہ ان کے مابین پیدا ہونے والے نزاعات و اختلافات سے صرف نظر کی جائے۔اور بلا امتیاز سب کے بارے میں بخشش ومغفرت کی دعا کی جائے۔ربنا اغفرلنا ول إخواننا الذین سبقونا بال إیمان۔الآیۃ۔سلف کے اسی موقف کی بنا پر''عقیدہ''اور''السنۃ'' کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں باقاعدہ اسی فکرومنہج کو اہل السنۃ کے عقائد میں شمار کیا گیا ہے۔مترجم)۔

* امام خطابی نے کتاب العزلۃ(۴۴) کے اندر حمزة بن الحارث الدهان قال: حدثنا عبدالله بن روح المدائني قال: حدثنا يحيى بن الصامت قال: حدثنا أبو إسحاق الفزاري عن الأعمش کے طریق سے روایت کیا ہے:

عن أبي راشد قال: جاء رجل من أهل البصرة إلى عبيد الله بن عمر فقال: إن رسول إخوانك من أهل البصرة إليك فإنهم يقرءونك السلام ويسألونك عن أمر هذين الرجلين علي وعثمان وما قولك فيهما. فقال: هل غير. قال: لا. قال: جهزوا الرجل فلما فرغ من جهازه قال: أقرأ عليهم السلام وأخبرهم أن قولي فيهم: (تلك أمة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسألون عما كانوا يعملون).

ترجمہ: ابو راشد سے مروی ہے کہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص عبید اللہ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اہل بصرہ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور وہ آپ سے علی وعثمان (رضی اللہ عنہما) کے

معاملات کے بارے میں سوال کررہے ہیں کہ ان دونوں کے تعلق سے آپ کا کیا خیال ہے؟
کہا: کیا اسکے علاوہ اور کوئی سوال ہے؟ کہا: نہیں۔ سو آپ نے حکم دیا کہ اسے واپسی سفر کیلئے تیار کیا جائے، جب وہ تیار ہوگیا تو آپ نے کہا: سن سے جا کر میرا اسلام کہنا اور یہ بتادینا کہ ان دونوں حضرات صحابہ کے تعلق سے میری رائے وہی ہے جو اللہ نے فرمایا ہے: (تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: یہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (البقرہ: ۱۳۴)

* اسی طرح امام خطابی نے کتاب العزلۃ (۴۴) کے اندر اور ابونعیم نے الحلیہ (۹/ ۱۴۴) کے اندر یونس بن عبدالأعلی کے طریق سے روایت کیا ہے:

عن الشافعي قال: قيل لعمر بن عبدالعزيز: ما تقول في أهل صفين. فقال: تلك دماء طهر الله يدي منها فلا أحب أن أخضب لساني بها. وسنده منقطع۔

ترجمہ: امام شافعی سے روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز سے پوچھا گیا کہ وہ اہل صفین کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ کہا: اس خون سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک کیا ہے اس لیے اب ہم یہ بھی چاہتے کہ اپنی زبان کو اس خون سے لت پت کروں۔
اس روایت کی سند منقطع ہے۔

* ابن سعد نے الطبقات الکبری (۵ / ۳۹۴) کے اندر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۶۵ / ۱۳۳) کے اندر خالد بن یزید بن بشر عن أبیہ کے طریق سے روایت کیا ہے:

قال: سئل عمر بن عبد العزیز عن علی وعثمان والجمل صفین وما کان بینهم فقال: تلك دماء کف الله یدی عنها وأنا أکره أنا أطره أن أغمس لسانی فیها۔

ترجمہ: یزید بن بشر نے کہا کہ عمر بن عبد العزیز سے علی وعثمان رضی اللہ عنہما اور جمل وصفین نیز انکے درمیان پیش آنے والے اختلافات کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس خون سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو اب ہم اپنی زبان کو اس خون سے آلودہ کیوں کریں۔

* امام خلال نے کتاب السنہ (۲ / ۴۶۰) کے اندر اور ابن الجوزی نے مناقب الامام احمد (۱۶۴) کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

امام ابوبکر المروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا: (ما أقول فیها إلا الحسنی رحمهم الله أجمعین)۔ ترجمہ: ”میں ان کے بارے اچھی بات کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔“

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

* طبقات الحنابلہ (۱ / ۳۴۹) کے اندر حسن بن اسماعیل ربعی کے ترجمے کے تحت یہ روایت

وارد ہوئی ہے:

قال لی أحمد بن حنبل - إمام أهل السنة والصابر تحت المحنة: - أجمع تسعون رجلًا من التابعين وأئمة المسلمين، وأئمة السلف، وفقهاء الأمصار على: .... والكف عما شجر بين أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأفضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أبو بكر وعمر وعثمان وعلى وابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم، والترحم على جميع أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأزواجه، وأصهاره، رضوان الله عليهم أجمعين فهذه السنة الزموها، تلموا أخذها هدى، وتركها ضلالة۔

ترجمہ: امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ۹۰ / تابعین، ائمہ مسلمین، ائمہ سلف اور فقہائے امصار کا اس بات پر اتفاق ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے درمیان پیش آنے والے اختلافات پر سکوت اختیار کیا جائے گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے اندر سب سے افضل ابو بکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم ہیں۔ تمام صحابہ کرام، ازواج مطہرات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سسرالی رشتہ داروں پر رحمت و رضا کی دعا کی جائے گی، رضوان اللہ علیہم اجمعین، یہی سنت ہے، اسی سنت کو لازم پکڑو، اسی میں ہدایت ہے اور اس سے اعراض کرنے میں گمراہی ہے۔

* خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۶ / ۴۴) کے اندر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۱۴۱) کے اندر اور ابن ابی یعلی نے طبقات الحنابلہ (۱ / ۲۵۱) کے اندر الحسن بن محمد الخلال حدثنا عبداللہ بن عثمان الصفار حدثنا أبو القاسم إسحاق بن إبراهيم بن آزر

الفقیہ حدثنی أبی کے طریق سے روایت کیا ہے:

قال: حضرت أحمد بن حنبل وسأله رجل عما جری بین علی ومعاویة فأعرض عنه. فقیل له: یا أبا عبدالله هو رجل من بنی هاشم فأقبل علیه. فقال: أقرأ (تلك أمة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسألون عما کانوا یعملون)۔

ترجمہ: ابراہیم بن آزر الفقیہ کہتے ہیں کہ میں امام احمد رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان پیش آنے والے اختلافات کے تعلق سے سوال کیا تو آپ نے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ آپ سے کہا گیا: اے ابوعبداللہ! ان کا تعلق بھی ہاشم سے ہے۔ تو آپ نے کہا کہ اس کے سامنے میں یہ آیت پڑھوں گا: (تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: یہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (البقرہ: ۱۳۴)

* ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء (۴ / ۳۴) کے اندر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۲۲ / ۲۱۵) کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

عن شهاب بن خراش بن حوشب بن أخی العوام بن حوشب قال: أدرکت من أدرکت من صدر هذه الأمة وهم یقولون: أذکروا محاسن أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ما تأتلف علیه القلوب، ولا تذکروا

الذی شجر بینهم فتحرشوا الناس علیهم.

ترجمہ: شہاب بن خراش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام العوام رحمہ اللہ نے کہا کہ اس امت کے صدر اول میں سے جن سے بھی میری ملاقات ہوئی وہ یہی فرمایا کرتے تھے: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے محاسن ذکر کرو حتیٰ کہ دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو جائے اور ان کے باہمی مشاجرات کو بیان مت کرو ورنہ لوگ ان کے خلاف برانگیختہ ہو جائیں گے۔"

* امام لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اھل السنہ (۳۲۱) کے اندر نقل کیا ہے کہ امام ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم صاحب "الجرح والتعدیل" "کتاب اصول السنۃ واصول الدین" میں فرماتے ہیں:

سألت أبي وأبا زرعة عن مذاهب أهل السنة في أصول الدين وما أدركا عليه العلماء في جميع الأمصار وما يعتقدان من ذلك. فقالا: أدركنا العلماء في جميع الأمصار حجازاً وعراقاً وشاماً ويمناً فكان من مذهبهم الإيمان قول وعمل يزيد وينقص والقرآن كلام الله غير مخلوق بجميع جهاته والقدر خيره وشره من الله عز وجل وخير هذه الأمة بعد نبيها عليه الصلاة والسلام أبو بكر الصديق ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علي بن أبي طالب، وهم الخلفاء الراشدون المهديون وأن العشرة الذين سماهم رسول الله وشهد لهم بالجنة على ما شهد به رسول الله وقوله الحق والترحم على جميع أصحاب محمد والكف عما شجر بينهم۔

ترجمہ: میں نے مشہور محدث امام ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم رازی اور امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی سے دریافت کیا کہ تمام بلاد اسلامیہ میں آپ جن علمائے کرام سے ملے ہیں ان کا عقیدہ کیا تھا اور اہل سنت کا اصول میں مسلک کیا ہے؟ جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

ہم نے حجاز، عراق، شام ویمن کے جتنے بھی علماء سے ملاقات کی ہے سب کا مذہب یہی ہے کہ ایمان قول وعمل کو کہتے ہیں، جو گھٹتا اور بڑھتا ہے، قرآن اللہ کا کلام ہے، کسی اعتبار سے بھی مخلوق نہیں ہے، اچھی بری تقدیر سب اللہ کی طرف سے ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابو بکر ہیں، پھر عمر ہیں، پھر عثمان ہیں پھر علی ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہی خلفائے راشدین ہیں، اور وہ دس صحابہ جن کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے وہ اسی طرح ہیں جیسا کہ آپ نے ان کے بارے میں شہادت دی ہے اور آپ کا فرمان بالکل حق ہے، اور تمام صحابہ کرام پر رحمت وبخشش کی دعاء کرنا اور ان کے مابین ہونے والے مشاجرات سے باز رہنا اہل السنۃ کا اصول وعقیدہ ہے۔

(امام ابو زرعہ الرازی اور امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو سلف کا عقیدہ بیان کیا اور امام لالکائی نے ان کے حوالہ سے اہل السنۃ کا جو اصول ذکر کیا، اس کا ابتدائی حصہ امام ابو العلاء الحسین رحمہ اللہ بن احمد العطار الہمذانی نے بھی اپنے رسالہ فتیا وجوابھا فی ذکر الاعتقاد وذم الاختلاف (۹۰) میں نقل کیا ہے اور اس پر عنوان ہی یہ دیا ہے۔ ''فی ذکر الاعتقاد الذی أجمع علیہ علماء البلاد'' اس عقیدہ کا ذکر جس پر بلاد اسلامیہ میں علماء کا اتفاق ہے، اور اس رسالہ کے محقق شیخ عبد اللہ بن یوسف نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو زرعہ رحمہ اللہ اور امام ابو حاتم رحمہ اللہ کے اسی عقیدہ کا ذکر ابن الطبری کی السنۃ رقم ۳۲۱ میں بھی موجود ہے۔ جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے، کہ

ان دونوں محدثین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سلف کے جس عقیدہ کی وضاحت کی ہے، بعد کے دور میں دیگر ائمہ دین نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے۔مترجم)۔

* امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فضائل الصحابۃ (۱۹) کے اندر وکیع حدثنا جعفر یعنی بن برقان کے طریق سے روایت کیا ہے:

عن میمون بن مھران قال: ثلاث ارفضوھن: سب أصحاب محمد، والنظر فی النجوم، والنظر فی القدر. وسندہ صحیح.

ترجمہ: میمون بن مہران کہتے ہیں کہ تین چیزوں کا انکار کرو: اصحاب محمد کو برا بھلا کہنے سے، ستاروں میں دیکھنے سے اور تقدیر پر زیادہ غوروفکر کرنے سے۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

* ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۵۹ / ۱۴۱) کے اندر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ترجمے کے تحت أبی القاسم ابن أخی أبی زرعۃ الرازی کے طریق سے روایت کیا ہے:

قال: جاء رجل إلی عمی فقال له: إنی أبغض معاویة. فقال له: لم؟ قال: لأنه قاتل علیاً بغیر حق. فقال له أبو زرعة: رب معاویة رب رحیم، وخصم معاویة خصم کریم فما دخولك بینهما؟

ترجمہ: ابوالقاسم کہتے ہیں کہ میرے چچا ابوزرعہ رازی کے پاس ایک شخص نے آکر کہا: میں معاویہ سے بغض رکھتا ہوں، آپ نے پوچھا: کیوں؟ کہا: کیوں کہ انہوں نے ناحق علی سے قتال کیا۔

اس پر ابو زرعہ نے اس سے کہا: معاویہ کا رب رحیم ہے، اور معاویہ کا مدمقابل بھی کریم ہے، پھر ان دونوں کے بیچ میں تمہارا کیا کام ہے؟

* امام خلال نے کتاب السنہ (۵۱۲) کے اندر یہ روایت نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو صحابہ کی عیب جوئی کرتا ہے تو آپ نے فرمایا: (هذا قول سوء ردیء، یجانبون هؤلاء القوم ولا یجالسون، ونبین أمرهم للناس). وسنده صحیح.

ترجمہ: یہ بہت ہی برا اور گھٹیا قول ہے، ایسے لوگوں سے دور رہا جائے آن کی صحبت میں نہ بیٹھا جائے اور انکے معاملے کو ہم لوگوں کے سامنے کھول دیں گے یعنی ایسے لوگوں کو ہم ایکسپوز کریں گے۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

* امام بربہاری نے اپنی کتاب شرح السنہ (۱۰۲) کے اندر کہا:

والكف عن حرب علي ومعاوية وعائشة وطلحة والزبير رحمهم الله أجمعين ومن كان معهم ولا تخاصم فيهم وكل أمرهم إلى الله تبارك وتعالى.

ترجمہ: علی، معاویہ، عائشہ اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم اور انکے ساتھیوں کے درمیان پیش آنے والے اختلافات پر سکوت اختیار کیا جائے گا، انکے تعلق سے جھگڑنا جائز نہیں ہے، ان سب کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔

* امام صابونی نے اپنی کتاب عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث (۲۹۴) کے اندر کہا:

ویرون الکف عما شجر بین أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وتطهیر الألسنة عن ذکر ما یتضمن عیباً لهم ونقصاً فیهم۔

ترجمہ: اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے درمیان پیش آنے والے اختلافات پر سکوت اختیار کیا جائے اور انکے تعلق سے ہر اس گفتگو سے اپنی زبان کو پاک رکھی جائے جس سے انکی تنقیص لازم آتی ہو۔

* امام ابوالحسن رحمہ اللہ الاشعری کا عقیدہ:

امام ابوالحسن رحمہ اللہ علی بن اسماعیل بن اسحاق الاشعری المتوفی ۳۲۴ھ علم کلام کے بانی اور علم وعقل میں درجہ امامت واجتہاد پر فائز تھے۔ جن کی تصانیف کی تعداد تین سو بتلائی جاتی ہے۔ انہی میں عقیدہ کے موضوع پر "الابانۃ من اصول الدیانۃ" ان کی معروف کتاب ہے۔ اسی کتاب کے ص ۷۸ پر مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں انہوں نے جو وضاحت فرمائی حسب ذیل ہے:

فأما ما جری بین علی والزبیر وعائشة رضی الله عنهم فإنما کان علی تأویل واجتهاد وعلی الإمام وکلهم من أهل الاجتهاد وقد شهد لهم النبی صلی الله علیه وسلم بالجنة والشهادة فدل علی أنهم کلهم علی حق فی اجتهادهم وکذلك ما جری بین علی ومعاویة رضی الله عنهما کان علی تأویل واجتهاد وکل الصحابة أئمة مأمونون غیر متهمین فی الدین، وقد أثنی الله ورسوله علی جمیعهم وتعبدنا بتوقیرهم وتعظیمهم وموالاتهم والتبری

ممن ينقص أحدا منهم رضي الله عن جميعهم.

ترجمہ: اور جو کچھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین ہوا وہ تاویل واجتہاد کی بنا پر تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ امام تھے اور وہ سبھی مجتہدین میں سے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں جنت اور شہادت کی خبر دی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے اپنے اجتہاد میں حق پر تھے، اسی طرح جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین رونما ہوا وہ بھی تاویل واجتہاد کی بنا پر تھا، تمام صحابہ امام و مامون ہیں دین کے بارے میں متہم نہیں۔ اللہ تبارک وتعالی اور اس کے رسول نے تمام کی تعریف کی ہے اور ہمیں ان کی توقیر وتعظیم اور ان سے محبت کرنے اور جو ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرے ان سے بیزاری کرنے کا مکلف بنایا ہے۔ اللہ تعالی ان سب پر راضی ہے۔"

* ابن ابی زید قیروانی نے اپنی عقیدہ کی کتاب (۲۳) کے اندر مشاجرات صحابہ کے بارے میں فرمایا ہے:

وأن لا يذكر أحد من صحابة الرسول إلا بأحسن ذكر والإمساك عما شجر بينهم وأنهم أحق الناس أن يلتمس لهم أحسن المخارج ويظن بهم أحسن المذاهب.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کسی کا بھی ذکر آئے تو بہت ہی بہتر طریقے سے ان کا نام لیا جائے، اور انکے درمیان پیش آنے والے اختلافات پر سکوت اختیار کیا جائے، اور لوگوں میں وہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ ان کی باتوں کو بہتر طریقے پر محمول کیا جائے اور انکے

ساتھ حسن ظن رکھا جائے۔

* امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (الجامع لاحکام القرآن: ۱۶/ ۳۲۱) کے اندر مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل سنت کے موقف کی جو وضاحت فرماتے ہوئے کہا:

لا يجوز أن ينسب على أحد من الصحابة خطأ مقطوع به إذ كانوا كلهم اجتهدوا فيما فعلوه وأرادوا الله - عز وجل - وهم كلهم لنا أئمة، وقد تعبدنا بالكف عما شجر بينهم وألا نذكرهم إلا بأحسن الذكر لحرمة الصحبة ولنهى النبي صلى الله عليه وسلم عن سبهم وان الله غفر لهم وأخبر بالرضا عنهم.

ترجمہ: یہ جائز نہیں کہ کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کی طرف قطعی اور یقینی طور پر غلطی منسوب کی جائے، اس لئے کہ ان سب حضرات نے اپنے طرز عمل میں اجتہاد سے کام لیا۔ اور ان سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی تھا۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے امام ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات کے بارے میں اپنی زبان کو بند رکھیں اور ہمیشہ ان کا ذکر بہترین طریقے پر کریں کیونکہ شرف صحبت بڑی حرمت کی چیز ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اور خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر رکھا ہے اور ان سے راضی ہے۔

* امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبداللہ آجری المتوفی ۳۶۰ھ نے اپنی معروف کتاب (کتاب الشریعۃ: ۵ / ۲۴۸۵) میں باب یہ قائم کیا ہے: ''باب ذکر الکف عما شجر بین أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ورحمۃ اللّٰہ علیہم أجمعین'' کہ یہ باب اس کے متعلق ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان ہونے

والے اختلافات سے گریز کیا جائے اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمتیں ہوں"۔

امام آجری نے اس باب میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور اپنے اس موقف پر بہت سے دلائل ذکر کیئے ہیں جو دس صفحات پر مشتمل ہیں۔ ہم یہاں ان کے موقف کا خلاصہ پیش کرتے ہیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہل بیت کے سلسلے میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس پر غور وفکر کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ان سب سے محبت کرے ان کے بارے میں رحمت اور بخشش کی دعاء کرے اور ان کی محبت کو اللہ کے ہاں اپنے لئے وسیلہ بنائے، ان کے مابین جو اختلافات ہوئے ہیں، ان کو ذکر نہ کرے نہ ان کی چھان بین کرے اور نہ ہی ان پر بحث کرے، ہمیں تو ان کے بارے میں استغفار کرنے اور ان کے حق میں رحمت کی دعا کرنے' ان سے محبت اور ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید' احادیث رسول اور ائمہ مسلمین کے اقوال اس پر دال ہیں۔ ہمیں ان کے مابین مشاجرات کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اور رشتہ داری کا شرف حاصل ہے ان کے اسی شرف صحبت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دینے کا اعلان فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں اس بات کی ضمانت دی ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو قیامت کے دن شرمسار نہیں کروں گا، ان کے اوصاف کا اللہ تعالیٰ نے تورات و انجیل میں تذکرہ کیا ہے اور ان کی بہترین تعریف کی ہے، ان کی توبہ کا اور اپنی رضا وخوشنودی کا ذکر کیا ہے، اگر کوئی کہے کہ میں تو ان مشاجرات کے بارے محض اپنی معلومات میں اضافہ چاہتا ہوں تا کہ میں ان حالات سے بچ سکوں جن میں وہ مبتلا ہوئے ہیں، تو اسے سمجھایا جائے گا کہ تم تو فتنہ کے طلب گار ہو کیونکہ تم ایسی بات کے درپے ہو جو تمہارے لئے نقصان کا باعث ہے، کسی فائدہ کی اس سے کوئی توقع نہیں

۔اس کی بجائے اگر تم فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کی صورت میں اپنی اصلاح کی کوشش کرتے تو یہ تمہارے لئے بہتر تھا بالخصوص اس دور میں جبکہ بدعات ضالہ عام ہو رہی ہیں، لہٰذا تمہارے لئے یہی بہتر تھا کہ تم اپنے کھانے پینے، اپنے لباس کی فکر کرو کہ یہ کہاں سے آیا ہے، یہ روپیہ پیسہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کہاں خرچ کیا جا رہا ہے، نیز ہمیں اس بارے میں بھی خطرہ ہے کہ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں تمہاری چھان بین اور بحث وتکرار کے نتیجہ میں تمہارا دل بدعت کی طرف مائل ہو جائے گا شیطان کے ہاتھوں تم کھیلنے لگو گے۔

انہیں صحابہ کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا) ترجمہ: محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تا کہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک

اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔(الفتح:۲۹)۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:(لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: بلاشبہ یقیناً اللہ نے نبی پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار پر بھی، جو تنگ دستی کی گھڑی میں اس کے ساتھ رہے، اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جائیں، پھر وہ ان پر دوبارہ مہربان ہو گیا۔ (التوبہ:۱۱۷)

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:(وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ (التوبہ:۱۰۰)۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ، تمھارا رب قریب ہے کہ تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے، رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرفوں میں دوڑ رہا ہوگا، وہ کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہمیں بخش دے، یقیناتو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ (التحریم: ۸)

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ) ترجمہ: تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔ (آل عمران: ۱۱۰)

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا) ترجمہ: بلاشبہ یقینا اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔ (الفتح: ۱۸)۔

پھر انکے بعد جو لوگ آئیں گے اور وہ صحابہ کے حق میں دعائے مغفرت کریں گے انکی بھی اللہ نے تعریف کی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ (الحشر:۱۰)۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثَلَاثًا) ترجمہ: سب سے اچھے لوگ میرے زمانہ کے ہیں (یعنی صحابہ)، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تابعین)، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی اتباع تابعین)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ (سنن ترمذی:۲۳۰۲)۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ قُلُوْبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى دِيْنِهِ۔" ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو ان سب قلوب میں بہتر پایا، ان کو اپنی رسالت کے لیے مقرر کر دیا، پھر قلب محمد a کے بعد دوسرے قلوب پر نظر فرمائی تو اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب کو دوسرے سب بندوں کے قلوب

سے بہتر پایا، ان کو اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت اور دین کی نصرت کے لیے پسند کرلیا۔"

چنانچہ صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ان سے محبت کرو، ان کے لئے بخشش طلب کرو اور ان کی اتباع کرو، اگر تم ان کو برا کہنے لگو گے، اور ان سے بغض ونفرت کرنے لگو گے، باطل راستہ پر چل نکلو گے، جو شخص بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وتوصیف کرتا ہے بعض کی مذمت کرتا ہے اور ان پر طعن وتشنیع کرتا ہے وہ فتنہ میں مبتلا ہے کیونکہ اس پر تو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور سب کے بارے میں استغفار واجب ہے۔

* شیخ الاسلام امام موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی اہل سنت کے عقائد بیان کرتے ہوئے اپنے رسالہ لمعۃ الاعتقاد الھادی إلی سبیل الرشاد، ۷۷'' میں لکھتے ہیں:

ومن السنة تولى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومحبتهم وذكر محاسنهم والترحم عليهم والاستغفار لهم والكف عن ذكر مساوئهم وما شجر بينهم واعتقاد فضلهم ومعرفة سابقتهم۔

ترجمہ: سنت پر عمل کا تقاضا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت وعقیدت رکھی جائے ان کے محاسن بیان کئے جائیں، ان کے لئے اللہ سے رحمت وبخشش کی دعا کی جائے، ان کی شان میں کوئی نازیبابات نہ کہی جائے، اور ان کے مابین جو اختلافات ہوئے ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے، ساتھ ہی ان کے افضل امت ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا

إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ (الحشر: ۱۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) ترجمہ: محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لا تَسُبُّوا أَصْحَابِي , فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ) ترجمہ: میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد بلکہ آدھے مد کے (اجر کے) برابر بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ (سنن ترمذی: ۳۸۶۱)۔

* امام نووی نے شرح صحیح مسلم (۱۸ / ۲۱۹) کے اندر کہا:

ومذهب أهل السنة والحق إحسان الظن بهم والإمساك عما شجر بينهم وتأويل قتالهم وأنهم مجتهدون متأولون لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا بل اعتقد لك فريق أنه المحق ومخالفه باغ فوجب عليه قتاله

ليرجع إلى الله وكان بعضهم مصيبا وبعضهم مخطئا معذورا فى الخطأ لأنه اجتهاد والمجتهد إذا أخطأ لا إثم عليه۔

ترجمہ: اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ان کے آپس کے اختلافات میں خاموشی اور ان کی لڑائیوں کی تاویل کی جائے۔وہ بلاشبہ سب مجتہد اور صاحب رائے تھے معصیت اور نافرمانی ان کا مقصد نہ تھا اور نہ ہی محض دنیا طلبی پیش نظر تھی، بلکہ ہر فریق یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہی حق پر ہے اور دوسرا باغی ہے، اور باغی کے ساتھ لڑائی ضروری ہے تاکہ وہ امر الٰہی کی طرف لوٹ آئے، اس اجتہاد میں بعض راہ صواب پر تھے اور بعض خطا کار تھے، مگر خطا کے باوجود وہ معذور تھے کیونکہ اس کا سبب اجتہاد تھا اور مجتہد خطا پر بھی گنہگار نہیں ہوتا۔

* شیخ الاسلام ابن تیمیہ اپنی معروف کتاب منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ (۴/ ۴۴۸) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والے قتال کے بارے میں سلف کے موقف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كان من مذاهب أهل السنة الإمساك عما شجر بين الصحابة فإنه قد ثبت فضائلهم ووجبت موالاتهم ومحبتهم وما وقع منه ما يكون لهم فيه عذر يخفى على الإنسان ومنه ما تاب صاحبه منه ومنه ما يكون مغفوراً فالخوض فيما شجر يوقع فى نفوس كثير من الناس بغضاً وذماً، ويكون هو فى ذلك مخطئاً، بل عاصياً فيضر نفسه ومن خاض معه فى ذلك كما جرى لأكثر من تكلم فى ذلك فإنهم بكلام لا يحبه الله ولا رسوله إما من ذم من لا

يستحق الذم وإما من مدح أمور لا تستحق المدح ولهذا كان الإمساك طريقة أفاضل السلف.

ترجمہ: مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں خاموشی اہل سنت کا مذہب ہے کیونکہ ان کے فضائل ثابت اور ان سے تعلق ومحبت واجب ہے، ان سے جن واقعات کا صدور ہوا ہے ان کے بارے میں ان کے نزدیک ایسے عذر ہوں گے جو اکثر لوگوں سے مخفی ہیں، ان میں سے بعض تائب ہو گئے اور بعض مغفور ہیں۔ ان کے باہمی جھگڑوں میں بحث ونظر کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بہت سے لوگوں کے دلوں میں ان کے خلاف بغض و مذمت پیدا ہو جائے گی اور یوں وہ شخص خطا کار بلکہ گنہگار ہو گا اور اپنے ساتھ اس کو بھی نقصان میں مبتلا کرے گا جو اس کے ساتھ اس بارے میں بحث وتکرار کرے گا۔ جیسا کہ اکثر کلام کرنے والوں کے بارے میں مشاہدہ کیا گیا ہے وہ عموماً ایسی باتیں کہتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ناپسند کرتے ہیں جو فی الواقع مستحق ذم نہیں ان کی مذمت کرتے ہیں اور جو قابل مدح نہیں ان کی مدح کرتے ہیں۔ اسی لئے افاضل سلف کا طریقہ یہی رہا ہے کہ اس بارے میں گفتگو نہ کی جائے۔"

* امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۱۰/ ۹۲) میں کہا:

كما تقرر الكف عن كثير مما تشجر بينهم وقتالهم رضي الله عنهم أجمعين وما زال يمر بنا ذلك في الدواوين والكتب والأجزاء ولكن أكثر ذلك منقطع وضعيف وبعضه كذب ... فينبغي طيه وإخفاءه بل إعدامه لتصفوا القلوب وتتوفر على حب الصحابة والترضي عنهم و كتمان ذلك

متعين عن العامة وآحاد العلماء. إلى أن قال: فأما ما نقله أهل البدع في كتبهم من ذلك فلا نعرج عليه ولا كرامة فأكثره باطل وكذب وافتراء.

ترجمہ: جیسا کہ ثابت ہو چکا کہ صحابہ کرام کے درمیان پیش آنے والے اختلافات پر سکوت اختیار کیا جائے گا، اور تاریخی کتابوں میں اس تعلق سے جو بھی کہانیاں اور روایات ہیں ان میں کچھ منقطع، کچھ ضعیف اور کچھ جھوٹ ہیں، اس لئے انہیں بھول جانا چاہئے بلکہ چھپا دینا چاہئے بلکہ مٹا دینا چاہیئے، تاکہ صحابہ کرام کے تعلق سے دل صاف رہے اور ان کی محبت دلوں میں راسخ ہو جائے اور اسے عوام الناس اور عام علماء سے دور رکھنا چاہئے۔ یہاں تک کہ کہا: اور جہاں تک اہل بدعت کا اسے اپنی کتابوں میں نقل کرنے کی بات ہے تو انہیں بالکل دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان میں اکثر باطل، جھوٹ اور بہتان ہے۔

* ابن حجر نے فتح الباری (١٣ / ٣٧) میں کہا:

واتفق أهل السنة على وجوب منع الطعن على أحد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك ولو عرف المحق منهم لأنهم لم يقاتلوا في تلك الحروب إلا عن اجتهاد وقد عفا الله تعالى عن المخطئ في الاجتهاد بل ثبت أنه يؤجر أجراً واحداً وأن المصيب يؤجر أجرين.

ترجمہ: اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین واقع ہونے والے حوادث کی بنا پر ان میں کسی ایک صحابی پر طعن و تشنیع سے اجتناب واجب ہے، اگرچہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان کا موقف باطل پر تھا کیونکہ انہوں نے ان لڑائیوں میں صرف اپنے اجتہاد کی بنا پر حصہ لیا اور اللہ

تبارک وتعالیٰ نے مجتہد مخطی کو معاف فرمادیا ہے بلکہ یہ ثابت ہے کہ اس کے اجتہاد میں خطا ہو جائے تب بھی اسے ایک گنا اجر ملے گا اور جس کا اجتہاد درست ہوگا اسے دوگنا اجر ملے گا۔“

اس تعلق سے سلف امت کے بہت سارے اقوال ہیں مگر جن چند اقوال کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ کافی ہے ہر اس شخص کیلئے جو حق کا متلاشی ہو اور خواہشات نفس کی پیروی نہ کرتا ہو۔



خاتمہ

* سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب میں جو دلائل وارد ہوئے ہیں انکی دو قسمیں ہیں:

۱- عام دلیلیں:

یہ وہ نصوص ہیں جو کتاب وسنت کے اندر صحابہ کے عمومی فضائل اور مناقب کے بارے میں وارد ہوئے ہیں، اور بلا شبہ ان میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔

۲- خاص دلیلیں:

یہ وہ نصوص ہیں جو خصوصی طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب میں وارد ہوئے ہیں۔

انہیں میں نے باقاعدہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے باب کے تحت ذکر کیا ہے۔

* سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔

اور وہ دلائل جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں انکی بھی دو قسمیں ہیں:

۱- وہ دلیلیں جو صحیح ہیں مگر اہل بدعت نے ان کا غلط معنی لیا ہے۔

۲- وہ دلیلیں جو منکر اور موضوع ہیں مگر حسن مالکی جیسے اہل بدعت نفس پرستوں نے انکی تصحیح کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

ان دلیلوں کو میں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں وارد دلیلوں کے جواب کے باب کے تحت ذکر کیا ہے۔

* کچھ اباطیل اور خرافات واتہامات کا بیان جنہیں اہل بدعت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نقل کرتے ہیں اور انہیں شائع بھی کرتے ہیں !!

اسکا میں نے جواب دیا ہے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کہے گئے اباطیل وخرافات کے باب کے تحت۔

* سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے والوں کے خلاف سلف بہت سخت رہتے تھے اسی لئے کوئی تعزیری سزا،کوئی مارنے اور کوئی اسکا سوشل بائیکاٹ کرنے،اس کی صحبت میں نہ بیٹھنے،اسکے پیچھے نماز نہ پڑھنے اور اس کی مذمت کرنے کی بات کی ہے۔

ان سارے آثار کو آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دینے والوں کے بارے میں سلف کے اقوال کے باب کے تحت دیکھ سکتے ہیں۔

* وہ اخبار جو صحابہ کرام کے درمیان پیش آنے والے اختلافات کے تعلق سے وارد ہوئے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں:

۱- کچھ ان میں جھوٹی ہیں۔

۲- کچھ ایسے ہیں جن میں کمی بیشی کی گئی ہے،اور انہیں غلط معنی دیا گیا۔

۳-اور جو ان میں صحیح ہیں انکے بارے میں کہیں گے کہ ان میں وہ معذور ہیں،جو مجتہد حق تک پہونچ جائے وہ دو اجر کا مستحق ہے اور جو مجتہد مخطی ہے اسے ایک اجر ملے گا اور اللہ تعالی سارے صحابہ سے خوش اور راضی ہے۔

* اہل سنت والجماعہ کا اس بات پر اتفاق ہیکہ صحابہ کرام کے درمیان پیش آنے والے اختلافات پر سکوت اختیار کیا جائے گا۔

اس تعلق سے سلف کے بہت سارے اقوال ہیں، گرچہ کچھ لوگوں کو برا لگے۔

ان میں سے کچھ کو میں نے صحابہ کرام کے درمیان پیش آنے والے اختلافات پر سکوت اختیار کیا جائے کے باب کے تحت اسے میں نے ذکر کیا ہے۔

اس کتاب کو میں امام شوکانی کے کلام پر ختم کروں گا: جو صحابہ کیلئے استغفار کی دعا نہ کرے اور ان کیلئے رضا کی دعا نہ کرے تو اللہ کا وہ مخالف ہے، اگر اسکے دل میں کچھ حقد پایا جائے تو یہ شیطانی کچوکہ ہے، اور نافرمانی ہے، اللہ تو ہم سب کو اس سے دور رکھے۔ وصلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

